

CALL No. { ۲۹۲۵۵ ACC. NO. ۲۹۲  
شماره ۱۸۹۳  
 AUTHOR شیونیران  
 TITLE کشمیری پنڈت

# URDU STACKS

# ACKS

<u>شماره ۱۸۹۳</u>		<u>۲۹۲۵۵</u>		<u>۲۹۲۵۵</u>	
<u>کشمیری پنڈت</u>		<u>شیونیران</u>		<u>شیونیران</u>	
Date	No.	Date	No.		



## MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

### RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.



U969

Aut. 7 1-15

Title - KASHMIRI RANBIT .

Creator - Shiv Kaseem

Publisher - Desai Press (Talaulhar) .

Date - 1893 .

Pages - 150 .

Subject -



ششہم قومی عروج ہستی کے سدسکال ہیں پشہر ہیں  
سکرچی وہ قوم کیا ترقی جو خود نہ بدے گی اپنی رسمیں

# ششہر کی پندت

یعنی

سکشہری پندتوں کی رسمیں اور ضرورتیں دیگر قوموں کی

رسموں کا مقابلہ . اصلاح کے طریقے

اور رواجوں کی ہندوئی

اور موجودہ صورتیں

انرا

ہندوچیتہ ششہر تراشیں گڑو رازدہج رنہ پندت ششہری

دکیل پندت کرٹ پنجاب ششہر



۱۸ ۹۳

OFFICE

...

...

قصیری پندت ششہر



STREET STACKS

1960  
5125

✓  
L.P.

~~445~~

244

RECESSIONEL

13  
44



M.A. LIBRARY, A.M.U.



U264

L

## نذر

میں یہ رسالہ فخر قوم اور اپنے محسن اور مری  
دیوان پندت راہم تاتہ صاحب مدن ڈکٹ  
جج پنجاب کی خدمت میں نذر کرتا ہوں۔ جن کے  
اوصاف حمیدہ۔ فیاضی حقیقہ  
عالی خیالات اور بیدار غ چال چلن کا

میں مداح ہوں۔

بندہ شیونیر این رینہ



# کشمیری پنڈ

اونچی رسمیں اور ضرورتیں

## دیباچہ

ایک مختصر مجموعہ رسوم کشمیری پنڈتاں کی ضرورت معلوم ہونے پر میرا مدت سے ارادہ رہا کہ ایسا ایک رسالہ طیار کروں۔ کچھ خیالات بھی یکجا کئے تھے۔ مگر اب تک ارادہ ہی رہا اور غالباً یہ طور نہ لکھی جاتیں اور نہ شائع ہوتیں اگر لاہور میں ایک انجمن کشمیری پنڈتاں قائم ہوتی اس انجمن کا ارشاد تھا کہ بندہ بھی کسی امر متعلق اصلاح قوم کچھ بطور مضمون لکھ کر سالانہ جلسہ انجمن پر پڑھے۔ بندہ تمہیل رشاد میں معذرت ہوا اور لکھنے لکھتے مضمون اس قدر طویل ہو گیا کہ انجمن کے جلسہ سالانہ میں پڑھنے کے قابل نہ رہا۔ سو کشمیری کشمیریہ کاش میں شائع کرنے کی گنجائش معلوم نہ ہوئی۔ اس لئے اسی مضمون کو سید قدس فضل کر دیا گیا اور بطور ایک علیحدہ رسالہ کے شائع کیا جاتا ہے۔ اپنی قوم کے احباب پڑھ کر بعض ناراض ہونگے۔ بعض خوش ہونگے بجا اور بیجا دوستانہ اور منافقانہ و متعصبانہ نکتہ چینی ہوگی۔ کوئی عبارت اور کوئی مضمون میں حرج نہ گیری کریگا بعض اسکے محض ملاحظہ کو بھی گناہ سمجھیں گے۔ اُن سب اصحاب سے میری یہ تمنا اس ہے کہ وہ اس بات کو مد نظر رکھیں کہ کوئی انسان خطا سے خالی نہیں ہے۔ اگر وہ بات کہ تمہیل بیان

کرنے میں غلطیوں ہوں تو اس وجہ سے ہو گئی کہ مستورات سے چنناں دریافت نہیں کیا گیا کہ اپنے ذاتی مشاہدہ اور واقفیت سے کام لیا گیا ہے۔

میر کے ابا و اجداد اتفاقات و حوادث زمانہ سر ہندوستان کے مختلف حصوں میں رہے اور وہاں وہ کہلاتے رہے۔ مگر میری پیدائش پنجاب کی ہے۔ اس لئے زبان سادہ اور مرد و چہ پنجابی اردو ہے۔ جو کہ اس رسالہ میں درج ہیں وہ میری ذاتی رائے ہیں۔ ناظرین کو اختیار ہے کہ پسند فرماویں یا نا پسند فرماویں۔ اور ناظرین جو کشمیری قوم کے نہیں ہیں وہ پڑھ کر متعجب نہ ہونگے کہ ایک قوم ایسی بھی ہندوستان میں رہتی ہے جو ایک عجوبہ روزگار ہے۔

میں نے اکثر جگہ اس رسالہ میں اپنی نسبت صیغہ جمع کے الفاظ ہم اور ہماری رائے وغیرہ استعمال

کئے ہیں۔ ان الفاظ سے راستہ کی امانت نہ سمجھ لی جاوے

انگہ نرسی طبعہ برتھیر اختیار

کی گئی ہے

محمد رفیع الرحمن رینہ

روزگار  
۱۸۹۵ء  
جولائی

## تہذیب

جیسا کہ کوئی خیر خواہ قوم کسی امر اصلاح طلب پر لکھتا ہے جس کو اس کا مقصد اپنی سمجھ میں اصلاح قوم ہوتا ہے، تو ناظرین یہ کہہ کر تے ہیں کہ سب زبانی ڈھکوسلے ہیں۔ جو شخص اصلاح چاہتا ہے پھلے خود اس پر عمل کر کے دکھلائے۔ کیا پہلے بھی لوگ سی طرح سے لکھتے اور کہتے نہیں رہے ہیں؟ ہم اس کے قائل ہیں جو خود عملدرآمد کر کے نظیر قائم کریں۔ یہ کہسی قدر سچ ہے مگر ان متعرض صاحبان کو جاننا چاہئے کہ اس دلیل سے کہ ناصح خود عمل کر نیکا حوصلہ رکھتا ہو کوئی نیک نصیحت فی نفسہ باطل نہیں ہو جاتی۔ بسا اوقات ایسی حالات ممکن ہیں کہ کوئی خیر خواہ اپنی قوم کو لے مناسب طریقہ بیان کر سکے اور کئی معقول وجوہات کے باعث سے وہ اس پر خود عمل کرنے کے لئے تیار ہو۔ متعدد ہوں۔ کم از کم اس میں تو شک ہی نہیں ہو سکتا کہ کسی اصلاح کی عملدرآمد سے پہلے اصلاح کے متعلق خیالات پیدا ہونے ضروری ہیں۔ ایک استدلال سفر کا قول یہ ہے کہ قبل ازین کہ کوئی شخص سوسائٹی کے اصلاح کرے۔ سوسائٹی بے سلوم اسکی اصلاح پھلے سے کر دیتی ہو۔ یہ کہ گوبادی النظر میں حیرت انگیز سلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے صحیح ثابت ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص قدرتی طور پر پیدائش سے ہی مصلح قوم نہیں ہوتا ہے۔ اسکا تجربہ اسکو اصلاح کی جانب مائل کرتا ہے۔ اور وہ تجربہ بھی اسی سوسائٹی کے حالات سے اسکو پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود ایک جزو ہوتا ہے۔ جس سوسائٹی کو وہ اصلاح کرنا چاہتا ہے وہی سوسائٹی اس کے مصلح ہوتی ہے۔ صرف اتنا ہی فرق ہے کہ وہ اور وہی توجہ کو اصلاح کی جانب مائل کر کے اور انکی خیالات کو حرکت دیکر عمل کرنے پر راغب کرتا ہے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ وہ اصلاح کی قضا کو قیام سے تیز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایسے لوگ بہتہ ہوتے ہیں جو اپنی رائے کسی معاملہ پر قائم کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے عمل کرنا تو دیکھنا کہ کسی رسم و رواج کے برخلاف تدبیر و چہنہ ہی کو ایک جدت بمنزلہ بدعت سمجھتے ہیں اور رواج

قدیم پر ثابت قدم رہ کر اُسکی پیروی کرتے رہتے ہیں وہ البتہ اسوقت اپنا طریق عمل بدلنے پر ناراضماندی سے طیار ہوتے ہیں جب ایک کثیر تعداد ان لوگوںکی پیدا ہو جاتی ہے جو اپنا طریق عمل بدل چکے ہوتے ہیں ایسے لوگوںکی تعداد بھی زیادہ نہیں ہے جو اصلاح کو پسند کرتے ہیں۔ اور دل سے چاہتی ہیں کہ سب لوگ اصلاح پذیر ہو جاویں۔ مگر جب تک قاصی تعداد اپنے ہم خیال نہیں پاتے اصلاح شروع نہیں کرتے۔ البتہ ایسے آدمی بہت عقوڑے ہیں کہ اور لوگوںکی رائے کا اپنے عمل پر اثر نہیں ہونے دیتے اور جب تک نزدیک اصلاح کے شروع کرنے میں اس امر کو دخل نہیں ہے کہ دیگر اہل قوم اُنکے عمل کی کس طرح تعمیر کریں گے۔

[ رفاہیہ ] پچھلے دنوں ہتھوں کے لوگوں میں سے رفاہیہ پیدا ہوا کرتے ہیں جو رفاہیہ دوسرے فرقہ میں سے پیدا ہوتے ہیں وہ دیہی رفاہیہ سے اپنی قوم کو آہستہ آہستہ متنی پر لیجا نا چاہتے ہیں۔ وہ خود کوئی اصلاح بے ڈھنگ شروع نہیں کرتے جب تک کہ یہ نہیں سمجھ لیتے کہ مخالفین کم رہ گئے ہیں اور اور نکتہ چینی بہت ہی کم ہوگی وہ تب تک زبانی یا تحریری نصیحت کرتے رہتے ہیں اور قوم کے خیالات کو بدلنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ موقع مناسب آگیا ہے تو اصلاح خود شروع کرتے ہیں اور اور ہم خیال اُنکی تقلید کرنے لگھاتے ہیں۔ دوسری قسم کے رفاہیہ تیسرے فرقہ سے پیدا ہوتے ہیں جنکا رویہ ہمیشہ بے باکانہ ہوا کرتا ہے اور وہ بجائے کسی تحریر یا تقریر کے فوراً اپنے لباس سے نظیر قائم کر کے اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کئی موقعوں پر دنیا کی نواسخ سے ظاہر ہوا ہے کہ اس قسم کے لوگوں نے بڑی بڑی کار نمایاں کر کے دنیا کو متعجب کیا ہے گو کئی موقعوں پر ایسے لوگوں کو اُنکی بے ڈھنگ عمل نے ناکامی اور سخت ندامت و طاعت کا مستوجب کیا ہے۔ اور بعض اوقات بے ڈھنگ رفاہیہ سروس کے عمل سے کوئی ہرج نہیں بھی ہوا ہے۔ بشرطیکہ ان میں اعلیٰ درجہ کی دورانیہ نشی اور زمانہ شناسی موجود ہو کیونکہ اگر انہوں نے طبالی کا صحیح اندازہ کر لیا ہے تو اُنکی عمل کی فوراً تقلید شروع ہو جاتی ہے۔ ایسا بھی بہت موقع پر ہوا ہے کہ بے ڈھنگ کام کرنے والے صحیح اندازہ اس امر کا نہیں کرتے یا نہیں کر سکتے کہ

انکے اعمال جدید کا کیا اثر ہوگا۔ اور کہاں تک وہ پسند کئے جاویں گے اور بوجہ ایسی غلطی کے  
 اور کونا کامیابی حاصل ہوتی ہے

[دہی رفاہ]  
 جو رفاہ مردہ ہو کر کام کرنے والے ہوتے انکا طریقہ عمل سطح ہوا کرتا ہے کہ پورا نے دستور و طریق  
 عمل پر ناراضا ہونے سے جبراً و تہراً قائم رکھ کر یہ بتلاتے جاتے ہیں کہ طریق قدیم فی زمانہ ناقص  
 اور پر ضرر ہے اور کئی وسائل سے اس عقین کے قائم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تاکہ اور عباد  
 سوسائٹی جو شل نہ کر اسی طریق قدیم کے پابند ہیں یہ سمجھ جاویں کہ انکے لئے پورا نا طریق عمل صرف  
 بوجہ قدیم ہونے کے ہی۔ قابل تنظیم رہ گیا ہے۔ اور گواہ وقت وہ بہت کارگر اور عمدہ تھا۔  
 جب جاری ہوا تھا۔ مگر اب اسکے قائم رکھنے سے نقصان ہے اور ناقابل عمل رہا۔ آمدنی اسکا  
 بدلنا ضروری ہو۔ ایسے لوگ جب یہہ دیکھ لیتے ہیں کہ اب انکی رائے کی تائید کے لئے کیا کافی  
 تعداد مل سکتی ہو تو ہمتگی سے اپنے عمل میں اصلاح شروع کرتے ہیں اور ایسے بھی خواہاں قوم  
 کو اکثر کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اصلاح جو وہ کرتے ہیں فی نفسہ فائدہ بخش ہو مگر  
 نقصان کا اندیشہ ایسی صورت میں نہیں ہوتا کیونکہ اگر ایسے رفاہ مردہ کے عمل جدید کی پیروی  
 نہیں ہوتی تو وہ خود پھر پورانی حالت پر عود کرتے ہیں۔

[صلاح کی تلقین]  
 البتہ جب اس قسم کے رفاہ مردہ دیکھتے ہیں کہ انکے مخاطب یا پیرواں سد وجہ تک جانے کو طیار  
 نہیں ہیں جہاں تک وہ لیجانا چاہتے ہیں تو وہ اپنی گفتار و تحریر کو قدرے ملایم و صلح آمیز کر دیتے  
 ہیں اور اپنے ذہن میں یہہ سمجھتے ہیں کہ سبب وادب درجہ غایت لیجانے میں معمولی درجہ کی کامیابی بھی  
 حاصل نہ ہو سکے۔ یہہ ہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے رفاہ مردہ بھی جبکہ اپنے ذاتی خیالات نہایت پاک  
 اور اعلیٰ تھے۔ اور جو اپنے خیال میں اپنی مخاطب قوم یا فرقہ کو اعلیٰ درجہ پر لیجانا چاہتے تھے وہ محض  
 اسی وجہ سے اُس منزل تک نہ لیجاسکے کہ انکی مخاطب قوم اُس منزل تک پہنچنے کے لئے طیار  
 نہ تھی۔ اور یہہ ہی وجہ ہے کہ باوجود کوشش تبلیغ کے اُن قوموں میں جو مہذب کہلاتی ہیں  
 بعض عیوب پھر بھی باقی رہ گئے ہیں جنکو لوگ عموماً رفاہ مردوں کی گوناواہ نظری یا ناقص خیالی پر



محمول کر دیتے ہیں۔ فی الحقیقت اکثر اوقات رفارمروں کا قصور نہیں ہوتا ہے۔

خواہ کچھ ہی کسی کا اس بارہ میں خیال ہو اس امر سے کسی فرد بشر کو انکار ہو گا کہ کسی تخم کی کامیابی اُسکی طاقت پر اس قدر منحصر نہیں ہے جیسی کہ اُس زمین پر چھر رکھنی ہے جہاں وہ تخم بویا جاوے ہر ایک تخم اپنی پنہان صورت اُسوقت نمودار کرتا ہے جب وہ زمین جیہیں وہ ڈالاجاوے اُسکو قبول کرے اور بدازاں اُسکا نشوونما اور سرسبزی اسل مر پر چھر رکھتی ہے کہ کس درجہ کی قابلیت اُس زمین میں موجود ہے۔ کامل کامیابی کی صرف تب توقع ہو سکتی ہے جب تخم اعلیٰ قسم کا ہو اور زمین بھی اعلیٰ قسم کی ہو ورنہ پھلے زمین کو زخیر کرنا پڑتا ہے۔

تجربہ نئے ہیئت ثابت کر دیا ہے کہ رفارمروں کی کوششیں بھی زیادہ اُسی موقع پر کامیاب ہوئی ہیں جہاں قدر سے پہلے سے دیگر وسائل اور وجوہات سے اصلاح کی قبولیت کا سامان مہیا ہو گیا ہے رفارم صرف اُسکی رفتار کو تیز کرتے رہے ہیں۔ بہرگز باور نہ کرنا چاہئے کہ کبھی ایک تنفس نے بلاغت کسی قوم کے بحرہ کی طرح سے اصلاح کی ہے۔ الہام کے یقین کنیو الو لنگا بیر یقین ہو سکتا ہے مگر ہم اس کے قائل نہیں ہیں۔ کئی احباب قوم کی توائز اور سلسل کوششیں اور بے شمار دیگر وسائل اور وہ بھی بہت عرصہ تک (بشرطیکہ اُسکے مخالف کوششیں موجود نہ ہوں) کام کریں تب امید ہو سکتی ہے کہ کوئی نتیجہ جب سراو پیدا ہو۔

ہر ایک سوچنے والے شخص پر یہ روشن ہو گا اور خصوصاً ایسے شخص جس نے تواریخ کا مطالعہ کیا ہو یا جو سائنس سے واقف ہو کہ کوئی امر کائنات میں اتفاقی یا ایک نکتہ نہیں ہوتا ہے۔ ہر ایک امر کے لئے اسباب لازماً اور بیشمار ہوا کرتے ہیں اور وہ اسباب خود دیگر اسباب کے نتیجے ہوتے ہیں جنکی بابت مشکل سوچ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی تنفس کے کئی اختیار میں ہوں۔ ایک تسلسل اسباب اس طریق سے چلتا ہے کہ انسان کی عقلی و فراست سے باہر ہے۔ بعض تقدیر و بعض تدبیر کے نغلوں سے فی الحقیقت ایک ہی اصول کے قائل ہیں کہ کوئی امر بلا سبب نہیں ہوتا ہے اسی طرح سے قوموں کا تذو و جزر بھی بے سبب و یک نکتہ نہیں ہو سکتا۔

کوئی چیز اتفاقی نہیں۔

قوم کشمیری پختاں بھی اُسی قاعدہ کی پابند ہو جو یہ دنیا کی اور قوموں کو کدو قدرتی طور پر مقرر ہے یعنی یہ کہ وہ اسباب سے فروغ پاسکتی ہے۔ اسباب سے اُن سے کسی زمانہ میں فروغ پایا ہے۔ اسباب سے وہ تنزل پر جاسکتی ہے۔ اسباب سے وہ عروج پر پہنچ سکتی ہے اور اس وقت اُس کے قیام کے بھی استباہیں اور ہر لحاظ اسباب بدلتی ہیں گو ہم کامل طور پر محسوس یا معلوم نہ کر سکیں۔ اور اگر کوئی اس زمانہ میں اُس کا بھی خواہ اور خیر خواہ ہو اور اُس کا عروج چاہتا ہے اور اُس کے عروج کے لئے تدابیر سوچتا ہے اور وہ تدابیر اور ونیر ظاہر کرتا ہے تو اُس کی ہستی اور اُس کا عمل اور اُس کی تقریر و تحریر بھی اُسی سلسلہ اسباب کی ایک جزو ہے جس سے اُس کا تنزل یا فروغ یا قیام ہے یا ہوگا۔

ان سطور کا راقم فراموش بننے کا کوئی دعوے نہیں کرتا ہے اور نہ اس قدر اُس میں بیادیت ہے مگر چونکہ ہر ایک آدمی اپنی رائے رکھنے کا استحقاق رکھتا ہے اور یہ بھی اُس کا قدرتی استحقاق ہے کہ وہ اپنی رائے جس کو وہ صحیح باور کرتا ہے اور ونیر ظاہر کرے۔ اس لئے یہ چند سطور لکھی گئی ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ اپنی قوم کا بھی خواہ ہے اور یہی خواہ ہی اُس نذر نہ کا ہے جو بے دہک اور بیباکانہ کارروائی کو پسند نہیں کرتا۔ ان سطور کے لکھنے کا اُس کا صرف مقصد یہ ہے کہ احباب قوم اُس کی رائے کو سنیں جو اُس نے مشاہدہ حالات سے قائم کی ہے۔ یہ بعد میں معلوم ہو جاوے گا کہ کہاں تک اس کا اندازہ صحیح ہے یا اُس کی رائے کا کیا اثر ہوتا ہے مگر پختہ ذہن میں وہ سمجھتا ہو ہے کہ جو کچھ قدرت کا قانون نتائج پیدا کرتا ہے وہ بھی اُن کے پیدا کرنے میں مدد دینے کے لئے ایک ناچیز آلہ ہے۔

زمانہ اور وقت فیصلہ کریں گے کہ کچھ

کہ وہ کہتا ہو وہ قابلِ پیرا کر

ہے یا نہیں



## باب اول

### تصنیف رسالہ کی ضرورت

اوپر قومی اصلاح  
کر رہی ہیں

چپکہ ہندوستان کی کل قومیں خواہ ہندو خواہ مسلمان اپنے عروج کی خواہاں ہو رہی ہیں اور  
جا بجا اصلاح و رسوم کے مجالس اور ترقی قومی کی تدابیر سوچنے والی کمیٹیاں ہو رہی ہیں۔ حتیٰ کہ قوت  
کوئی قوم بھی اپنی بہتری یا قیام یا ترقی سوچنے سے عاقل نہیں ہے۔ ہمارے بھی خیال پیدا ہوا ہے  
کہ ہمارا غافل رہنا ہمارے لئے یعنی قوم کشمیری پنڈت کے لئے سمٹ مضر ہے۔ گو بد قسمتی سے  
ہماری قوم ایسے متفرق طور پر پہیلی ہوئی ہے۔ کہ وہ سہولتیں جو اور اقوام ہند کو حاصل ہیں۔  
اس کو حاصل نہیں ہیں۔ اور گونجاہ کے کشمیری پنڈت اور ہندوستان کے کشمیری پنڈت  
ایک دوسری سے کئی باتوں میں یکساں عادات و یکساں مزاج و یکساں حوصلہ نہیں رکھتے۔ مگر  
قوم کشمیری پنڈت عموماً خواندہ اور فہمیدہ ہے۔ اور گونجاہی یقیناً ہے کہ وہ رسوم کی پابندی میں اور  
سب قوموں سے سبقت رکھتی ہے تاہم ہمارا امید ہے کہ وہ زمانہ کے مطابق ہو جانے کی کوشش  
عادت کو جو اسمیں اب تقریباً جلتی ہو گئی ہے نہ چھوڑیں گے۔ ہم کئی احباب قوم میں یہ خواہش پاتے  
ہیں کہ وہ اپنی موجودہ حالت میں ترقی کرنے کے خواہاں ہیں۔ اور اپنی رسوم کی اصلاح کے لئے دلس  
خواہش کرتے ہیں۔ اور ایسا تو شاید کوئی بھی کشمیری پنڈت نظر نہیں آتا جو اپنی قوم کی مفصل خبری کو قابل  
غناہ نہ سمجھتا ہو۔ بعض کو اصلاح کا حوصلہ نہیں ہے۔ اور بعض کو کوئی تدبیر نہیں سوچتی۔ ہمارے خیال  
میں اب تک اصلاح نہ ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انکو اپنی کمزوریاں اور اپنے عیب کا حل طور پر  
معلوم نہیں ہیں۔ اور نہ اب تک انکو مثل اس غافل مریض کے جسکو مرنے کی خبر محسوس نہیں  
ہونے اپنے ایندھ نفضان کے اندیشہ کا پورا اندازہ ہوا ہے۔

مراسلہ کشمیر

مراسلہ کشمیر نے کشمیری پنڈتوں کو بہت کچھ جاننے کی کوشش کی اور گو اس نے بہت کامیابی حاصل نہیں  
کی اور گو بہت سے ارباب قوم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ کیا کرے گا۔ مگر ہم اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے

کہ وہ کسوقت جاری ہوا تھا۔ اور اس کے مخاطب کون تھے۔ واقعی جب اسکا اجراء ہوا بہت ہی کم ارباب قوم اس خیال کے تھے جو اس جیب قوم سے متفق ہوں جسکا نام شیونٹراپن رہا۔ مگر کیا کوئی خوشتر اس امر سے انکار کرے گا دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے کچھ کام نہیں کیا۔ ہمارا پورا یقین ہے کہ اس نے قوم کے خیالات میں بہت اثر پیدا کیا۔ مانا کہ بہت عرصہ انکو زینت نصیب نہیں ہوئی مگر اپنے نشان باقی چھوڑ گیا جو چند سال عام نظر سے غائب ہو کر اب زیادہ نمایاں طور پر نمودار ہوئے ہیں۔ ایک مراسلہ کی جگہ اب تین مراسلہ قائم ہوئے ہیں۔

ہم نے یہ سوچا ہے کہ ماہواری قومی رسالے جواب جاری ہیں اور وہ ماہواری قومی رسالہ جو پہلے جاری ہو چکا ہے کشمیری پنڈتوں کی رسوم اور انکی ضروریات پر بات لکھتے ہیں اور لکھتے رہے گا انکا آخر خالی نہیں جاتا وہ خدمت قومی ادا سے کر گئے اور کر رہے ہیں۔ مگر علاوہ انکے ہلکوا کی ایسی خدمت گزار کی بھی ضرورت معلوم ہوئی ہے جو مختصر اپنی قوم کو خوب اور رسوم کی اصلاح کی جائیگا کہ اسے تاکہ ہر ایک میں قوم پر ایک ہی دفنہ اور ایک ہی وقت مجموعی اثر پڑ سکے جس سے ممکن ہے کچھ انقلاب ہو سکے۔ کاش کہ بہہ کام کسی بہتر اور لائق تر ماتحتوں میں ہوتا مگر نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔ اس لہجہ میں اس ناچیز رسالہ میں یہہہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ قوم کشمیری پنڈت کی شادی غمی اور درودہ کی رسومات و رواجات اور مصارف کا ذکر کریں انکی اصلاح کی تھا میر بھی جو ہمارے خیال میں سروسٹ عملاً سہولت سے ہو سکتی ہیں خیلا دیں نیز یہ بھی ذکر کریں کہ زمانہ حال میں انکی کیا کیا ضرورتیں ہیں اپنی مزاج اور عادات میں انکو کیا تغیر کرنا چاہئے اور کیا تغیر ممکن ہے اور انکی میسجور رسوم اور دیگر عیوب کا ذکر کر کے یہ خیلا دیں کہ وہ کس طرح ان عیوب کو ترک کر کے اور قوموں میں مستحضر اور ممتاز قوم بن سکتی ہے۔ ہم ملک کشمیر کے (کشمیری پنڈت) باشندگان حال کے متعلق اس رسالہ میں ذکر نہیں کریں گے ہمارا مقصود صرف ان کشمیری پنڈتوں سے متعلق ہے جو اپنی وطن کو چھوڑ کر انڈیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں۔ - - -

## باب دوم رسم و رواج اور ان کے اطلاق

کسی مصنف نے کچھ کہا ہو کہ ہر ایک قوم کی تائید کی اور تہذیب کے درجہ نہ صرف اس کی ضربا ثنائی معلوم ہو سکتا ہو بلکہ اس سے زیادہ اس کی رسوم و رواجات سے معلوم ہو سکتا ہے اور مرد و عورتوں میں اس قوم کی ترقی موجودہ کی اس قدر شاہد نہیں ہیں جس قدر سابقہ حالت تہذیب یا غیر تہذیب کا پتہ دیتی ہیں۔ جن فلاسفوں نے رواجوں کے مدجزر ان کے ابتداء اور انجام پر غور کیا ہے وہ اس امر پر پہنچے ہیں کہ کوئی رواج بے ضرورت یا بے مصلحت پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی رواج ایسا جاری ہوتا ہے جس سے جاری کرنے والا اپنے خیال میں کوئی فائدہ تصور نہ کرتا ہو۔ اور ایسے رواج کم ہیں کہ جنہوں نے ابتداء میں کچھ نہ کچھ فائدہ نہ پہنچایا ہو۔ گوئی میں اس کے ضرورتاً مناسب بقابلہ منافع و معی طور پر بہت بڑھ گیا ہو۔ مگر اس میں درخشک نہیں ہو کہ چونکہ ضرورت انسانی ہمیشہ بدلتی رہتی ہے اس لئے کوئی رسم یا رواج دوام کے لئے مستقل نہیں ہوتا ہے۔ اپنی ضرورت کے وقت میں وہ بڑا زور رکھتا ہے جیسے کوئی اس کی ضرورت کم ہوتی جاتی ہے۔ اسی قدر اس کا زور کم ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ چند عرصہ کے بعد بعض تو موقوف و معدوم ہو جاتی ہیں۔ بعض اور رواجوں میں مخلوط ہو کر تاہم اپنا نشان کچھ عرصہ تک دیکر رہتے ہیں۔ اور بعض باوجود عدم ضرورت کے بھی خواہ کیسے ہی ناگوار ہوں بڑی عمر دراز ہوتے ہیں۔ اور ایک قوم کی سہمتی کے خاتمہ کے ساتھ ہی ختم ہوتی ہیں۔

قوموں کے مقامی حالات ان کی جماعتی طاقتوں ان کی معاش کے ذریعہ ان کی تعلیم اور ان کی دولت و غل ہمیشہ سے نئے رواج پیدا کرتے چلے آئے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے اور سابقہ رسوم اور رواجوں میں ترمیم کرتے رہے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے کہ تیسری پڑت بھی اسی سلمہ قاعدہ سے بخاوار نہیں کر سکتے۔ بہرہ گزیر نہیں سمجھا چاہئے کہ رواجوں کے ابتدائی بانیوں جو گذر گئے نسل موجودہ کو کم نقل تھے۔ ہرگز نہیں گویا بعض رواجوں کے ظاہری فائدہ سے سابقہ زمانہ کے حالات نہ معلوم ہونے کی وجہ سے محسوس نہیں اور ہم ناہمی یا کم مہمات کی وجہ سے اجراء رواج کا باعث درخت

نہ کہ سکیں تاہم ہم کو اپنے بزرگوں کو تعظیم سے یاد کرنا چاہئے۔ یہ تعجب معلوم ہوگا مگر فی الواقعہ سچ ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی پوری پیروی نہیں کرتے۔ اپنی رواج قدیم کی انداد و سہ پیروی کرتے ہیں اور حسب ضرورت انکو نہیں بدلتے۔ ہم پوری پیروی اس طرح نہیں کرتے کہ ہمارے بزرگ مصلحتاً غیر ضروری رسوم کو بدل دیتے تھے اور بدل دینے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ ہم پیروی کرتے ہیں مگر ہم بدلنے پر مستعد نہیں ہوتے۔ ہم بزرگوں کی رسوم سے نالاں رہتے ہیں۔ اور بزرگوں کی غلطی تصور کرتے ہیں۔ مگر ہمارے بزرگوں نے کوئی وصیت نہیں کی تھی۔ کہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ہی تم رسوم مت بدلو۔ انہیں بزرگوں کی طرز عمل سے اگر ہم صحیح نتیجہ پیدا کرنا چاہیں تو فوراً یقین ہو جاویگا کہ وہ اپنے بعض مقررہ اصول مذہب کے سوائے باقی رسوم میں ترمیم سچ حسب ضرورت کرتے رہے ہیں۔ کیا کل ہند کے موجودہ کشمیری پنڈت بھنہ دی کشمیری پنڈت ہیں جو کشمیر سے آئے تھے یا ان کشمیریوں کے ہم عادات و ہم خیال ہیں جو اس وقت کشمیر میں رہتے ہیں؟ کیا ہم نہیں جانتے کہ زمانہ کی ضرورتوں اور مصلحتوں نے انکو کس قدر بدلا ہے؟

یہ سچ ہے کہ کئی رسوم اس قدر عرصہ کی پیروی کے بعد ہم لوگوں کو اس قدر عزیز ہو گئی ہیں۔ کہ ہم انکو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ بعض پرانی عادتیں جنکو بے لگ تشفی لفظ جیب سے بھرتی ہیں بعض اشخاص پر اس قدر غلبہ رکھتی ہیں کہ وہ اگر چاہیں ہی تو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم یہ یقین دلاتے ہیں کہ وہ صاحب جو یہ خوف رکھتے ہیں کہ کشمیری قوم رسوم کی اتنی گردیدہ ہے کہ وہ کبھی رسوم میں تبدیلی نہیں کریں گی۔ قانون قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کرتے۔ چنانچہ غاندھین نیز ہم خود اہم ماند (حافظ) البتہ اس بات کے ہم بھی قائل ہیں کہ کشمیریوں میں اصلاح کی رفتار تیز نہ ہوگی۔ اور دیگر اہل ہندو اُن سے پچھلے اصلاح پذیر ہو جائیں گے۔

کشمیری قوم اس کی وجہ بھی صاف ہے کہ کشمیری قوم بالکل نرالی حالت میں رہی اور اٹنک ہے۔ ہم کی اور قوم کا ایسا تپہ نہیں لگا سکتے۔ جو کشمیری قوم کے مشابہ ہو۔ جو بعض قومیں دوسرے ملکوں سے آکر ہندوستان میں آباد ہوئیں۔ انہوں نے اپنے وطن سے قطع تعلق کر لیا۔ ہم کی ایسا نہیں کیا۔

کشمیری قوم  
نرالی ہے

ہمارا کشمیر سے تعلق برابر رہا۔ ہمارے گرو اور ہمارے باورچی ہمیشہ کشمیر سے آئے رہے ہماری شادی کشمیر میں ہوتی رہیں اور قوم میں جو وطن چھوڑ کر ہندوستان میں آئیں وہ یہاں شادی بیاہ غیر قوموں میں کرنے لگیں۔ اور انہوں نے انہیں میں مخلوط ہو کر رسم و رواج انکی اختیار کر کے بعض اور قومیں جو آئیں انہوں نے ہندوستان کے شہروں میں سکونت مستقر اختیار کر کے اپنی برادری اور بیل جوں کے اعلیٰ سفر کر لئے۔ ہم کو کمری پیشہ رہے کبھی ایک صوبہ میں کبھی دوسرے صوبہ میں جاتے رہے۔ اور اپنے خیالات کا تبادلہ کر سکے۔ جہاں گئے وہاں رسوم مقامی بھی اختیار کر لیں مگر اپنی رسوم بھی قائم رکھیں۔

پرانے زمانہ میں اس قدر دور دور از مقامات پر ہماری قوم متفرق طور پر پراگندہ رہی جہاں معمولی رسل رسائل کی بھی سخت دقت رہتی رہی۔ یہہی وجہ رہی کہ کبھی مختلف شہروں کی برادری کا یکجا اجتماع نہ ہو سکتا تھا۔ صرف شادیوں پر ایک شہر کی برادری کے چند لوگ دوسرے شہر کی برادری پر باہم مل سکتے تھے۔ مگر اب وہ بات نہیں ہے۔ مایلی اور ڈاک اور پارس نے بہت بہتوں پیدا کر دی ہیں۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہر ایک مقام کی برادری کے خیالات دوسرے مقام کی برادری کے گوش گزار ہو کر کبھی نہ کبھی (خواہ تاخیر ہو جاوے) اپنا اثر پیدا کریں گے۔ چنانچہ اسوقت ایک انجمن ہی کشمیری پنڈت صاحبان کے لاہور میں جاری ہو گئی \* لکھنؤ میں سوشل کالفرنس کے جلسے بھی ہونے لگے اور تین رسالے قومی فہمت

اور اصلاح کیلئے جاری ہو گئے۔ یہ بیانات بڑی امید دلانے والے ہیں

پس ہر کوئی قوم کی رسم و رواج میں اصلاح کی امید ہو

نہونا چاہئے۔ یہ ممکن نہیں کہ انہیں غیر تبدیل

نہو زمانہ ہمیشہ بدلتا رہا اور یہ

قوم بھی بدلے

گی۔

خیالات کا  
تبادلہ



## باب سویم کشمیری پنڈت کے کیرکڑا کا خاکہ

قبل ازیں کہ ہم اپنی قوم کی سابقہ و حال کی ترقی یا تزلزل کا ذکر کریں۔ ہم کو اس کشمیری پنڈت کا خاکہ دیکھنا ضروری ہے جو اپنے ملک کو چھوڑ کر ہند کے مختلف ملکوں میں معاش پیدا کر رہا اور اب بھی سلاکتا رہا ہے۔ بہتر تو نا کہ غیر قوم کا کوئی منصف مزاج آدمی اس خاکہ کو کہہ دیتا۔ کوئی انسان خود ہی اپنی تصویر اچھی نہیں کہہ دیتا۔ اپنی تصویر ہم اس لئے کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی قوم میں سے ہیں (کیونکہ اپنے عیب و صواب پوری طرح سے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتے۔ اگر ہم کسی غیر قوم کے خاکہ کی تصویر کبھی ہوئی نقل کرتے تو ہم کو خوف یہ تھا کہ وہ سب سبائے سے کبھی ہوئی ہیں اور صحیح نہیں ہیں۔ یہ امر ضرور ہم کو نا دم کرتا ہے کہ کیوں اس قدر جو کسی اور قوم کی نہیں ہوئی ہے جس قدر ہماری قوم کی ہوتی رہی ہے۔ سودا اور حاکمین جیسے شاعروں کو کیوں باجی بننا پڑا۔ خواہ اس قدر عیوب ہم میں ہوں جو وہ بیان کر گئے ہیں مگر عیوب ضرور ہیں۔ اس لئے اس میں کوئی شرم کی بات نہیں کہ ہم اپنے عیوب کو خود ہی پہچانیں اور انکی اصلاح کی کوشش کریں۔ اور نہ ہم اس میں کوئی عیب تصور کرتے ہیں کہ ہم کیوں نہ اپنی قوم کے عیب انکو یاد دلایں۔ دوست انسانیت کے عوائب دوست بہیمو آئینہ روبرو گوید۔ جو خاکہ ہم نے ذیل میں کہہ دیا ہے اس میں امید ہے کہ ہماری سفر میں قوم ناراض نہ ہونگے۔ کیونکہ وہ نیک نیتی سے کہہ گیا ہے۔ اس قدر البتہ ہم مانتے ہیں کہ انگریزی تعلیم نے ہماری قوم کے اخلاق پر کئی اثر ڈالے ہیں۔ اور آئینہ ڈالے گی۔ انگریزی تعلیم میں کوئی نئے عیب بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ مثلاً شراب خواری، بجا آزادی اور بزرگوں کی تعظیم میں کمی وغیرہ وغیرہ۔ مگر ساقی اُس کے حب الوطنی۔ نیک چلنی راست گفتاری۔ ہمدردی کی خوبیاں از یاد ہوئی ہیں۔ ہم اس مقابلہ کو زیادہ غایاں طور پر جستلانا نہیں چاہتے کہ اس میں کئی دلوں کو رنج پہونچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔

ہمارا اس خاکہ کہنے سے نہ صرف یہی مدعا ہے کہ ہم یہ کہہ لیں کہ کیوں ہم سابقہ زمانہ میں



کامیاب ہوتے رہے ہیں یا مستوجبِ جحیم ہوتے رہے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر ہمارا اشتیاق یہ ہے کہ ہم اپنے عیبوں سے آگاہ ہوں اور ان کو رفع کرنے کی کوشش کریں تاکہ ان عیبوں کی ضرر دور ہوں اور جن عیبوں نے رسومِ معیوب پیدا کر دی ہیں وہ ان عیبوں کے رفع ہونے سے خود بخود مسدود ہو جائیں۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ کوئی قوم بے عیب ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ کوئی تنفس بے عیب نہیں ہو سکتا ویسا ہی کوئی قوم بے عیب نہیں ہو سکتی مگر ماںِ استقامت ہو سکتا ہے کہ عیبوں کی تعداد نسبتاً کم ہو سکتی ہے۔ اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ اس خاکہ کے جملہ عیب و صواب ہر ایک شمیری میں موجود ہیں مستثنیات اس خاکہ سے خارج ہیں۔ اور نہ کسی صاحب کی ذات خاص خاکہ کہنچنے میں ذہن نشین رکھی گئی ہے اور نہ کسی صاحب کی جانب روئے سخن ہے۔

(۱) گورنمنٹ وقت کی وفاداری ہمیشہ سے کشمیری پنڈت کا شعار رہا ہے وہ پورا قلبین کرتا ہے کہ وہ خود کبھی کسی ملک کی خود مختار حکمرانی کے قابل نہیں ہے اس لئے کبھی یہ تمنا نہیں کرتا کہ زمانہ موجودہ وقت میں انقلاب ہو بلکہ اپنے آپ کو وقت کے مطابق کر لیتا رہا ہے اور آج تک ہمیشہ وفادار گنا گیا ہے۔ خواہ کسی حکومت کا دور دورہ ہو جانتا ہے کہ امن میں اسکی کامیابی ہے۔

(۲) پنڈت کشمیری خوش خور۔ خوش پوش۔ خوش مزاج۔ خوبصورت۔ ظریف طبع اور رنگین مزاج ہوتا ہے۔ اسکا میلان طبع عیاشی کی جانب زیادہ ہوتا ہے (عیاشی سے مراد نہ صرف بد وضع کی اخلاقی ہے بلکہ سبب عیش و عشرت امیرانہ بھی شامل ہے) شاعری کا مذاق رکھتا ہے اور علم موسیقی سے بھی ذوق رکھتا ہے۔

(۳) طبیعت میں عیب جوی و نکتہ چینی بھی موجود ہے۔ جو شاعر مزاج اور موسیقی پسند کے لئے ضروری ہے انہیں تتبع و تقلید کا مادہ حد سے زیادہ بڑھا ہوا ہے جن حکومت میں ہوگا ویسا ہی رنگ بدلے گا جس فرقہ سے اختلاف ہوگا انکی مانڈ ہو جاوے گا جس ملک

میں رنگا رنگ اور یہ اختیار کر لیا کہ اس ملک کے اصلی باشندہ اور کشمیری میں فرق بہت کم ہوگا۔

(۴) زبان کے سیکھنے میں کشمیری ہندو خاص جوہر رکھتا ہے اور بہت جلد غیر زبان بولنے لگتا ہے۔

نہ صرف غیر زبان جلدی سیکھنے کا مادہ رکھتا ہے بلکہ تقاطعی اور ستانی میں کسی غیر قوم کو متاثر نہیں کرتا۔ انشا پر داری میں کشمیری اچھی دست رس کہتا ہے۔ اور رنگین الفاظ کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اُن علوم میں جہاں دماغ کو زیادہ تکلیف ہو اور دماغی طاقتوں سے سوائے حافظہ کے زیادہ کام لینا پڑے۔

گریز کرتا ہے۔ مثلاً ریاضی و دقیق سائنس۔ فصاحت و بلاغت کو بہت پسند کرتا ہے اور اسکو جلد اخذ کرتا ہے۔ ہر ایک خوبصورت چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔ اور عام مذاق خوبصورت پسند ہوتا ہے۔

اسی لئے حُسن پرست ہوتا ہے اسکی طبیعت ذکی اور سن ملدہ ہوتا ہے اور ہر ایک معاملہ ذہنی کو خوب سمجھتا ہے۔ اور اپنے افسر یا دیگر کام کو خوش کرنے کی اس میں خاص قابلیت ہے۔ میل جول سوسائٹی کو بہت

پسند کرتا ہے اور ہر ایک قسم کی سوسائٹی میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور اس میں پورا پورا حصہ لیتا ہے۔

جس سوسائٹی میں ملتا ہے شروع میں بہت فروغ پاتا ہے۔ اور اُس سوسائٹی کے ممبر اسکو بہت

پسند کرتے ہیں۔ مگر آخر میں اُسکے ساتھ موافقت نہیں رہتی۔ کیونکہ دراصل وہ غیر سوسائٹی کا پورا

ہم مزاج نہیں ہے۔

(۶) خرچ کے بارہ میں اندازہ سے زیادہ صرف کرنے کو تیار رہتا ہے اگر اس میں اپنا حفظ نفس شامل ہو۔

یا راجی رسوم کا ادا کرنا منظور ہو۔ خیرات کے اصول کی قدر اپنے عیش کے ماتحت رکھتا ہے۔

مگر روپیہ کی محبت اُس پر غالب نہیں ہے۔ اور نہ روپیہ کو فی نفسہ کوئی قابل قدر چیز سمجھتا ہے۔ یعنی

بخیل نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کو میل جول نے اُسے نہ صرف ہماں نواز بنا دیا ہے۔ بلکہ فضول خرچ بھی

کر دیا ہے۔

(۷) رسوم کے بدلنے میں بہت سُست ہے اور رسوم کے هجوم سے دل میں گھبراتا ہے مگر باوجود

اُسکے اپنی قوم کا دباؤ اس قدر سمجھتا ہے کہ انکی پوری پوری پیروی کرتا ہے خواہ اُن رسوم کی مصلحت کا

خود متقدّم ہو۔

(۸) خود غرضی اور حُب قوم اُس میں عجیب طرح سے آمیزش رکھتی ہیں۔ اپنی قوم کا فروغ کو گودل سے چاہتا ہے مگر اپنے ذاتی ذریعہ سے اُس فروغ کے ہونے سے ڈرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دیگر ممالک سے اہلیان قوم فروغ پائیں۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کے عروج پر گو قدرے حاسد ہے مگر سمجھدار ہے۔ حسد کے خیال کو یہاں تک منقبض کرتا ہے کہ حسد قریب قریب رائی کر دیتا ہے۔ خود غرضی نے اُسکو اس قدر کم حوصلہ کر دیا ہے کہ اگر ذرا بھی یہ سمجھتا ہو کہ اُسکی کسی کارروائی سے کسی اہل قوم کو فائدہ پہونچے گا۔ اور اُس کارروائی سے اس کی اپنی حالت پر اثر پڑے گا اسکاں ہے تو اپنی اہل قوم کو گریز کرتا ہے۔ بسا اوقات اپنے نقصان کا احتمال خیال بھی پیدا کر لیتا ہے۔

(۹) اگر کسی ایسے موقع پر ہوگا جہاں غیر قوم کی دو پارٹیاں ہوں۔ یعنی دو فرقے باہم دیگر مخالف ہوں۔ تو چونکہ وہ اجنبی ہوتا ہے ایک کے ساتھ نہیں رہتا دونوں سے اس طرح کی ساز و باز کہنے کی کوشش کرتا ہے جس سے دونوں اُسکے دوست بنے رہیں۔ اور اُسکی مطلب برآری ہوتی رہے۔ نسبتاً بڑا پارٹی کا زیادہ مددگار رہتا ہے۔ اس ڈبل پالیسی سے اکثر اُس نے مفاد اُٹھایا ہے۔ بعض اوقات اُسکو اور طریقہ سے نقصان بھی ہوتا ہے۔ جہاں موقع ملے خواہ خواہ غیر قوم کے آپس کی تنازعات سے حظ حاصل کرتا ہے اور سبیل بنا بے بد فائدہ تصور کرتا ہے۔

(۱۰) غیر قوموں سے اُسکا اتحاد صرف بظاہر ہوتا ہے اور اجنبی ہونے کی وجہ سے خائف رہتا ہے کہ مبادا غیر قوموں میں زیادہ اختلاط سے اُسکی پالیسی کو وہ واقف ہو کر اُسکی تخریب نکریں اس لئے اپنا راز دل غیر قوم پر آشکارا نہیں کرتا۔ اور غیر قومیں اس کے رویہ کو نگاری تصور کر کے اُس سے بدظن رہتی ہیں۔ حالانکہ وہ صرف حفاظت خود اختیاری کرتا ہے۔

(۱۱) گو مضبوط قوی اور جانی طاقت اچھی رکھتا ہے مگر دل نہیں رکھتا۔ فن سپاہ گری یا اور اندیشہ کے کام سے کوسوں ہٹا کھتا ہے۔ اور اپنی جان کو حد سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک معمولی عارضہ کو فوراً مہلک سمجھ کر بے حوصلہ ہو جاتا ہے۔ امیائش اور اس کی پسند کرتا ہے۔ تن پروری سب سے زیادہ

حُب وطن  
خود غرضی

پارٹی بین  
اُسکا شمار

غیر قوموں سے  
مسلق

جسمانی طاقت

مذکور کرتا ہے۔

(۱۲) اُس میں دلیری اور شجاعت کا نام و نشان نہیں ہے اور نہ مارل کرچ رکھنا ہے یعنی عام راے کے مخالف کوئی کام نہیں کر سکتا اگر اپنی راے اُسکے مخالف ہو تو اُسکو علانیہ بیان نہیں کرتا جہاں جان کا خطرہ ہو اُس کام کے نزدیک نہیں جاتا۔ اور گفتگو ظاہر ایسی کرتا ہے کہ گویا رستم زمان ہے۔ مگر نہایت بودہ اور کم دل ہوتا ہے۔

(۱۳) باوجود بے حوصلہ ہونے کے انتظام کی قابلیت اچھی رکھتا ہے اور دیگر اشخاص کو جج کر کے اُن سے کام لینا اچھا جانتا ہے۔ اپنی ذمہ داری اور حوصلہ پر حکمرانی کی قوت نہیں رکھتا۔ مگر صلاح کار اور شیر اور مدبیریت عمدہ ہوتا ہے تجا و زیریت عمدہ بتلاتا ہی ترکیب انتظام اور سیاست مدن عمدہ بتلا سکتا ہے جس سے حکمران خوش ہوا و پسند کرے۔ اندیشہ کی دور اندیشی بہت اچھی رکھتا ہے اور حکمران کو منافقت پر بتلاتا ہے۔ آئینہ کی آئینوں یا تکلیفوں یا مشکلوں کا اندازہ خوب کرتا ہے اور اُسکی تدابیر بھی مقبول ہوتا ہے مگر خود مصیبت کے وقت بے دست دیا ہو جاتا ہے اور اپنے حوصلہ سے کام نہیں کر سکتا۔

(۱۴) کتابت اور خوش نویسی میں اچھی قابلیت رکھتا ہے اور ششی اور کلارک بھی بہت عمدہ بنتا ہے۔ سرکاری ملازمت خواہ کسی صیغہ کی ہو سوائے جنگی صیغہ کے بہت عمدہ کر سکتا ہے لیفت کی فائش کی قابلیت بہت رکھتا ہے اور محفوظی سی ایف ایف کو اپنی ذکاوت سے بہت عمدہ صیقل کرتا ہے۔

(۱۵) اصول مذہب میں بہت بے پرواہ اور لافرض ہوتا ہے۔ تعصب مذہبی یا جوش مذہبی بہت ہی کم رکھتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگ اُس سے بہت نفرت نہیں کرتے۔ مگر باوجود اسکے بھی مذہبی رسومات کو من و عن ادا کرتا ہے گو خود عبادت کم کرتا ہے۔ مگر عابدوں اور زاہدوں سے نفرت نہیں ہے۔ حتی الامکان

شجاعت و حوصلہ

تدبیر کی بیانت

اصول مذہب

گناہ سے گریز کرتا ہے۔

(۱۷) اگر خاطر خواہ اسودہ نہیں ہے تو دیانت دار نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس کے اخراجات اس کو دیانت دار رہنے نہیں دیتے۔ روپیہ کی محبت اتنی غالب نہیں ہوتی کہ صرف اسی لالچ میں مبتلا ہو۔

[دیانت داری]

اکثر لوگوں کا میلان طبع ہوتا ہے کہ انکو دوسری قوم کے عیوب زیادہ نمایاں معلوم ہوتی ہیں اور اس کی خوبیوں پر نگاہ نہیں ہوتی۔ اور بہت سے لوگ غیر قوموں کی نسبت رائے قائم کرنے میں یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کن حالت سے کسی قوم کا کیر کڑ بڑا ہے۔ اسی لئے کئی قومیں خاص طور پر ناحق بدنام ہیں۔ حالانکہ عیب جو نکتہ چینییوں کو ایک قوم کے اوصاف و عیوب کا مجموعی اثر دیکھنا چاہئے۔ اور یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جس قوم میں سے وہ خود ہیں اس کے عیب و صواب نسبت کیا ہیں۔ قوم کشمیری بھی اسی عام غلط فہمی سے بدنام ہے۔ ورنہ اس میں اتنی برائیاں نہیں ہیں۔ جتنی غیر قوموں کے لوگ اُس میں سمجھتے

ہیں۔ اپنی آنکھ میں شہتیر معلوم نہیں ہوتا۔

اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا

بھی معلوم ہوتا

ہے

+

## باب چہارم

### زمانہ سابق اور سال کا مقابلہ

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جوہیپ و صواب کشمیری پنڈت کے کہنے بیان کئے ہیں وہ اُس نے بھنی و خوشی خود حاصل نہیں کئے ہیں۔ ضروریات وقت نے یہ عادات پیدا کر دی ہیں گو بعض وہ خود اپنے ملک سے یعنی کشمیر سے اپنی ہمراہ وراثت لگایا ہے۔

جب ہم یہ یاد کریں کہ سطح سے ہمارے آبا اور اجداد کشمیر چھوڑ کر ہندوستان کے مختلف حصوں میں آئے ہیں۔ تو معلوم ہوگا کہ بعض مذہبی تشدد سے ملک چھوڑ کر آئے ہیں۔ بعض قحط سال کی وجہ سے آئے ہیں۔ بعض لوگری کی تلاش میں آئے۔ اور بعض بکر بہت کم بطریق سیر آئے ہیں۔ انگریزوں نے ملک کی عادات جو انہیں پہلے سے موجود تھیں۔ انکی کامیابی کا باعث ہوئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی ہندو ریاستوں اور خود سلطنت مغلیہ نے انکی قدر کی۔ اعلیٰ عہد و سپر مامور ہو کر بہت اعزاز پایا۔

رفتہ رفتہ ایک مختصر قوم ان غریب الوطن کی ہندوستان میں قائم ہو گئی۔ جو اہل قلم شہر کی گئی۔ اور کئی پشت تک وہ سلطنت وقت میں ممتاز رہی۔ انکی خوش مزاجی انکی انشا پر داری اور بیک مشیری مدبری اور ذکاوت طبع اور بے تعصبی نے حکمران وقت کے دلیں انکو لئے جگہ پیدا کر دی پنڈت مندرام نے سرحد ہند پر اپنا نام کا سکھ لکھ کیا۔ دیوان اچودھیا پر شاہ صاحب ہارنا

رجیت سنگھ کی فوجوں کی گاہے گاہے کمان کرتے رہے۔ راجہ ویتانا تھ صاحب نے پنجاب کی حکومت کی۔ کرنیل بلر تھی تھ صاحب فوج سکھ کے کرنیل رہے (وہی منزلت انکو انگریزی فوجیں)

حاصل رہی۔ علی ہندوستان کی کئی ریاستوں میں مدار المہام رہے اور مغلیہ سلطنت کے ہر ایک صیغہ ملازمت میں فروغ پایا۔ عالمگیر جیسے معتصب بادشاہ کو کشمیری منشویں کی ضرورت پڑی۔ نظم کے میدان میں بھی کمی نہ کی کشمیر جیسے لایزال شاعر پیدا ہوئے۔ غرض خوب دن تھے اقبال

غلام تھا۔ ہزاروں اور لاکھوں روپیہ پیدا کئے۔ اور خرچ کئے۔ امیرانہ زندگیاں بسر کیں۔ اور بہت عرصہ تک وہ اپنی حالت میں خوش رہے۔ گویا انہوں نے زمانہ کے ساتھ اپنی رفتار بدلی۔ اپنی عادتیں بدلیں۔ اپنی زبان بدلی۔ اپنا لباس بدلا۔ حتیٰ کہ نژاداری کی محفلوں میں مرثیے تک پڑھے۔ مگر اپنی شخصیت تبدیل۔ یعنی غیر قوم میں شادی نہ کی۔ کشمیری رسومات کو چھوڑا۔ اپنی زبان کشمیری بھی ٹوٹی۔ پہوٹی قایم رکھی۔ بعض گوجاگیر دار اور زمیندار اور صاحب مکانات بھی ہونے سے جاگیر ادیں پیدا کیں۔ مستقل سکونت اختیار کی۔ مگر کشمیری قطع تعلق نہیں کیا۔ اکثر وہ کسی مقام پر مستقل سکونت اختیار نہیں کی۔ کشمیری ہی پر دہشت اور کشمیری ہی باورچی رکھے۔ اور کشمیری رسوم کو برابر نبھاتے رہے جس ملک میں آباد ہوئے اسکی رسوم اپنی سابقہ رسوم پر اڑا دیں۔ مگر اپنی کشمیری رسمیں نہ چھوڑیں۔ بڑے بڑے انقلاب آئے اور گزر گئے۔ مگر کشمیری پنڈت وہی رہا۔ جواب ہے۔ کہیں غل بچہ کی صورت۔ کہیں مزارنش۔ کہیں پٹھان کی صورت۔ کہیں برہمن۔ کہیں سکھ اور کہیں کھاری اور منشی ہونا رہا۔ مگر جب ٹھٹھو تو وہی کشمیری معلوم ہوگا۔ مگر زمانہ حال کی تعلیم اور ضروریات بہت زبردست اثر کنہ والی ہیں۔ دیکھئے کہاننگ کشمیری اب کشمیری رہنا ہے۔

## زمانہ حال

انگریزی زمانہ میں کشمیری پنڈت یہ بھی اسی طرح اثر پڑا جیسا کہ دیگر اقوام ہند پر انگریزی تعلیم نے اسکی خصلتوں کو قدرے تبدیل کیا۔ اور کئی عیوب اس میں سے رفع ہو گئے اور کئی اور ایراد ہو گئے۔ مگر نقل کی عادت طبیعت سے نہ گئی۔ بجائے عمامہ و دستار کے کوٹ و پتلون پہننے لگا۔ اور بجائے عربی متولوں اور دہلی و کلکتہ کے اردوئے معلیٰ کے انگریزی بولنے لگ گیا۔ مگر انہیں لوگری کی قابلیت کے سوار اور کسی لیاقت نے محسوس ترقی اب تک نہیں کی۔ ریاستوں میں مثل سابق ابھی تک اسکا قدم ہے۔ گویا نسبت سابق اعزاز کم ہے۔ انگریزی زمانہ میں ہی اس نے سوائے سپاہ گری کے اور ہر قسم کے صیغہ ملازمت میں اچھی ترقی کی اور جو عہدے

اگلے سے اگلے دیسیوں کے لئے گورنمنٹ نے دیئے منظور کئے حاصل کئے۔ انہی کورٹ حکمت کی بھی ایک کو دیسیوں کے لئے اختلاج کیا۔ مگر اب روز بروز زمانہ بدل رہا ہے۔ اور ہر روز نئی تکلیفیں اسکے لئے پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ سابق اسکے ساتھ ہندو میں صرف کائنات یا برہمن کی قوم ملازمت میں اسکی رقیب تھی۔ اور علاوہ اہل اسلام کی صرف انہیں دو اقوام سے اسکا مقابلہ رہتا تھا اور وہ مقابلہ بھی انھیں ممالک تک محدود رہتا تھا جہاں کہ وہ رہتا ہو۔ کل ہند کی اقوام کے ساتھ اور کل ہند ہند میں مقابلہ نہ کرنا پڑتا تھا۔ بوجہ محدود ہونے مقابلہ کے وہ عموماً اپنی ذکاوت سے کامیاب رہتا تھا اور معیشت کے سامان کی اسقدر وقت نہ تھی۔ اوائل زمانہ انگریزی میں زیادہ اعلیٰ تعلیم کی بھی ضرورت نہ تھی۔ اور بجائے کثرت متلاشیاں روزگار کے گورنمنٹ کو پڑے تھے لوگوں کی سخت ضرورت نہ تھی تھی۔ کیونکہ تعلیم کی وجوہ سے اسقدر عام نہ تھی۔ اور یہ ہی وجہ تھی کہ شروع عملداری انگریزی میں کشمیری پنڈتاں اچھے عہد و سپرنٹھے۔ اور مالدار تھے۔ آمدنی اسقدر کافی ہوتی تھی کہ گویا اوقات وہ ناجائز وسائل سے تھی کہ ہر ایک قسم کی رسومات مذہبی مقامی و قومی وہ سہولیت سے انجام دیتے رہے۔ سوائے لوگری کے دیگر پیشہ میں اسکو داخل ہونے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ اور بوجہ فراغت روزگار کے وہ اپنی قیود مذہبی کو برابر قائم رکھتا رہے۔ ازرانی اجناس ہی اسقدر تھی کہ اسکو شاذ ہی کبھی زندگی بسر کرنے کے سامان تلاش کرنے میں وقت واقع ہوئی ہو۔ اب چند سال سے مگر انگریزی نے ملازمت کے لئے سخت قیود مقرر کر دی ہیں جس سے امید ہے کہ آئندہ روز بروز اور بھی مشکلیں پڑیں گی۔

## حال کی تعلیم کی وقتیں

یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کیا کیا وقتیں اب لوگری کے بارہ میں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور پھر ان کے ہم یہ ذکر کریں گے کہ ان شکلوں کا سطح مقابلہ کیا جاوے۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ تعلیم کا اب کیا حال ہے۔ سوچی دیکھی۔ جولاء ہے۔ زمیندار ہر قوم کے آدمی تعلیم میں مصروف ہیں۔ اور ملازمت کا احاطہ بھی کل ہند تک وسیع ہو گیا ہے۔ اور اب ہر ایک



قوم سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ پہر اسپر ہیہ حال کیکہ سرکار نگری نے بہہ اصول ترک کر دیا ہے کہ کسی ملازمت کے لئے بہترین شخص پسند کرے۔ خواہ وہ کسی ملک یا کسی فرقہ یا مذہب کا ہو۔

اپہ مارگی گورنٹ کا یہہ شعار ہو رہا ہے۔ کہ سرکاری ملازمتیں قوموں کے لحاظ سے قریباً بھدہ سدی تقسیم کیجاتی ہیں۔ اور مونا نصف سلمان اور نصف ہندو کو ملتی ہیں۔ اور سکہ صاحبان کو حقوق علاوہ رہے۔ کو سکہوں کو مدت تک ہندو کی قوم میں شمار کیا جاتا تھا۔ اب وہ بھی تیسرے حصہ ملازمت کا پنجاب میں دعوے کرتے ہیں۔ اور گورنٹ بھی اس تقسیم کے تسلیم کرنے پر آمادہ معلوم ہوتی ہے۔ یہہ ظاہر ہے کہ قوم کشمیری پنڈتاں علیحدہ اور خاص حقوق رکھنے کی کوئی وجہ نہیں رکھتی ہے۔ اور جقدر اسامیاں ہندو کے حصہ میں آئیں گی اس میں وہ بھدہ سدی حصہ لگی۔

اسپر اکتفا نہیں ہے۔ پہر یہ ضرور ہے کہ امیدوار کم از کم ٹکل پاس کیا ہووے۔ اور وہ سے زیادہ اسامی کے لئے وہ انٹرنل پاس کیا ہووے۔ اور نائب تحصیلداری کے لئے انٹرنل۔ اور نصفی اور اکثر اسٹنٹی کے مقابلہ کے امتحان کر بی اے ہونا ضروری ہے۔ اور کالت کے کچھ بی اے کی شرط ہے۔ ٹیکل میں فرسٹ آرٹس اور انجینئرنگ میں فرسٹ آرٹس ضروری ہے۔

اور ان پٹیکو اور کوکریوں کی محکمہ کے ڈیپارٹمنٹل امتحان علاوہ ہیں۔ ان میں قبل کوئنٹ وغیرہ کے امتحانات علاوہ ہیں۔ خلاصہ یہہ ہے۔ کہ اب شاید ہے کوئی لوکری بنیہ علی تعلیم کی سند کے مل سکتی ہے۔ اسپر یہ اور وقت ہے کہ مصارف تعلیم کس قدر بڑھ گئی ہیں۔ چہ جائے کہ پہلے ایک کتاب کی تعلیم جس میں ہر اے نام کچھ خچ ہوتا تھا۔ اور گستاں بوستان معمولی درسی کتاب میں پڑھ کر منشی ہو جایا کرتے تھے۔ اب درس کا بہ عالم ہے کہ کچھ ٹھکانا ہی نہیں۔ چوٹے چوٹے بچوں کو اپنی طاقت سے زیادہ مضامین پڑھنے پڑتے ہیں۔ اور اس قدر جوڑا نہیں ہوتا ہے کہ کہیلنا کو نادر کنار انکو دن رات میں کہنا کہانے کا بھی وقت نہیں ملتا۔

فیس درس بھی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ خواہ غریب خواہ امیر سب پر کوئی تعلیم کا پڑا بہاری بوجہ پڑتا ہے۔ اور مدرسوں کی تعلیم کا یہہ حال ہو رہا ہے۔ کہ چھ گھنٹہ کی صرف حاضر باشی ہے۔ تعلیم درویش

ملازمت کی تقسیم

اعلیٰ تعلیم کی ضرورت

کچھ تعلیم نہیں دیتے۔ صرف گھر پر سبق یاد کرنے کی ہدایت چہ کہ پیش ختم کر کے گذشتہ روز کا کام کیا ہوا جو طالب علم نے گھر پر کیا تھا۔ ملاحظہ کر کے اپنی خرافانی منصبی کو ختم سمجھتے ہیں۔ اُسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص کو ایک معلم گھر پر علیحدہ خرچ سے علاوہ رکھنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ علم بھی قابل غور ہے کہ جس قوم میں ہمیشہ سے پڑھنے لکھنے کے پرگزارہ رہا ہے۔ اُسکے رمانع بھی ٹھکے ہوئے ہوتے ہیں اور گواہیں سورتی قابلیت موجود ہو۔ بنسبت ان قوموں کے جنہوں نے اب تعلیم شروع کی ہے پُرانی اہل تعلیم قوم بہت کم ترقی کرتی ہے۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ کشمیری پنڈت پرانے زمانہ میں سوا اہلکاری کسے کچھ طریق معاش کی نہ تو ضرورت رکھتے تھے اور نہ قابلیت رکھتے تھے۔ زراعت کو دوکانداری حرفت اور صنعت کو ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور سپہ گری تو انکی طبیعت کے ناموافق تھی۔ زمانہ حال میں لوہری کی قلت اس قدر ہو گئی ہے۔ کہ اب بھکوپنا احاطہ معاش وسیع کرنا پڑیگا۔ مگر عمارت لکھو بے شمار رکاوٹیں ہیں۔ دیکھنا چاہیے کہ دیگر اقوام کو نسبتاً کہاں تک پہنچائیں ہیں۔

دیگر امور کو چھوڑ کر ہم خاص طور پر طلباء بورڈنگ کا ذکر کریں گے۔ ہمارے قومی رسالوں میں آج کل زور دیا گیا ہے۔ کہ ایک بورڈنگ ہو س کشمیری طلباء کے لئے کسی کالج کے مقام پر قائم ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ اسکی ضرورت اسی لئے ہوئی ہے کہ بغیر کالج کے پڑھائی کی تعلیم میسر نہیں آسکتی۔ دیگر اقوام کو یہ آسانی حاصل ہے۔ کہ اور سب ہندوؤں کے لڑکے کچھ خوراک کھا سکتے اور یکجا رہ سکتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو تو مطلق کوئی دقت ہی نہیں ہے۔ کشمیری پنڈت کسی بورڈنگ میں داخل ہونیکے قابل اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ کسی دیگر قوم کے (خواہ وہ برہمن اور اعلیٰ برہمن ہے کیوں نہ ہو) ماتھے کا پکا ہوا اکھانا کھانے سے ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں دیگر اقوام کو اپنے لڑکوں کو ولایت بھیجتے ہیں کس قدر آسانی ہے۔ اور ہماری قوم کو کس قدر دقت ہے۔ ایک کشمیری پنڈت ولایت گیا تھا۔ اُسکے واپس آنے پر برادری میں دو فریق ہو گئے۔ ایک دوسرے سے خور و نوش بند ہو گیا جسکے معنی یہ ہیں کہ کوئی اور صاحب اپنے لڑکوں کو ولایت کی تعلیم کے لئے بھیجنے کی مبادرت نہ کرے۔ حالانکہ اب لوگ جانتے ہیں کہ ولایت کی تعلیم کو بغیر کوئی شخص ہندوستان میں پڑھ کر بغیر سٹر نہیں ہو سکتا۔ سوکل

نہیں ہو سکتا۔ سول سرجن یا فوجی سرجن نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نہ انجیرنگ یا جھکات یا زراعت کے محکمہ میں کوئی اعلیٰ عہدہ پاسکتا ہے

زمانہ حال کے صرف  
حال کو طرز معاشرت کے طریقوں نے بھی اخراجات ہر ایک شخص کے بڑا دے دیے ہیں۔ ضروریات مثل غلہ و اجناس خوردی وغیرہ کی قیمت بدست سابق بہت بڑھ گئی ہے۔ اور گونا گون قسم کے اخراجات جولاہی ہو گئے ہیں۔ مفقور ٹیگٹ بھی ہیں کہ معمولی اخراجات کے بعد اپنی آمدنی میں سے پس انداز کرنا دشوار ہے۔ ہر ایک خصوصاً جبکہ ناجائز آمدنی جسے پرائے زمانہ کے لوگ بالائی کہتے تھے نہیں رہی نہ پرائے زمانہ کے آریز کو نئے زمانہ کے اخراجات اٹھانے پڑتے تھے۔ مثلاً عام چندے جو قلع عام کے معاملات کے لحاظ سے جاتے ہیں۔ رسالے اور اخبارات کی قیمت لباس کے اخراجات اور سامان خانہ داری کے الٹنی اخراجات سیر و سیاحت کے اخراجات۔ بگنی گھوڑوں کے اخراجات۔ اور ڈاکٹر و نجی فیسیں اور ادویہ کی قیمت وغیرہ وغیرہ۔ انگریزی طبی علاج کے اخراجات تو روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں۔ کیونکہ جہانی طاقتیں کم ہوتی جاتی ہیں۔ اور ہندوستان کا موسم و بائی امراض سے کسی سال بھی خالی نہیں جاتا کوئی موسم ہو خواہ بہار ہو خواہ سرما۔ یا گرما ہو یا برسات ہو کوئی نہ کوئی وبا کی مرض ہندوستان کے اکثر حصوں میں پھیلا ہی رہتا ہے۔

عرض حال کے زمانہ نے اخراجات کی کثرت اس قدر کر دی ہے کہ سیکند کسی صاحب کی آمدنی ہے وہ معمولی اخراجات میں صرف ہو جاتی ہے۔ البتہ وہ لوگ، قدرے پس انداز کر سکتے ہیں جبکی آمدنی انکی ضروریات سے بہت زیادہ ہے۔ ایسے بہت کم ہیں جو جائز آمدنی سے بچا کر متمول بن سکیں۔ آجکل اگر کوئی کشمیری پنڈت صاحب ثروت ملینگے تو وہ ملینگے جو کمال درجہ کے نجوس اور بخیل ہونگے۔ جو بے غیرتی کو جمع کرتے ہونگے۔ یا کسی زمانہ میں کسی ریاست میں رہ چکے ہونگے۔ یا ایک ہی اچھو عہدہ پر کسی ریاست میں مامور ہیں۔ انگریزی نوکری کرنیوالے صاحب ثروت ہونیکا دعوت نہیں کر سکتے۔ جب ہننے یہہ دیکھ لیا کہ ملازمت جسپہ ہماری قوم کا داردار رہا ہے کیسی مشکل سے مل سکتی ہے۔ اور علاوہ براب جب ہننے یہہ سمجھ لیا کہ انکا۔ جو ہماری لمباقتیں تھیں وہ صرف ملازمت ہی کا قابلیت پیدا کرنے کے

لائق تھیں۔ اور جب ہم نے بھولی غور کیا۔ کہ ہمارے پڑنے قسم کی بیاتیں اب کچھ کمیت اور قدر خیر رکھتیں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس عظمت کے قایم رکھنے کے لئے جو کسی زمانہ میں اس قوم کو حاصل ہو چکی ہے اور اب بھی کچھ خداں کم نہیں ہے ہلکوا کرنا چاہئے۔ اور کن کن امور میں تعمیر تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور کون کونسی عادت و رسوم بالفعل قایم رکھنی چاہئے۔ اور کن کن رواجوں کو تندرست چھوڑنا چاہیے۔ بعض صاحبان کا یہ قاعدہ ہوا کرتا ہے کہ ہمیشہ تصویر کا زبوں پہلو ہی دکھاتے ہیں اور اُسکے چھیلے حصہ کا ذکر نہیں کرتے۔ کیونکہ اپنے ذہن میں وہ یہ سمجھا کرتے ہیں کہ قوم کے اوبار کو مبالغہ کر کے فصاحت سے دکھلانے سے اُس میں ترقی کا جوش زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر ہم اس طریقہ کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہماری دانست میں فصاحت کلام اور بلاغت گفتگو اور بآئینہ کا اثر ہمیشہ عارضی ہوتا ہے۔ اگر وہ سچ نہیں ہے تو بہت ہی تھوڑے عرصہ میں مفقود ہو جاتا ہے۔ صرف سچ و اقوات ہی صحیح اور مستقل شروال سکتے ہیں۔ اس لئے ہلکویہ کہنا ضروری ہوا کہ اسوقت جبکہ یہ سطور لکھی جاتی ہیں ہماری قوم اوبار کی حالت میں ہرگز نہیں ہو۔ حاسد و مکی آنکھوں میں غار اور چشم بیڑوں دور ہو ہماری قوم باوجود ہر ایک مشکل کے اب تک اپنا پلہ ہندوستان کی کامیاب سے کامیاب قوم کے ساتھ برابر رکھتی ہے۔ اسوقت بھی گورمانہ بدل رہا ہے۔ اور ریاستوں میں ہماری قوم کے لوگ بہت اعلیٰ عہد و سپر امور نہیں۔ تاہم انگریزی سلطنت میں وہ آجے آچے عہد و عہدے پر کر رہے ہیں۔ اور اب تک ریاستوں میں بھی اچھے اچھے عہد و سپر متناز ہیں۔ اور یہ مطلق نہیں کہا جاسکتا کہ وہ دیگر قوم ہند سے کبھی بھی گرے ہوئے ہیں۔ اسوقت سپرٹر وکیل۔ اسٹراٹنٹ۔ ڈسٹرکٹ جج۔ اور ایکزٹیر۔ اسٹنٹ کمشنر۔ ڈاکٹر۔ اکوٹنٹ۔ منصف۔ ڈپٹی کمشنر۔ تحصیلدار اور منسٹر۔ کلارک۔ مثل خواں۔ منشی۔ جاگیردار۔ اڈیٹر و مالک اخبارات، بلحاظ شمار قوم کے ایسی کافی تعداد میں موجود ہیں کہ ہر ایک قوم کو انکی ہستی کا خبر ہونا چاہئے۔ اردو لیر پچر میں یہی حال کے کشمیریوں میں ایک کشمیری صاحب پنڈت دتن ناتھ در اپنا تالی نہیں رکھتے۔ جنہوں نے اردو کی زبان میں ناول نویسی کی انگریزی طرز داخل کر کے اردو کو محاورات اور معلومات سے مالا مال کر دیا

لیکن سہی پر نازاں ہو کر آئندہ مشکلات سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ ہمارا فرض یہ ہونا چاہئے کہ موجودہ عزت و فضیلت کو نہ صرف ہاتھ سے دیں۔ بلکہ اس کو زیادہ ترقی کی کوشش کریں۔ یہہ امر محتاج دلائل نہیں کہ اگر ہم اپنی رفتار کو زمانہ کی رفتار کے مطابق نہ کریں گے۔ تو فوجیہ ہم ہوگا۔ کہ ہم چہ جائے کہ اور ترقی کر سکیں موجودہ عزت کو ہی گنوا دیں گے۔ اس کو اب ہلکویہ دیکھنا چاہئے کہ ہلکویہ کیا کرنا چاہئے۔ اور کس کس بارہ میں سہی کی ضرورت ہے۔ ہم پچھلے لکھ چکے ہیں کہ زمانہ حال میں کیا کیا مشکلیں اور زیادہ ہو گئی ہیں جو شیعہ پانڈت کے درپیش ہیں اور آئندہ اور زور سوا نیوالی ہیں۔ ان مشکلات کے سامنا کرنے کے لئے بعض ایسے امور سردار

ہیں کہ وہ جلد رفع نہیں ہو سکتے اور بعض غائب بھی ہیں

نہو دیں۔ مگر بہت سی ایسی باتیں ہیں جو ہمارے

اقتیاد میں ہیں اگر ہم چاہیں تو ان امور

میں اصلاح کر سکتے

ہیں۔

# باب پنجم

## در بارہ وسعت معاش

وسعت معاش [چھوٹے امر سب پر روشن ہے کہ افلاس اور گناہ اکثر تو ام ہیں۔ جہاں گناہ ہوتا ہے وہاں افلاس آ جاتا ہے جہاں افلاس ہوتا ہے وہاں گناہ آ جاتا ہے۔ اسی لئے مفلس قومیں زیادہ گنہگار ہوتی ہیں۔ پس جائیز و سبیل سے ہکو دولت پیدا کرنی چاہئے۔ دولت ہندی ہر ایک قوم کے عروج کا باعث ہوتا ہے ہکو مناسب ہے کہ ہم اپنی تعلیم کی روکاؤ میں فرغ کریں۔ اپنی معاش کے طریقے بڑھاویں۔ فضول اور غیر ضروری رسومات کے خیر ختم کریں۔ اور اپنی غیر مہذب رسوم کو ترک کریں۔

ان سب امور پر ہم درجہ وار بحث کریں گے۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ جن ذریعوں نے قوم کو عروج پر پہنچایا ہے وہ استعمال کریں۔ چنانچہ اس کی مثالیں یہ ہیں۔ کہ ہر ایک صوبہ میں جہاں معاش مل سکے کوشش کریں۔ اور اپنے محدود خیالات کو وسعت دیں۔ جن جن کاموں کو ہنر و غلط فہمی یا عدم ضرورت سے رزائل سمجھا تھا۔ انہیں شامل ہوں۔ اور جن کاموں یا پیشوں میں داخل ہونے کی ہکو ضرورت نہ تھی۔ یا کبھی پچھلے اسطر فوج نہ تھی انہیں مثل دیگر اقوام ہند کے شامل ہوں۔ مثلاً بیوپار۔ دوکانداری۔ حرفت۔ صنعت۔ زمینداری۔ سپہ گری۔ ان میں کو کسی میں کشمیری پڑتے فرغ نہ پایا تھا۔ اب ہکو مناسب ہے کہ صرف سرکاری ہی نوکری کے متلاشی نہ رہیں۔ بلکہ اور پیشوں داخل ہونے کی کوشش کریں۔

کوئی کام فی الواقعہ رزائل نہیں ہے جس میں دیانت داری و محنت اور آبرو سے روزی پیدا ہو سکے اور خصوصاً ایسے کام جن کو دنیا کی اور مہذب قومیں مہیوب یا قابل نفرت نہ سمجھتی ہوں۔ اگر کہ چند کشمیری بھائیوں نے چڑے کا کارخانہ جاری کیا۔ کہ قدر حجاب قوم انکو بڑی نظر سے دیکھتے لگے تھے اور اب تک برا سمجھتے ہیں۔ ایسا خیال ہرگز درست نہیں ہے۔ کسی کارخانہ چڑے کے جاری کرنا نہیں

کوئی امر میسب نہیں ہے۔ اور ایسے کام کے کرنے میں ہرگز کسی شخص کو اعتراض یا نفرت نہ ہونی چاہئے جب تک کسی دوسرے کی غلامی نہیں ہے۔ محنت اور دیانت داری سرورزی پیدا ہوتی ہے۔

[ڈاکٹری] بعض اصحاب نے ڈاکٹری کو پیشہ کو اس وجہ سے برا سمجھا ہے کہ اُس میں مردوں کو چوہنا پڑتا ہے مگر یہ انکی غلط فہمی ہے۔ ڈاکٹری کوئی رزیل کام نہیں ہے ہمیشہ سوزنیا کی بڑی بڑی شریف قومیں اس کام کو کرتی رہی ہیں۔ بلکہ حکمت اور طبابت کو ہمیشہ فخر حاصل رہا ہے۔ کیونکہ اس پیشہ میں عام خلایق کی بہبودی اور اپنا معاش دونوں خوش اسلوبی سے شامل ہیں۔ اور علی ہذا دوکانداری اور بیوپار کو کسی معقول پسند قوم نے کبھی میسب نہیں سمجھا ہو۔ اسکے کرنے میں کسی شخص کو کوئی وجہ طعن کرنے کی نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی طعن کرے تو ہماری دانست میں بالکل بجا ہے۔ امنوس ہے کہ جہاں تک محکمہ علم ہے ہماری قوم میں سے صرف ایک ایک اسٹنٹ مہرجن اور ایک ہاسپٹل اسٹنٹ نکلا ہے۔ اور دوکاندار ایک بھی نہیں ہوا ہے۔

[صنعت حرفت] صنعت حرفت ہر کھل کے زمانہ میں اس قدر شریف کام سمجھ جاتے ہیں کہ شاہی خاندانوں میں نجاری مصوری وغیرہ سکھائی جاتی ہیں اور تعلیم کا ایک گونہ حصہ سمجھ جاتے ہیں۔

[زمینداری] زمینداری یعنی اپنی ذاتہ شہادت کرنا دنیا کی کسی قوم نے آج تک میسب نہیں سمجھا ہے۔ اور کوئی ظاہر وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں ہماری قوم کے مضبوط آدمی جو علمی اور دماغی کام کو پسند نہیں کرتے۔ یا اسکی قابلیت نہیں رکھتے بجائے باورچی بٹے اور بریکٹنگ کے زمینداری کا معزز کام اختیار نکریں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جتنے کشمیری اس ملک میں اپنا وطن چھوڑ کر آئے انہیں سے ایک بھی انکاشتکار نہیں بنا۔ حالانکہ انہیں سے لکھاری یعنی نقل نویس بٹے رہے جو تقریباً اُس سے کم کماتے رہے۔ جو ایک کاشتکار کھانا ہے۔ مگر کاشتکار اور زراعت پیشہ بٹے سے انکو عار رہا۔ رسومی داری قبول کرتے رہے۔ اور کئی اور رزیل کام کرتے رہے۔ زراعت کا کام ہرگز انکو پسند نہ آیا۔ اگر کوئی ہم سے پوچھے تو زراعت سے زیادہ کوئی شریف کام نہیں ہو سکتا۔



اس موقعہ پر ہکو ایک جٹ شیدی پاری کا ایک سالانہ خستہ پراگندہ تصویر یاد آتا ہے۔ جہاں چند نقاد و بروج ہیں۔ پشانی پر بلکہ معظمہ کی تصویر ہے۔ اُسکے نیچے لکھا ہے کہ میں سب چکرمانی کہتی ہوں۔ اُنکے نیچے چند اور نقاد و بروج ہیں اُنہیں سے ایک پادری کی تصویر ہے جسکے نیچے لکھا ہے کہ میں سب کے لئے دعا کرتا ہوں۔ پھر ایک بیسٹر کی تصویر کے نیچے لکھا ہے کہ میں سب کیلئے جھگڑتا ہوں۔ اور سپاہی کی تصویر کے نیچے لکھا ہے کہ میں سب کے لئے لڑتا ہوں۔ اور ان سب تصویروں کے نیچے ایک کہیت کی تصویر بنائی گئی ہے۔ اور اُسہیں ایک کساں کی تصویر بحالت قلبہ رانی بنائی گئی ہے۔ اُسکے نیچے لکھا ہے کہ میں ہی ہر ایک کے لئے محنت کرتا ہوں جسکا دعا یہ بھی رکھا گیا ہے کہ کساں کی محنت پر ہر ایک ہل حرفہ و پیشہ سب جیتی ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہمارے وہ کشمیری بہائی جو تعلیم کو پسند نہ کریں اور جو قلم اور زبان سے روزی پیدا نہ کر سکیں وہ کیوں زراعت کا کام نہ کریں۔ ایک سو رخ کا قول ہے کہ کساں ہر ایک ملک کے بیٹے ہوں ہر یعنی وہ پشت کی بڑی ہے جس سے سارا جسم قائم ہے۔ ہمارے خواندہ کشمیری بہائیوں کے لئے زراعت یعنی اہل چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہم اُن تازہ وارد صاحبوں کی خدمت میں یہ ضرورت اس قدر کہتے ہیں جو ناخواندے ہیں۔ اور جسکو تنگی معاش نے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ کوئی یا لگداری کرنے یا جا بجا آوارہ پہرنے کے بجائے مواصلات میں فراغ اراضی بنیں۔ فراغ سے شروع ہو کر ہم امید کرتے ہیں کہ وہ آہستہ آہستہ صاحب زمین ہو جائیں گے۔

سائنس کی واقفیت بھی آجکل بہت سے نئے طریق معاش کی قابلیت پیدا کرتی ہے جس سے ہنگ ہمارے قوم بالکل ناواقف رہی ہے۔ محکمہ تعمیرات میں انجینروں کی ضرورت ہے۔ کل کلوں کے کاغذات کے واسطے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جو علوم و فنون سے واقف ہوں۔ اس صفیہ میں بھی ہم تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ بمبئی میں ایک مدرسہ موجود ہے۔ جہیں کلوں کے چلانے کی خاص تعلیم دی جاتی ہے اُسی مدرسہ سے کل انجن ڈرائیور اور میکینکل انجینئر بننے کے جاتے ہیں۔ روڑ کی میں ایک کالج ہے۔ جہاں بھی تعلیم یافتہ محکمہ تعمیرات اور محکمہ نہیں اسٹنٹ انجینئر بننے ہیں۔ سوائے ایک کے آجنگ کوئی کشمیری



انجینئر نہیں ہوا ہے۔ حالانکہ آجکل انجینئر کی بڑی قدر ہے۔ اور تنخواہیں معقول ہیں۔ ہم کو بھی اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

[سپگری] سپگری کے صیغہ میں گوہارا موجودہ میلان طبع اس طرف نہ ہو۔ اور بہت عرصہ سے کشمیری برہمن کے حالات ایسے رہے کہ فن سپگری انکی مزاج کے موافق نہ تھا۔ مگر کوئی روک قدرتی موجود نہیں ہے۔ کہ سپگری قطعاً ممنوع ہو۔ ہماری قوم کے توئی ایسے کمزور نہیں کہ وہ جنگی کام کے اسطرح ناقابل ہوں۔ گو وہ یزدل مشہور ہیں۔ اور خوشی سے خطرناک کام کو پسند نہیں کرتے مگر کچھ عرصہ کے بعد باضابطہ جنگی تعلیم سیکھ سہا سہا ہو سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے۔ کہ اہل قلم بہت عرصہ کے بعد سپگری کے لائق ہو گئے۔ مگر اس سلسلہ ملازمت سے برطرف رہنا درست نہیں ہے۔ ہم کو کوشش کرنی چاہئے۔ کہ یہ دہ جو ہماری قوم پر مدت سے چلا آتا ہے مٹاویں۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اپنی جان کو اس قدر عزیز نہ سمجھیں کہ جیسے اب تک سمجھتے رہے ہیں۔ شاید ایک پشت تک پورے بہادر نہ بنیں۔ مگر کوئی ایسی روک ٹوک نہیں جو ہم کو فائدہ نہیں کر سکتے۔ جہاں چند موقوفہ پر ہماری قوم کے کسی آدمی کو ایسا فرق ملا ہے کہ وہ سپگری کا کام کرے۔ وہاں اُس نے تعریف کے ساتھ کیا ہے۔ جس سے بہتر یہ نکلتا ہے۔ کہ کوئی قدرتی ناقابل نہیں ہے۔ صرف حالات و مشاغل نے ایسی ناقابلیت پیدا کر دی ہے۔ اس کام میں پڑنے سے تجربہ خود ہی سکھادے گا۔ کہ ہم بھی سپاہی ہو سکتے ہیں۔ جب بیگانے لوگ گھوڑے پر چڑھنے لگے۔ اور گھوڑے تو درکنار غبارہ پر چڑھ کر آسمان کے سیر کرنے لگے تو ہم تو لا کلام اُن سے زیادہ حوصلہ رکھتے ہیں۔ جس حالت میں اُن سے زیادہ طاقتور ہیں۔ پہر ہم کیوں سپاہی کا کام نہ کر سکیں گے۔

# باب ششم

اور ہندو قوموں نے کہانے پینے کا پرہیز

اور

## ترقی کی روکاؤں

ان سب مزید طریقوں کے کچھ جن سے معاش پیدا ہو سکتی ہے۔ ہمارے لئے ایک بڑی بہاری سدا رہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم اپنی قوم کے باورچیوں کے سوائے کسی کے ہاتھ کا کھانا کھانا معیوب سمجھیں۔ ہر ایک ہم پرانی ہوتے ہوئے فطرت کی منزلت حاصل کر لیتی ہے۔ یہی ہی حال اس قوم کا ہو گیا ہے۔ اگر کوئی بڑے سے بڑا پوچھا پاٹ کرنے والا کشمیری جو اپنے دہرم پر پورا پورا قائم ہو غور سے یہ سوچے گا کہ انہیں دیگر برہمنوں اور دیگر اقوام ہندو سے کیا زیادہ فضیلت ہو تو اسکو معلوم ہو جاوے گا۔ کہ وہ کسی ہندو قوم سے زیادہ پاک ہو سکا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کشمیر کے ملک میں بھی حقوق سے سال ہو کر کہ یہ رواج تھا۔ کہ پنڈت لوگ اپنے گھر کا کھانا ایک مسلمان نوکر کے سر پر رکھ کر اپنے عزیزوں کے ان پھیدیا کرتے تھے۔ پانی ہندوؤں کے یہاں مسلمان بہرتے تھے۔ اور شاید بنگال میں غریبوں کے یہاں یہی رواج جاری ہے۔ مسلمانوں سے عقدرار تباط تھا کہ انکو اپنے بہائیوں میں سے سمجھتے تھے۔ گو انکا مذہب جدا اور ملت بالکل مخالف تھی۔ لیکن آپس کا میل جول برابر قائم رہا اور بنگال میں اب ہندو راجہ کے ہونے سے چوت چہات زیادہ ہو گئی ہے تاہم غالباً اس قدر اب بھی رواج ہے کہ کشمیری پنڈت بعض برہمنوں کا کھانا کھانے میں عذر نہیں کرتے اور کشمیر کے دیگر ہندو کے ساتھ ایک صف میں بے تکلف کھانا کھاتے ہیں۔ وہی کشمیری جب اس ملک میں آ جاتے ہیں۔ تو وہ کشمیری جو ان سے پہلے آئے ہوئے ہیں چوت چہات کے دماغ میں داخل کر دیتے ہیں۔ جو انہوں نے ہندوستان کے برہمنوں اور توہمات کی بہری ہوئی اور ہندو قوموں سے حاصل کی ہیں۔

دہلی میں بھی جہاں اس قدر چوت چہات کا بڑا زور رہا ہے۔ کسی زمانہ میں جسکو چالیس سال نہیں گزرے  
ہماری قوم کے لوگ مسلمان ماسکیوں کا پانی بہا رہا ہوا برابر پیتے تھے۔

ہماری عقل میں اینک نہیں آیا کہ کیوں کشمیری قوم دیگر برہمنوں سے اپنے آپ کو اعلیٰ تر سمجھتی ہے کشمیری پڑ  
سنگت کے علم سے تقریباً بے بہرہ۔ جب بولتے ہیں اُردو اعلیٰ ہی میں گفتگو کرتے ہیں۔ فارسی عربی  
کے فقرات بات بات پر استعمال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ زیادہ ارتباط رکھتے ہیں۔ اور انکی طرز  
سماشرت اور عادات اختیار کر لیں۔ انکے کہانے سب نقل کر لئے ہیں۔ تو رسم۔ رومن جوش۔  
ماہی کباب۔ شامی کباب۔ دو پیازہ پلاؤ۔ کوفتہ کہاتے ہیں۔ بغیر لحم کے نعمہ خلق سے نہیں اترتا۔  
چھلی اس شوق سے کہاتے ہیں۔ کہ کوئی قوم کہانی ہوگی۔ پزند کوئی باقی بچوڑے۔ ہولکے اڑیوالوں  
میں سر بقول ایک ظریف کے تنگ چھوڑتے ہیں۔ خشکی کے چارپایہ جانوروں میں سر چارپایہ چھوڑتے  
ہیں۔ دریائی جانوروں میں کشتی کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔ درندہ کوئی جانور (سوائے ممنوع) کی کہانی سے  
باقی نہیں چھوڑتے۔ ان سب چیزوں کو اور ہندو سب مکروہ سمجھتے ہیں۔ بعض حرام سمجھتے ہیں۔ اسپر بہرہ طرہ  
کہ ہم کشمیری ہیں۔ ہم کسی برہمن کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ کھا گئے۔ گوڑ برہمن یا سارست برہمن خواہ وہ  
ہندوستانی ہوں خواہ پنجابی۔ خواہ میلان کے رہنے والے۔ خواہ پہاڑی۔ ہر ایک کشمیری باورچی کو  
زیادہ مہفانیک چلن محتاط زیادہ وفادار زیادہ تابعدار سمجھتے ہیں۔ اگر کشمیری باورچی میں نفیست  
ہے تو یہ ہے۔ کہ اُس نے ایرانی باورچیوں سے جو مسلمان بادشاہوں کے وقت میں ملازم ہوتے تھے۔  
خوش پزی کا سبق اور برہمنوں سے بہتر حاصل کیا ہے۔ چنانچہ کہانوں کے ناموں سے یہ امر ظاہر  
ہوتا ہے۔ درندہ اسمیں کوئی ہی اور تریف نہیں ہے۔ پہر اور برہمنوں سے اس قدر پرہیز کیلکی وجہ کیا؟  
بطول ایک کشمیری بھائی کے وہ اُس زمین کے باشندے ہیں جس کو کشمیری کہتے ہیں۔ !!

ہے مانا کہ عرفی کا یہ شعر اب دہوا کے لحاظ سے صحیح ہو۔ ہر سوختہ جانے کہ یہ شیر درآید۔ گر  
مرغ کباب رست کہ باباں درآید۔ مگر کشمیری پاکستان کی کاہیہ عالم ہے کہ حال میں دریافت ہوا کہ  
کہ ۴۴ سال سے ہر ایک تم کی عفت ہر ایک گلی میں ہر ایک گھر کے سامنے اور ہر ایک گھر میں

مذہب ہے۔ اور حفظانِ صحت کے افسروں کو سخت مشکل شہر کی صفائی کے انتظام میں پیش ہے۔ ڈاکٹر مالچیر صاحب جو کشمیر میں اس وقت ڈاکٹر ہیں وہ لکھتے ہیں کہ اُس نے دنیا کی قوموں میں سو حالانکہ اُس نے یورپ اور امریکہ اور ایشیا کی بہت سی کی ہے کوئی اور قوم کشمیریوں جیسی غلیظ نہیں دیکھی جس کے دماغ میں کبھی پاکیزگی یا صفائی کا خیال تک نہیں آیا۔ اس پر کیفیت یہ ہے۔ کہ ہم لوگوں میں کوئی بھی کما حقہ اپنے اصولِ مذہبی سے بھی واقف نہیں ہے اور محض نام کے لئے پنڈت کہلاتے ہیں۔ عربی کا کافیہ یاد ہوگا۔ شرح ملاحفظ ہوگی۔ مگر سنسکرت کا تو ذکر کیا ہے۔ دیوناگری اور بہاشا سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اس پر بھی پنڈت جی مہاراج! باوجود ان سب باتوں کے یہہ انانیت اور یہہ نخوت دماغ سے نہیں جاتی۔ کہ ہم سب ہندوؤں کی اعلیٰ تر اور گویا آسمان سے اترے ہیں۔ خواہ سورج مغرب سے طلوع کیوں نہ ہو۔ ہم ہی چر سی ہنگی اور غلیظ باورچی رکھیں گے جو کشمیری کہلاتے ہیں۔ جو ملازم ہونے کے بجائے ہم پر حکومت کرتے ہیں۔ اگر کوئی غور سے دیکھے تو معلوم ہوگا۔ کہ یہہ حرفِ ہٹ دہری ہے۔ ورنہ جو کشمیری باورچی کشمیر سے آتے ہیں۔ وہ اصلاً پکانا نہیں جانتے۔ وہ ہماری مستورات سے کہا ناپکنا سیکھتے ہیں۔ اور ہماری مستورات نے ان کشمیری باورچیوں سے کہا ناپکنا سیکھا ہے جو ہندوستان میں نوابی اور شاہی کے زمانہ میں سلطان باورچیوں سے سبق لیتے تھے۔ اور انکی نقل کرتے تھے نقل کرنے میں بھی انہوں نے حالانکہ ہم کمانیکے مرکبات اور اقسام اور مصالحے سیکھے۔ مگر مرغ اور پیاز کا استعمال کیا۔ کیونکہ کشمیر میں اور نیز ہندوؤں کی اور اعلیٰ قوموں میں جو ہندوستان میں رہتے ہیں۔ مرغ اور پیاز کا استعمال معیوب تھا۔ یہہ عجیب منطق ہے کہ گوشت کھائے مرغ اور پیاز کو ممنوع سمجھے۔ اگر غور سے دیکھے تو پیاز کیا چیز ہے جس کے استعمال سے اس قدر خالیف ہو رہی ہیں۔ معمولی مرغ کے استعمال سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ اگر کسی صاحب کو اسکا کھانا منظور ہوتا ہے تو اسکو مذہبِ حلال میں اپنے باورچیوں کے سپرد کرتے ہیں انکو مرغابی یا کسی اور پرند کا دھوکہ دیتے ہیں۔ اور یہہ نہرہ سے لگانے کا حوصلہ نہیں رکھتے ہیں کہ یہہ معمولی مرغ ہے۔ حالانکہ مرغ جنگلی کشمیر میں اتنا کہلاتے ہیں۔ صرف خانہ پروردہ مرغ ممنوع ہے

تھیں چوت بہات کا ذکر اس لئے کیا ہے۔ کہ اب حالات زمانہ ایسے ہوتے جاتے ہیں کہ حکومت  
وہ خیال کہ ہم آسمان سے اترے ہیں۔ اور کل برہمن اس اعلیٰ ترین چوڑنا چاہتے۔ زمانہ کی فضا  
یہ ہو رہی ہے کہ ہانا پنا جزو مذہب نہیں سمجھا جاتا۔ وہ مسلمان جو انگریزوں کی صورت سے سبزار  
تھے انکا پکا ہوا کہنا نا تو درکنار اب انکی سہراہ ایک میسر کہنا کہاتے ہیں۔ وہ بنگال اور براس  
اور بھٹی کے ہندو جو انگریز کے ساتھ ماکر شنان کرتے تھے۔ اب انکی میسر کہنا کہنا نا فخر  
سمجھتے ہیں۔ اور وہ پنجابی ہندو جنکے یہاں مسلمان کے ساتھ ایک فرش پر پانی پینا ممنوع تھا۔ اب  
سیکیوں کے یہاں چائے اور شیرینی بے تکلف نوش فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کے لڑکے چوبھن  
اور بٹے اور جین قوم ہیں۔ جنکے یہاں لحم کا استعمال کرنا مذہب سے خارج کر دیتا تھا۔ اب ولایت میں  
جاگر کوئی پرہیز نہیں کرتے اور بلا پراچت اپنی قوم میں نہ صرف داخل ہی ہو جاتے ہیں بلکہ فخر قوم  
سمجھ جاتے ہیں۔

برعکس اسکے ہماری قوم کے ایک صاحب پنڈت بشن نرائن در لکھنوی ولایت گئے تھے۔ بعد  
امتحان بیسٹری انکے واپس آنے پر مسقدرسا دبریا ہو گیا۔ کہ جبکا انتہا نہیں ہے۔ برادری کے  
دو فرقے ہو گئے نسبتیں اور شادیاں کٹ گئیں۔ یا ہم خوردنوش مسدود ہو گئی۔ نہ بنارس کا پرچت  
مانا گیا نہ شمیری پنڈت کا پراچت مانا گیا نہ کسی جگہ کے وومسستہ یعنی فتوے مانے گئے۔  
نتیجہ یہ ہوا کہ اب ایک فرقہ نے خود ہی اپنا نام دہرم سبہا کہہ لیا۔ اور دوسرے فرقہ کو انہوں نے  
بشن سبہا کے نام سے نامزد کیا ہے۔ گو بشن نرائن در کا پراچت دہرم سبہا کو منظور ہوا مگر اسکے متنا  
کی پارٹی کے آدمی تین چار روپیہ میں پراچت کر کے دہرم سبہا ہو سکتے ہیں۔ اب شادی بیاہوں پر  
حسب ضرورت فریقین کبھی دہرم سبہا اور کبھی بشن سبہا ہو جاتے ہیں۔ البتہ پنجاب بشن سبہا کی  
حامی ہے گو کہ ہندوستان میں دو فریق ہیں۔ کیا یہ فرقہ ایک مذہب قوم کیلئے شرم دلانے والہ  
نہیں ہے؟ کیا ان قوموں سے جنکے یہاں بیسٹرو ولایت سے آئے ہیں دہرم سبہا کے میسر خوردنوش  
نہیں کرتے؟ پرہیز ہے تو اپنی قوم سے ہے!!

اور قوم

چوت

پنڈت

بشن نرائن

بشن سبہا

دہرم سبہا

امنوس ہے ہماری قوم پر کہ وہ فرداً فرداً مرغِ پیاڑ چوڑ ہٹل میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے  
 ماحقہ کا پکا ہوا کہا نا خفیہ کہالینگے حتیٰ کہ ہٹل والوں کی ڈگریاں بھی ہوجکی ہیں! اگرچہ کوئی اہل قوم  
 پر جھیکا تو یہی جھکلاویں گے کہ وہ فیودرواجی کے ایسے پابند ہیں کہ گویا انہیں کبھی اصلا فرق نہیں آیا  
 کیا یہ اب راز سر سبتہ ہے۔ کہ بہت سے کشمیری پنڈت ہوٹلوں میں کہا نا کہالیتے ہیں بشرطیکہ انکو یہہ  
 تشکی ہو کہ اس محل کی شہادت کافی یا معتبر ہوگی؟ کیا یہہ بات چھی ہوئی ہے کہ دیگر اہل ہندو کا ہتھکا  
 کہا نا خواہ وہ پکٹی رسوئی ہو یا کچی رسوئی ہو وہ علانیہ بسا اوقات محفلوں میں کہا لیتے ہیں؟ کیا ہم ب  
 یہہ نہیں جانتے کہ اس شتم اھباب قوم کی تعداد در در روز بڑھتی جاتی ہے؟ انکو کوئی برادری جو خارج  
 کر نیکا حوصلہ نہیں رکھتا ہے۔ کیا ہم برف اور سوڈا واٹر اور ادویہ و غریبات جو مسلمان بناتے ہیں بلا  
 روک استعمال نہیں کرتے؟ کیا وہ کشمیری جو خود بڑے پرہیزگار ہیں ایسے آزاد لوگوں سے بڑا کو ترک  
 کرتے ہیں جنکو وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ پرہیز نہیں رکھتے؟ صرف بات یہہ ہے کہ اب صرف انکو ہونکا  
 لحاظ باقی ہے ورنہ اصلیت سب کو معلوم ہے۔

خفیہ  
 کاروائی

جب ہم ان ضروریات کا خیال کرتے ہیں جو آج کل سب باشندگان ہند پر لادبی ہو رہی ہیں تو ہمارا بیخیاں  
 مضبوط ہو جاتا ہے کہ وہ قوم جو چوت کے مسئلہ کو قائم رکھے گی۔ دنیوی منزلت میں گری رہے گی۔  
 زمانہ حال میں ولایت کی تسلیم بہت سے اعلیٰ عہدہ نگے کو ضروری ہو رہی ہے۔ نہ صرف ہندو کے لئے  
 ضروری ہے۔ بلکہ تجارت صنعت حرفت اور ہر ایک علمی پیشہ کے لئے ضروری ہے۔ واقعی مسکری  
 لندن جی اب بڑا تیرھ ہے۔ فی زمانہ بغیر ولایت پہنچنے کے کار بر آری معلوم۔ اگر اب اس حالت میں کشمیری  
 قوم سمندر سے پار جانا۔ اور صرف اپنی قوم کے باورچی کے ماحقہ کی پکر ہو کر کے سوائے اور کسی قوم کے  
 ماحقہ کی پکر ہو کر کہا نیکو ممنوع سمجھے گی۔ تو نتیجہ یہہ لادبی ہوگا کہ وہ ان عہدہ نگے اور علمی پیشوں سے  
 محروم رہیں گی۔ جو دیگر اقوام کے لوگ حاصل کر سکیں گے۔ ملازمت کا یہہ حال ہو رہا ہے کہ بجا کر افس  
 حالت کے جہاں ایک دارالخلافہ حکومت مغلیہ یا اور بڑے بڑے شہروں میں سب کشمیری قوم معاش  
 پیدا کر سکتی تھی۔ اور کثرت سے باورچی رازاں مل سکتے تھے۔ اب انکو گانوں میں تحصیلوینس اور تہا نوینس

ولایت  
 نہ جانیکا

رہنا پڑتا ہے۔ موصافات میں دورہ کرنا پڑتا ہے۔ اور تو خفا میں بلحاظ اخراجات اس قدر غیر محنتی ہو گئی  
میں کہ کشمیری باد چڑی جیسا تا حتیٰ بالانا ممکن ہو گیا ہے۔

جب ہم یہ غور کرتے ہیں کہ دیگر اقوام ہندو کے لئے ہر ایک کالج کے متعلق بورڈنگ ہوس مل سکتے  
ہیں۔ جس کا وہ خفیہ خرچ سے فائدہ اٹھا کر اعلیٰ امتحان پاس کر کے اعلیٰ عہدہ حاصل کر لیتے ہیں۔  
تو ہم کو یہ خیال فوراً پیدا ہونا چاہئے۔ کہ ہمارے یہ خیالات کہ ہم سوائے کشمیری پنڈت کے کچھ بھلے  
کہانے کے کسی اور کا پکا ہونے کا کیا کیسے کس قدر ہماری ترقی کے وسائل کو روکتے ہیں۔ جب ہم بکھتے ہیں  
کہ ملازمت اور معاش کا احاطہ اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ اب ہم ہندوستان کے ایک کونے سے دوسرے  
کونے پر تبدیل ہوتے ہیں۔ اور کشمیری باد چڑی کا وہاں لیجانا کس قدر صرف کثیر کا باعث ہوتا ہے۔ تو ہم کو  
سمجھنا چاہئے۔ کہ اگر پرانی رسم جاری رکھی گئی تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ نہ تو ہم انگلو وریک اسکول لاہور  
میں تسلیم پاسکیں گے۔ نہ گورنمنٹ کالج لاہور یا کسی اور صوبہ کے گورنمنٹ کالج یا اسکول میں تعلیم  
پاسکیں گے۔ نہ روڈی کالج میں تعلیم پاسکیں گے۔ نہ ممبئی اسکول انجینری میں تعلیم پاسکیں گے  
کیونکہ ہم کسی بورڈنگ ہوس میں رہنے کے قابل نہ ہونگے۔ اور نہ اس قدر استطاعت رکھتے ہیں۔ کہ علیحدہ  
مکان۔ علیحدہ خورش۔ علیحدہ باد چڑی کا خرچ اڑھا سکیں۔ ولایت جانا اور دوائے تعلیم پا کر کسی اعلیٰ پیشہ  
یا عہدہ پر مامور ہونا تو ایسی حالت میں ممکن ہی نہ ہوگا۔

تعلیم کے سوائے سفر کرنے میں اس قدر ہم لوگوں کو تکلیفیں ہیں کہ جس کا انتہا نہیں ہے کسی شہر کے باہر  
سے یا ریلوے اسٹیشن سے سوائے کثیف غذا کے معمولی روٹی نہیں لے سکتے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ہم  
لوگوں میں کوئی سیاح نہیں ہوتا کسی مہم کی ہماری کے قابل نہیں ہے۔ نہ کسی سفارت کے ہمراہی  
کے لائق ہوتا ہے۔ دنیا کے کل ملکوں میں کہانے پینے کا پرہیز نہیں ہے۔ ایشیا کے ملکوں میں گو  
غذہ سب جدا ہیں۔ کوئی قوم اپنی چینی۔ جیپانی۔ روسی۔ ترکستانی۔ ایرانی۔ عربی۔ آپ میں کہانے  
پینے کا پرہیز نہیں کرتی۔ یورپ اور امریکہ اور افریقہ کے بڑے ملکوں میں تو کھانا پینا جزو نہ ہے سب ہا ہا  
نہیں جاتا۔ صرف کل دنیا کی اقوام میں سے صرف ہندو قوم چھوٹ چھوٹ کرتی ہے۔ اور ان میں

سفر کی  
تکلیف

کشمیری سب سے بڑے ہوئے ہیں۔ کیا ہندو دھرم کہنا اپنا ہی ہے۔ اور کل علم و نیات و اہیات اسی پر ختم ہو جاتا ہے؟ ہکلو یہ امید ہے کہ وہ زمانہ آوے گا کہ ہندو قوم بھی دھرم میں کہنا مینا کوئی ضروری حق نہ سمجھے گی۔ مگر وہ وقت ابھی بعید ہے۔ بعض مسترضوں کا یہ اعتراض کہ جب ہندو کہنا پینے میں جھوٹ کو چھوڑ دیں گے۔ تو وہ ہندو نہ رہیں گے۔ اور ہندو دھرم کا ناش ہو جاوے گا۔ اور اگر کشمیری اور ہندو کا کہنا کہنا لینگے تو انکی شخصیت ختم ہو جاوے گی صحیح نہیں ہے۔

[پاری] تشکیلاً اس وقت بھی ایک پارسیوں کی ایسی قوم موجود ہے جنہیں سے سوارے ایک قاتر القفل کے آدمی نے اپنا مذہب نہیں بدلا۔ تعلیم نسواں بھی انہیں اعلیٰ درجہ کی جاری ہے۔ پردہ ان میں موجود نہیں۔ سب کے ہاتھ کا کہنا کہنا لیتے ہیں۔ مگر وہ گوشت جو ہندو اور مسلمانوں میں ممنوع ہے اسکو وہ بھی ممنوع سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ حقہ بھی (جو سکھوں میں منع ہے) نہیں پیتے۔ حقہ پیو کو وہ اس وجہ سے مایوس سمجھتے ہیں۔ کہ میں آگ کی بھرتی ہوتی ہے۔ اُنکے یہاں انکا تش پرستی جاری ہے۔ اور تشکدہ ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ زنا راتک پہنتے ہیں۔ اپنی الہامی کتاب کو بنگ پڑھتے ہیں۔ اور اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ ہمارے لئے اس قوم کی نفیلت اور بزرگی ایک نظیر ہو سکتی ہے۔ پاری اصلی آریہ قوم کی شاخ ہیں انکا مذہب اور ہندوؤں کا مذہب اسی لئے مشابہ ہے کس خوبصورتی سے انہوں نے اپنا دھرم قائم کر رکھا اور مذہب قوموں کے صواب اختیار کر لئے۔ اور عیوب چھوڑ دئے ہیں۔ فی الحقیقت ہندوستان میں انہوں نے ہی حذو ماصفا دے ماکدر کے اصول پر عمل کیا ہے۔ اور اس وقت اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔

[کہنا اپنا مذہب نہیں] کیا ہندو قوم اپنے دھرم کی پیروی اور شاستروں کی پیروی اسی طرح نہیں کر سکتی۔ اور کیا ہماری چھوٹی سی قوم جو نسل پارسیوں کے غریب وطن ہے پارسیوں سے سبق نہیں لے سکتی۔ ہمارا خیال ہے کہ جب تک شادی بیاہ آپس میں جاری نہیں محض کہانے پینے سے ایک قوم دوسری قوم میں مخلوط نہیں ہو سکتی۔ ہند کے سارے ہندو آپس میں کہاتے پیتے ہیں یہ بھی وہ اپنی ذات اور فرقہ میں ہیں۔ جو قانون مختلف مذہب قوموں کے باہم ازدواج روکنے سے مخلوط نہیں ہونے دیتا۔ یہ کافی دیکھ



نتیجہ یہ ہے کہ جب تک شمیری دوسری قوم میں شادی نہیں کرتے تب تک انکو کوئی اندیشہ اس بات کا  
 نہ کرنا چاہئے۔ کہ انکی شخصیت یا اگر وہ کشمیری ہونا فضیلت سمجھتے ہیں تو انکی فضیلت محض اور بہنوئی  
 ساتھ کہا نا کہانے سے زائل ہو جاوے گی۔ ہمارا اس ذکر سے یہہ مدعا نہیں ہے کہ ہم فوراً ہی مثل پارسی  
 کے کہانے پینے کے پرہیز کو یک سخت موقوف کر لیں اپنی قوم کے لئے سفارش کریں۔ گو ہمکو امید  
 داشت ہے۔ کہ ہماری آئندہ نسلیں اس چوت کا عشرہ شمیری باقی نہ کہنگی جواب ہم کہ رہتے ہیں  
 مگر ہم سروسٹ یہہ کہتے ہیں کہ کم از کم ہمکو دوسریں سروسٹ بلاتالاب اختیار کر لینا چاہیے۔ اول  
 یہہ کہ ہم ہر ایک ہندو کے لئے فتح کا پکا ہوا کہنا نا کہنا لیا کریں۔ دویم۔ بطور ایک خاص استثنیٰ کے  
 ولایت جانیکو جائز کر دیں جیسا کہ اور ہندو قوموں نے کر دیا ہے۔ اور پر اسچیت کی ضرورت سمجھ کر  
 (جو کسی سہو اتفاقہ کے لئے دھرم شاستر میں مقرر ہے۔ اس سے عدا غلطی کرنے کی تلافی نہیں  
 ہو سکتی)۔ صرف یہہ سمجھ لیں کہ یہہی انگیزی حکومت کا لازمی نتیجہ ہے۔ کہ ہم ولایت جائیں۔ کیونکہ  
 ہمکو جوہ ضرورت کے ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہم ایسا کرنے پر رضامند ہو جاویں تو امید ہے کہ ہماری  
 بہت سی روکا دیں دور ہو جاویں گی۔ ہم ہر ایک ہندو یورڈنگ ہوس میں تعلیم پاسکیں گے۔  
 سیاحی اور سفر کی تکلیفیں بھی رفع ہو جاویں گی۔ اور ولایت کی تعلیم سے ہی استفادہ کر سکیں گے  
 اور ہم اس فرقہ سے ہی نجات پانگے جس سے ساری قوم نالاں ہے۔ اور جنکی عادت اور اطوار اور  
 ہیں کہ انکو کسی شریف خاندان میں جگہ نہ ملتی چاہئے۔ ہماری مراد فرقہ کشمیری باورچیا نہیں ہے  
 جہاں تک ہمارا تجربہ ہے۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ کشمیری اپنا ذات ہم سے اتفاق کریں گے۔  
 کہ کشمیری باورچی جیسا نا پاک حسان فراموش اور بے یزبان دراز نامہ ہندو کوئی ملازم  
 دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ ہمارے باورچی خانہ کے اخراجات اس فرقہ نے دو چند کر رکھے ہیں۔  
 جس بے احتیاطی سے وہ گھی اور مصالحہ اور لکڑی کو ہونکتے ہیں اور ضائع کرتے ہیں وہ ہی لوگ جانتے  
 ہیں جنکو ایسے ملازم رکھنے کی بدقسمتی نصیب ہوئی ہے۔ انکے اخراجات مانا نہ اور ہر ایک تیموہار  
 کے دروازے جس دروازے کہتے ہیں۔ اور انکی طے طریقہ کی ناز برداریوں کا تو کیا ذکر کرنا چاہئے۔ اسپر

کشمیری  
 باورچی

طرہ یہ ہے کہ برتن صاف کرنے تو درکنار پچھلے تک بیٹنے اُنکے ذرا کیف میں نہیں ہے۔ کیا جس وقت بعض اوقات شریف گھروں کی بھو بیٹیاں جو کہ میں سو سیداروں کو پچھلے بیل کر دیتی ہوں وہ دیکھی جاتی ہیں۔ ہماری قوم کو غیرت نہیں آتی؟ بلکہ غیرت آتی ہی ہے وہ اس دن کو مہمان وہ اس قوم میں پیدا ہوئے تھے۔ شومی طالع سمجھ کر محبوب راز موش ہو جاتے ہیں

ہماری دعا ہے کہ خدا ہم کو شمیری بادریوں سے پناہ دے۔ —

اگر یہ طریقہ اختیار کر لیا جاوے کہ ہم دیگر ہندو کسے مانہ کالکا ہوا

کہانا شروع کر دیں تو ہمارے قوم پر بڑا نیک ہوں

کی خندان ضرورت نہیں

رہتی

## باب سہم

قومی بورڈنگ ہوس۔ بچوں کی تعلیم اور تعلیم ہونا

اس سلسلہ میں ہم کشمیری بورڈنگ ہوس کے معاملہ پر کچھ خیالات ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت ہماری قوم کے لوگ اس تجویز پر بڑی ثقاہت و متانت سے غور کر رہے ہیں۔ کہ کسی ایسے مقام پر جہاں کوئی کالج ہو ایک بورڈنگ ہوس بنایا جاوے۔ اور سب کشمیری طلباء اور بچے بورڈنگ ہوس میں اپنی قیود قومی قائم رکھ کر پکچا اور متوسط سطح سے تعلیم پاسکیں۔ پنجاب اور ہندوستان کے کشمیری بچے اور بچوں پر سوچ رہے ہیں۔ ان دونوں ہی یہ تجویز نہیں ہے۔ کہ ہندوستان اور پنجاب کے کشمیری دونوں ایک بورڈنگ ہوس یکجا جاری کریں بلکہ دو بورڈنگ ہوسوں کی تجویز پیش ہے ایسے بورڈنگ ہوس کے جاری کرنے میں ہندوستانی صاحبان کے دماغ عجیب عجیب ہوائی قلعے بنا رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ لاٹری کھلو۔ کوئی کہتا ہے پانچ ہزار۔ کوئی دس ہزار روپیہ جمع کرنا چاہیے۔ تجویز پیش کرتا ہے کہ کوئی ایک اخبار کی آمدنی پر تجویز کرتا ہے۔ کوئی پرامیڈسری نوٹ کے سو پرچہ لانیکی تجویز کرتا ہے۔ پنجاب کی انجمن کشمیری پنڈتاں نے ابھی اس قسم کے شے چلی کو خیالات ظاہر نہیں کئے ہیں وہ یہی خیال کرتی ہے کہ فردرت بیشک ہے۔ مگر کوئی تجویز ابھی اُنکے خیال میں نہیں آئی ہے بلکہ فعل کرنا یہ پریشان کنیکلاہور میں بورڈنگ ہوس جاری کرنے کی تجویز پیش ہے۔ ہم اپنی خیالات بھی اس بار میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارا عزم ہے کہ یہ خیال ہے کہ بورڈنگ ہوس طلباء کے لئے بہت عمدہ چیز ہے۔ اور ہم مدت سے یہ خواہش کر رہے ہیں کہ ہر ایک صوبہ میں کل ہندو ایک ایسا مدرسہ اور کالج مقرر کریں جس میں کل ہندو بورڈنگ کی ضرورت تعلیم پاسکیں۔ جیسا کہ علیگڑھ کالج مسلمانوں کے لئے بنا ہوا ہے۔ کیا ہی خوب ہو کہ کسی دریا کے کنارے پر ایک کالج کسی پُر فضا تندرست اور فراخ مقام پر قائم ہو سکے اور وہاں ایک بورڈنگ ہوس

ایک بورڈنگ

ہوس اور کالج

کی ضرورت

بنایا جاوے جس میں کل طلباء کے کچھ رہائش کی گنجائش ہووے۔ ہر ایک ہندو قوم کا آدمی ایک دوسرے کے ساتھ کہنا کہانے میں شامل ہو جاوے۔ میدان فرخ میں فٹ بال کھیلنا ٹینس۔ اور ریٹا جسمانی کی کھیل موجود ہوں۔ اور دریا میں کشتی چلانا روحانی اور جسمانی خوشی دیکے۔ طلباء اپنے والدین کی طرز معاشرت سے ناواقف رہ کر اور بڑے شہر ونگی ترغیبوں سے علیحدہ رہ کر۔ بُری صحبتوں سے بچ کر تعلیم پاسکیں۔ انکی جسمانی طاقتیں بھی ترقی کریں۔ اور انکی علمی ریاضتیں بھی ترقی پائیں۔ باہم طلباء کے ایک برادرانہ سلوک و محب الوطنی پیدا ہو۔ انکی نگرانی اور حفاظت سر والدین سکدوش ہوں۔ اور وہ خود اپنے آپ مدد کرنے کے عادی بن سکیں۔ کل ہندو قوم آپس میں خفیف خفیف اختلافات اور رشک و حسد چھوڑ دیں۔ اور یہ تعصب بھی ترک کر دیں کہ ایک دنی ذات کا ہر دو سر اعلیٰ ذات کا ہے۔ خواہ وہ مختلف غذا کھائیں۔ مگر ہر ایک غذا مقوی اور سادہ ہو۔ انکی طبیعتیں محنت کش اور سپاہیانہ ہو جاویں۔ صرف والدین کو رقم مقررہ مانا نہ بھیجے کی فکر رہے۔ اور لڑکے تعلیم پا کر اپنی معاشرے میں پیدا کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسفورڈ اور کیسبرج کے مطابق ہر ایک صوبہ میں ایک ایک کالج ایسا قائم ہو جاوے۔ یہ خیال تو اچھا ہے مگر محکوم خواب کا دہوکہ ہونا ہر اس کا اجر و باعث غیر اغلب بلکہ تقریباً ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

سر سید احمد خان صاحب کو ایسا مدرسہ قائم کرنے میں کئی قسٹیں اور تکلیفیں درپیش آئیں تھیں۔ پہلی انکو ایک سہولیت تھی کہ کل مسلمان ایک مذہب کے تھے۔ گو انکے فرقہ و چند فرعی امور میں مختلف ہیں۔ مگر اصول مذہب سب کا ایک ہی ہے۔ اور کہانے پین ہیں ایک ذات دوسری ذات سے پرہیز نہیں کرتی اور نہ غذا کا اختلاف ہے۔

ہندو مذہب میں انکو ایسا کرنے میں بڑی بڑی ہمواری مشکل ہیں۔ کیونکہ ہندو مذہب فی الحقیقت ایک مذہب ہی نہیں رہا ہے۔ اگر کوئی دیوتا ہے یعنی ہما دست کا نایل ہی وہ بھی ہندو ہے۔ اگر کوئی بت پرست ہے اور بت پرست ہے۔ دریا پرست ہے۔ حیوان پرست ہے۔ عناصر پرست ہے۔ شمس پرست ہے۔ اگر کوئی خدا پرست ہے۔ وہ بھی ہندو ہے۔ اگر کوئی ناسک یعنی منکر خدا پرست ہے

ہندو ہے۔ ہندو کی صرف یہ علامت رہ گئی ہے۔ کہ وہ اسکا بیٹا ہو۔ جو ہندو تھا۔ اور اور قوموں کو  
ساتھ کہا نا کہہائے۔ ہندوستان کی آبادی سے زیادہ دیوتاؤں کی فہرست ہے۔ گویا عابدوں سے تعداد  
میں زیادہ ہے۔۔۔ برہمن کہتری۔ ویش۔ شودر۔ ماسوائے انکو اور بے شمار قومیں ہندو  
ہیں جو ان چاروں برٹوں سے کسی میں نہیں آتیں۔ ہر ایک کے اعتقاد مختلف طرز معاشرت مختلف رسوم  
مذہبی مختلف ہر ایک کا جو کہ مختلف ہر ایک کا جو کہ مختلف ایک ہی ملک کے باشندوں کا ایک ہی مذہب کے  
پیرو ہونیکا زبانی دعوے کرنے والے اور پھر اتنے اختلاف !!!

ہم مایوس نہیں ہیں۔ کہ کبھی بھی ایسا زمانہ نہ آویگا۔ کہ ہندو قوم ایک مذہب کی پیروی ہو کر ایک قوم  
ہو جاوے گی۔ اگر انگریزی تعلیم جاری رہی۔ اور یورپ کی قوموں کے ساتھ تعلق قائم رہا۔ تو امید ہے  
کہ کبھی نہ کبھی ہندو قوم ایک قوم ہو جاوے گی۔ مگر اس کے لیے ابھی اس قدر عرصہ بید ہے کہ جسکا اندازہ نہیں  
لگایا جاسکتا۔ پس موجودہ حالت میں ہندوؤں کا ایک ایسا بورڈنگ ہوس قائم ہونا جیسا ہم چاہتے  
ہیں مشکل ہے۔ اب رہا یہ امر کہ شمیری پنڈت اپنا علیحدہ بورڈنگ قائم کریں۔ ہم اسکو بھی مشکل  
نظور کرتے ہیں۔ اس کے لئے سرمایہ فراہم ہونا نہایت مشکل ہے ایسی قوم سے جو شادی بیاہوں  
اور غمی کی رسمیات میں اپنا سارا سرمایہ صرف کر دیتی ہے۔ اس قدر روپیہ اکٹھا کرنا سخت دشوار ہے  
ہماری دولت میں ساٹھ ہزار روپیہ سے کم میں کار بر آ رہی ہوگی۔ مکان کرنا یہ لیکر کیا بورڈنگ ہوس  
بن سکتا ہے اور وہ کب تک سکتا ہے۔ دوسروں پر نہیں پڑے گا لیکر بھی وہ سرکاری موجود بورڈنگ ہوس کو بلور ہوس پر سکتا

دس ہزار تو صرف عمارت کے لئے ضروری ہے۔ زمین کے لئے چار پانچ ہزار چاہئے۔ اور انتظام  
کے اخراجات چالیس ہزار سے کم کی رقم کے سود سے جس سے زیادہ سے زیادہ دیکھیں گے یہی  
ماہوار آمدنی ہو سکتی ہے۔ پوری نہیں ہو سکتی۔ اس قدر روپیہ کہاں سے آویگا۔ ہم نے مانا کہ ہمارے  
ایک مسلمان کشمیری بہائی (مولوی مسیح الدفان صاحب سابق ڈسٹرکٹ جج) ایک بورڈنگ ہوس  
الہ آباد میں مسلمانوں کے لئے قائم کیا ہے۔ مگر اس پر بھی صرف کچھ ہوا ہے۔ یہ بھی ہمنے مانا کہ روپیہ  
بھی جمع ہو گیا۔ اور ایک چوڑا بورڈنگ ہوس قائم ہو گئے۔ پہلی شمیری باورچی اس میں رہ کر کیا ترقی

بورڈنگ ہوس

کیلئے سرمایہ

ہوئی۔ ترقی سکوس ہوئی۔ اسوقت ہر ایک کالج کے متعلق ہندو بورڈنگ ہوس بنی ہوئی ہیں  
 ہکو علیحدہ بورڈنگ ہوس کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں بورڈنگ ہوسوں میں مثل در ہندو  
 طالب علموں کے ہمارے لڑکے ہی رہ کر کہا نا کہا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم برداشت کریں کہ  
 غیر برہمنوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کہا نا کہا لیں۔ ورنہ ہندوستان کے ہر ایک کالج اور ہر کونسا ہر ایک بورڈنگ  
 ہوس پر ہونا نا پڑیگا جو ممکن ہے۔ **بچوں کی تعلیم اور تعلیم نسواں**  
 بورڈنگ ہوس کے تذکرہ کے بعد ہم چند خیالات بچوں کی تعلیم کے متعلق ظاہر کرتے ہیں۔ آجکل  
 کمی پُر جوش انگریزی خواندگان پر خیال ہو رہا ہے کہ جنٹیک ہماری مستورات اعلیٰ تعلیم حاصل  
 نہ کریں گی ہمارے لڑکے تعلیم یافتہ نہ بن سکیں گے۔ ہندوستان کے اہل الرائے اس مسئلہ پر  
 متفق نہیں ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ کل ہند کی قوموں سے تعلق رکھتا ہے۔ ہماری قوم کو اس کا  
 بالتخصیص تعلق نہیں ہے۔ اس لئے اس پر ہم چنداں بحث نہیں کرتے۔ مگر مختصر اُتنا کہنا ہم کو  
 ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عورتوں کو حفظانِ صحت کے اصولوں سے واقفیت پیدا ہونی  
 نہایت ضروری ہو گئی ہے۔ آجکل لڑکوں کو انکی جسمانی طاقت اور دماغی قابلیت سے زیادہ بڑھ کر  
 صحت کرنی پڑتی ہے۔ اور انکی والدین اور انکے معلم و مکتوبیر صی سے رات دن جوتی کہتی ہیں  
 انکے تولے قدرتی نشوونما نہیں پاتے۔ اکثر ان میں سے مریض رہتے ہیں۔ سب کے سب تقریباً  
 کمزور و ضروری رہتے ہیں۔ صاحب اولاد کو جانا چاہئے کہ تحصیلِ علم پر یہ مراد نہ ہونی چاہئے  
 کہ تحصیلِ علم ہی مدعا و زندگی ہے۔ علم انسانی زندگی کو بہترین طریق سے گزارنے کے لئے ایک  
 ذریعہ ہونا چاہئے۔ اور اسکے ماحصل سے استفادہ کرنے کے لئے جسمانی طاقت ضروری ہے۔ اُس  
 علم سے کیا فائدہ ہے کہ ایک لقمہ غذا کے ساتھ چورن کی ضرورت پڑے۔ بیس برس کی عمر  
 میں عینک کی ضرورت ہو۔ اور پچیس برس کی عمر میں لذاتِ نفسانی کی خواہشوں کا خاتمہ ہو جاو  
 کیا ہرج ہے کہ لڑکے کسی امتحان کو ایک سال دیر سے پاس کر لیں اور تندرست رہیں۔ خاص  
 اس ضرورت کی وجہ سے اگر اور سب ضرورتوں کو برطرف کر دیا جائے استادِ تعلیم نسواں کی

بیشک ضرورت ہے کہ عورتیں اس امر کو سمجھیں کہ اولاد کو کس طرح سے پرورش کرنا چاہئے۔ اور  
 کس طرح انکی صحت کی حفاظت ہونی چاہئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اردو زبان کے  
 پڑھنے لکھنے سے واقف ہو جائیں۔ اور اس قسم کی کتابیں پڑھ سکیں جیسے کہ صحت النساء  
 پچوکر غلام حسین صاحب اگرہ کے اسپتیل اسٹنٹ نے فقہہ کی شکل میں تصنیف کی ہے جس سے  
 حفظان صحت اور عام تندرستی قائم رکھنے کے طریقے معلوم ہوتے ہیں نیز نہ صرف عورتوں کو بچونکی  
 پرورش اور حفظان صحت کی ضرورت ہے۔ بلکہ خود اپنی حفظان صحت رکھنے کی بھی ضرورت ہے  
 ایسی عورتیں خود اپنی صحت جہانی رکھنے میں نہایت غافل ہیں۔ چہ جائے کہ وہ بچونکی پرورش  
 کے طریقے جانیں۔ اس لئے انکی بچہ اور وہ خود نہایت کمزور ہوتی ہیں۔ ہم کو کمال یقین ہے کہ بچونکی  
 پرورش اور خانہ داری کے فرائض اس درجہ تک عورتوں کی توجہ اور وقت کے مستحق ہیں کہ اگر پورا  
 پورا فرض ادا کریں تو اعلیٰ تعلیم کی روحانی خوشی کا موافقہ نہ اُن کو نہ آئے گا۔ ہم دینی بڑی غلطی ہیں  
 اگر ہم اُن انگریزوں کے ہر ایک امر میں تقلید کریں جو ہندوستان میں اعلیٰ عہد و نسب ہیں۔ جنکی آمدنیاں  
 اس قدر ہیں کہ وہ ہر ایک کام جو پرورش اولاد اور خانہ داری کے متعلق ہو۔ اُجرت پر ادا قوموں سے  
 لے سکتے ہیں۔ اُنکو ضرورت سے زیادہ فراغت معاش ہے۔ ہم ہندوستانیوں کے لئے کوئی  
 مفقودہ ملک زیر دست نہیں ہے۔ جسکے حاصل سے ہم وہی طریقہ اختیار کر لیں۔ جو ہمارے حکمران کرتے  
 ہیں۔ پچلوں کو چاہئے کہ ہند کے برابر کوئی ملک فتح کر لیں پھر ممکن ہوگا۔ کہ ہماری عورتیں بچوں کو  
 دودھ نہ پلائیں۔ اور کہانا نہ پکائیں۔ ایک درجن ملازمین کی نوکر رکھ سکیں۔ ہماری غیرت یہ بھی  
 تقاضا نہیں کرتی کہ ہم انگریزوں کی طرح سے اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کریں اور بدمعاشی دیوالیہ کی  
 درخواست دیں۔ بقول شکسپیر کے ہر ایک چمکیلی چیز سونا نہیں ہے۔ انگریزوں کی پر تکلف طرز  
 معاشرت اور انکی ساری عاداتیں ہمارے لئے فائدہ بخش نہیں ہیں۔ بلکہ انکی ناقص میں ہماری  
 عورتوں کو بالفعل اس قدر ضرورت بیشک ہے کہ خانہ داری کے فرائض سمجھنے کے لئے اس قدر علم حاصل  
 کریں جو ضروری ہو۔ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ کہ ہندوستان کے ہندو عورتوں میں یہی پامرسا

اور فرمانبردار قانع عورتیں دنیا پر ہیں نہ ملیں گی۔ اگر وہ ناجائز نہیں جانتیں یا یا لکھو گھر دیکھو  
 بجانا نہیں جانتیں۔ گرمی میں پہاڑ جائیکہ تقاضا نہیں کرتیں۔ نازیبا ترین آرائشیں جانتیں  
 غیر مردوں کے ساتھ ہوا خوری اور بال میں نہیں ناچتیں۔ تو ہم کو کوی شک نہ کرنا چاہئے۔ وہ  
 ایسے جو ہر کھیتی ہیں جنکے مقابلہ میں یورپین عورتوں کی ہزاروں اور لیاقتیں بچ ہیں۔ یعنی جیاعفت  
 عصمت۔ قناعت۔ اور اپنے فائدہ و مکی تابعداری۔

ہم کچھ چکے ہیں کہ ہماری عورتوں کو حفظانِ صحت کے اصول جاننے کے لئے اُردو پڑھنا ضروری ہے۔  
 سوائے اس ضرورت کے اُردو پڑھنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ وہ گھر کے اخراجات

آسانی سے رکھ سکیں۔ اور اپنے غیر نیردھنے آسانی سے خط و کتابت کر سکیں۔ ہماری

قوم کی عورتیں عموماً سب دیوناگری جانتی ہیں۔ اور مرد ہی دیوناگری

عموماً جانتے ہیں۔ مگر اب مرد نہیں دیوناگری کا چرچا

کم ہوتا جاتا ہے۔ ہماری دلالت میں

رکھو گھر اور دیوناگری ضروری ہے اور

اُس میں فائدہ

ہے



# باب ششم

## اخراجات رسوم کی کمی

آمدنی [ معاش کی وسعت کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بنیہ تعلیم کے کسی عہدہ کی لیاقت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور تعلیم کے لئے روپیہ چاہئے۔ دیگر پیشوں اور کاروبار کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے کیا اس وقت نسبتاً ہماری قوم کی آمدنی ایسی قلیل ہے کہ ہمارے لئے نہ ولایت کی تعلیم ممکن ہے نہ ہندوستان میں ہر ایک معزز عہدہ اور پیشہ کی تعلیم ممکن ہے۔ نہ سوداگری و دکانداری کیلئے سرمایہ مل سکتا ہے؟ فی الحقیقت ہماری قوم کی موجودہ آمدنی اس قدر قلیل نہیں ہے کہ ہم تعلیم کے اخراجات کے بعد اور کاروبار کے لئے سرمایہ مہیا نہ کر سکیں۔ صرف بات یہ ہے کہ ہماری فضول خرچی ہمارے پاس روپیہ فراہم نہیں ہونے دیتی۔ ہمارا اعلیٰ فرض یہ ہے ہونا چاہئے کہ اپنے اخراجات کی جانب توجہ کریں۔ وہی روپیہ جو فضول رسموں میں خرچ ہوتا ہے۔ اگر اصلی ہسودی میں خرچ کریں۔ تو کس قدر ہماری قوم کو فروغ ہو سکتا ہے۔

کمی [ مصارف کم کرنے کے بنیہ ہم اُن دیگر اخراجات کے بار کو نہیں اٹھا سکتے جو اچکل کے زمانہ میں ضروری اخراجات ہو گئے ہیں۔ اور پرانہ زمانہ میں مطلق نہ ہوتے تھے جن کا مجموعہ لا ذکر ہم پھیلے کر چکے ہیں زمانہ حال کی وجہ سے اخراجات صدائے لاحق ہو گئے ہیں۔ کہ جن کا شمار شکل ہر ہم نمونہ کے طور پر آئندہ بیض کا ذکر کریں گے۔ جب آمدنی کی قلت اور معاش کی اس قدر دقت ہو تو مصارف غیر ضروری اور مصارف عیش کم کرنے ضروری ہیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو کبھی بھی آسانی سے معمولی و غیر معمولی اخراجات کے متحمل نہ ہو سکیں گے۔ جن کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اور قوموں سے بہت پیچھے رہ جاویں گے البتہ اس امر کا طے کرنا کہ کوئی مصارف ضروری ہیں۔ اور کوئی غیر ضروری ہیں۔ نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ لوگوں کے خیالات اس امر میں مختلف ہیں۔ ہر ایک شخص اخراجات کیلئے

اپنی وجہ علیحدہ کہتا ہے۔ اس امر میں سب کو اتفاق ہو گا کہ ہر قسم کے اخراجات بہت بڑھتی جا رہی ہیں۔ اور جو لوگ کسی خاندان کے مہتمم ہیں یا جنکے ذمہ کسی اچھے قبیلہ کی پرورش ہے۔ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ انکو اس زمانہ میں کس قدر خرچ کرنا پڑتا ہے۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ اب قرضہ بہت مشکل سے ملتا ہے۔ ان سرائے سکاری کو قرضہ لینے کی نعمت ہو گئی ہے بلکہ مقروض ہونے کی حالت میں وہ قابل موقوفی ہیں۔ جب سے مقروض دیوالیہ قرار دی جانیکا استفادہ کرنے لگے ہیں۔ اور بوجہ ناداری قید سے بری ہو سکتے ہیں۔ ساہوکار بغیر ضمانت معقول کے قرض نہیں دیتے۔ اور ضمانت زیور یا جائیداد وغیرہ منقولہ کے سوا تو قرض ملنا اب محال ہو گیا ہے۔ حالانکہ پچھلے زمانہ میں آسانی سے قرض مل جاتا تھا۔ اور مقروضوں کو پسراہو کر لیا اعتبار تھا۔ اور وقت پر ہر ایک کارج کی کار براری ہو سکتی تھی۔ گو بعد میں ناک چھوڑ جانے پڑتے ہوں اور ساری عمر ادائیگہ قرضہ میں خرچ ہو جاوے۔ اب سر دست کارروائی ہونی بھی مشکل ہو گئی ہے۔

قرضہ ملنے کی قلت

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ قوم کشمیری نے اتنی رسوم اپنے سر پر ڈال رکھی ہیں کہ شاید کسی قوم کے سر پر اس قدر بوجہ نہ ہو۔ اسکی وجہ صاف ہے کہ قوم کشمیری پنڈت اپنے وطن سے جدا ہو کر ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہوئی ہے۔ انکی تین قسم بن گئے۔ ایک وہ اصحاب ہیں جو اپنے وطن سے ہٹ کر پنجاب میں سکونت پذیر ہو گئے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو پنجاب میں نہ بٹھے۔ اور مالک مغربی شمالی و اودہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ تیسرے وہ ہیں جو مالک مغربی شمالی و اودہ کے ملکوں میں رہ کر پھر گردش آیام سے پنجاب میں واپس آ گئے۔ جو میل جول انکا غیر قوموں سے ہوتا رہا اسکا اثر برابر پڑتا گیا۔ اسوجہ سے نئی نئی رسمیں اور عمارت پیدا ہو گئے۔ اور قوموں کے برتاؤ و میل جول نے انہیں نئی عاداتیں پیدا کر دیں۔ اور انکی خصلت و مزاج پر بھی انکا اثر پڑا۔ چنانچہ لکھنؤ سے انہوں نے تلف اور نزاکت سیکھی زبان کے طراری سیکھی اور انکی رسوم بھی اختیار کر لیں۔ اور چونکہ انکے لوگوں اور امیر زادوں کے ساتھ عموماً سابقہ پڑتا رہا فصول خرچی ناما قبت اندیشی اور عیاشی سیکھی۔ مگر

ان کشمیری پنڈتوں

اپنی کشمیری رسوم انکے ساتھ برابر ہیں۔ دہلی سے نواباکی شنگی سیکھی شیخی اور تیلانی  
کی عادت سیکھی۔ اور دہلی والو کی عادتیں اختیار کیں۔ شاہی زمانہ کے منشی اور مالکار و منشی نمائش  
دولت کی عادت سیکھی۔ اور اپنے اخراجات کو انکے ہم بلکہ کیا۔ شادی بیاہوں میں بڑا اندازہ  
وہوم دھم اور جلوس سیکھا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ رسوم پر ہزاروں روپیہ خرچ کرنا فخر سمجھنا سیکھا۔  
لکھنؤ اور دہلی وغیرہ میں اور ہندو منشی چوٹ چہات سیکھی۔ مگر گوشت اور مچھلی کھانی بچوڑی۔  
پنجاب کے کشمیری لوگ نسبتاً سادہ مزاج رہے۔ اور اگر اپنے ساتھ کشمیری رسوم لائے مگر پنجابی سادہ  
مزاج اور سپاہی خصلت تھی۔ انکی رسوم سادہ اور بے تکلف تھیں۔ انہوں نے چند انکی رسوم  
اخذ کیں۔ نہ زیادہ نفوس خرچ سیکھی۔ اور نہ تکلف سیکھا۔ مگر انکے شامست اعمال ان کشمیری پنڈتوں کو  
جواوہ اور شمالی مغربی میں سکونت پذیر تھے پھر پنجاب میں ہندوستان کی تکلف اور امارت اور  
عیش کے سامان کے ساتھ واپس لے آئی۔ اور پنجاب کے کشمیری اپنے اپنے انکے مقابلہ میں کھینچنے  
لگے۔ ہندوستانی کشمیری پنڈت پنجابی کشمیری پنڈتوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ اور انکا بھی  
ایسا ہی حال ہے۔ اور انکو بوجہ انکی انلاں اور سادہ روی کے درگاہ لد کے نابریا اور  
نفرت آمیز لفظ سے پکارتے تھے۔ اور اب بھی پکارتے ہیں۔ اپنے خیال میں پنجابی کشمیری انکو  
دعوے ہمہ گیر کہتے تھے۔ اور انکی ظاہر تہذیب کو دیکھ کر پنجابی کشمیری ہندوستانی پنڈت انکی  
رسوم اختیار کرنے لگے حتیٰ کہ اب تین شکل ہو۔ انہوں نے اپنے خاندان کی لڑکیاں ہندوستان  
پنڈتاں کے ساتھ منسوب کرنی اپنا فخر اور باعث اعزاز سمجھا۔ اپنے پیراں جیسے کشمیری پھرت کہتے  
ہیں (یعنی جامہ رانگلو سے تاپاے جو کشمیری عورتیں کشمیر میں پہنتی ہیں) ساڑھی سے تبدیل کیا۔ اور  
ترنگا جو ایک پگڑی جیسی ہوتی ہے سو فون کی۔ اور اب ان کشمیریوں میں جو پنجاب کے رہنے والے ہیں۔  
اور ان کشمیریوں میں جو ہندوستان سے پہر واپس آئے ہیں کچھ ظاہر فرق ملاحظہ نہیں ہوتا ہے  
بشرطیکہ انکی حیثیت دونوں کے برابر ہو۔ اسی پر اکتفا نہیں ہوا۔ بلکہ معاملہ بہانک طول کہنیا کی پنجاب کے  
کشمیری ہندوستانیوں سے بڑھ کر رسوم معمولی میں خرچ کرنے لگے۔ تاکہ وہ کسی سے ادنیٰ معلوم نہ ہوں

جب کسی قوم کا یہ حال ہو کہ پنجاب کی رسوم اسکی گردن پر اور ہندوستان کی رسوم بھی اسکی گردن پر اور کشمیر کی اصلی رسوم بھی (گو وہ مختص ہیں) اسکی گردن پر ہوں تو کیا یہ یقین ہو سکتا ہے۔ کہ وہ قوم ان رسوم کو نبھا کر زمانہ حال کے اخراجات برداشت کر سکی قابلیت رکھے گی۔ اور زمانہ حال کی رفتار کے ساتھ چل سکے گی۔ پس ہر ایک فی قتل

اس امر میں اتفاق کریگا کہ اخراجات کی کمی کی ضرورت ہے۔ کل رسوم کا ذکر اور انکے مصارف کا ذکر

اس رسالہ کے مجوزہ احاطہ سے بہت زیادہ ہے۔ اسلئے ہم ان بڑی بڑی

رسوم کے اخراجات کا ذکر کریں گے جو ہماری قوم میں اس وقت

عمومی رائج ہیں۔ بعض کے مصارف کم و بعض

کے بالکل بند کرنے کی استد

ضرورت

ہے

# باب پنجم

کانتہ

اسم پھلے غیر معمولی رسوم کا ذکر کریں گے جنہیں خوشی کی رسمیں اور غمی کی رسمیں مصلحت میں ہونگی۔ اور پہر معمولی رسمیں کی بابت ذکر کریں گے جو ایک سال میں ہر ایک شمیری کو کرنی پڑتی ہیں۔ اور اسی تذکرہ میں بعض رسوم مدفوم کا بھی ذکر کریں گے جنہیں صرف توجہ دان نہیں ہوتا مگر وہ بوجہ غیر مذہب ہونیکے قابل ترک ہیں۔ ہم پیدائش سے پہلے شروع کرتے ہیں۔

کانتہ

ایک بچہ کے پیدا ہونے پر پہلی رسم کانتہ ہوتی ہے۔ جو دیگر اقوام کے نام کارن کے بجائے ہوتی ہے۔ اس پر نہایت غیر ضروری خرچ ہوتا ہے۔ کسی بچہ کے پیدا ہونے پر معمولی خرچ خیرات و انعام تو ہر ایک قوم میں رایج ہیں۔ اور مراد اس طرح سے کہ کچھ خرچ کر دیتے ہیں۔ مگر یہ اونکی خوشی کو دلو کہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کانتہ کے عین مطابق کوئی رسم لایڈی دیگر اقوام میں نہیں ہے۔ شاید پڑنا بکے ہندو اقوام میں نام کرن پر دو چار روپیہ سے زیادہ خرچ نہیں ہوتا ہے۔ ہماری قوم میں متوسط درجہ کے آدمی عموماً دعوت برادری کرتے ہیں اور خویش واقارب کی دعوت تو ضرور ہی ہوتی ہے عموماً اس سے یک سو روپیہ تک کانتہ خرچ ہوتا ہے کیونکہ گوری مہاراج اپنا ہوں ضرور کرتے ہیں اور اسکے لایڈی اخراجات بطور ایک مذہبی رسم کے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ جاگنور ہے کہ ایک ایسی رسم چرب کا نشا رخصت سو تک ہٹانا ہوتا ہے یعنی اپنے مذہب کے خیال سے ناپاک زاریا بیج کرنا ہوتا ہے۔ اس قدر خرچ بالکل بے ضرورت ہے۔ ہماری اہست میں یہ رسم پانچ دس روپیہ میں سالانہ سے ہو سکتی ہے۔

کانتہ کے موقع پر ایک ایسی رسم مدفوم بھی جاری ہے جس کا ہم قدرے مفصل ذکر کرتے ہیں۔

کانتیتر کے موقع پر ایک نسخہ موسوم پنج گوٹیا کر کیا جاتا ہے۔ پنج گوٹیا عجیب نسخہ ہے اسکے اجزاء پنج ہوتے ہیں گہی۔ دہی۔ دودھ۔ گائے کے پیشاب کے چند قطرے۔ گوہر خفیف مقدار میں۔ اس میں قدرے میٹھا ملا کر ایک چھوٹی سی کٹوری میں طیار کرتے ہیں۔ اس میں سوکھ کر قدرے بموتہ کا تھوڑا چٹاتے ہیں۔ اور قدرے گھر کی عورتیں بھی استعمال فرماتی ہیں۔ بچوں پنج گوٹیا زنا ریزی پر بھی طیار کی جاتی ہے اور زنا ریزی کے امیدوار کو چٹائی جاتی ہے۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے پنج گوٹیا ہندو قوم ہی کا حصہ ہے۔ اور یہ نعمت غیر مشرقیہ اور کسی اہل مذہب کو نصیب نہیں ہوئی۔ کانتیتر پر پیشہ خواہ اس کی ترکیب سے ناواقف ہوتا ہے اور زنا ریزی پر بھی دس گیارہ برس کے بچہ کو اسکے اجزاء معلوم نہیں ہوتے عورتوں کو بھی اتنی سمجھ نہیں ہے کہ وہ احتراز کریں اس لٹو اسکے استعمال میں غدر نہیں ہوتا ہے۔ پنجابیوں کے یہاں پنج گوٹیا صرف شادی کے موقع پر طیار ہوتا ہے۔

اسی نسخہ نے ہندوؤں کو سخت ناملائیم الفاظ سے دیگر اقوام سے خطاب کرایا ہے۔ فی الحقیقت تو ہمت ہمیشہ بے اندازہ حد تک مستعد و شکوہ بن گیا کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے بزرگوں نے ہندوستان کی ضروریات کے لحاظ سے گائے کو بڑی عظمت دی ہے۔ اس کو مذہب کا حصہ بنا دیا تاکہ کاری کی ایسی حفاظت ہو کہ اس کو کوئی ہندو ضائع نہ کرے۔ نادیاں مذہب نے گائے کو اس قدر عقیدہ ہو نیکی وجہ سے انسان کی ماں کا رتبہ دیا اور گوہا تا پکارنے لگے رفتہ رفتہ اس کی اتنی قدر ہوئی کہ اس کی تقریباً پرستش ہون شروع ہو گئی۔ کتابوں میں گوداں کرنا بڑا ثواب گنا گیا۔ اور جیسے والدین کی متابعت و عزت کی ہدایت ایسے الفاظ میں کی گئی۔ کہ اُنکے پاؤں دھو کر پیو اُنکے غلیظ فضلات تک کو خورد و نوش کرنا اپنی سعادت سمجھو ایسے ہی الفاظ گائے کی بابت زبان زد عام ہونے لگے نوبت بایں جا رسید کہ بعض نام عقل متخلدوں نے طرز گفتگو کے مبالغہ اور عبارت کے استعارہ کو نہ سمجھا یہاں تک کہ ہدایا کی لفظی تعبیل شروع ہو گئی۔ کمال تعبیل اسی میں سمجھی گئی کہ گائے کے فضلات بھی تبرک کے طور خفیف مقدار میں استعمال ہونے لگے اور مذہبی رسوم پر ایک نسخہ پنج گوٹیا ہونا شروع ہو گیا۔ بعض ہندو کی قوموں میں صرف اس کا طیار کرنا کافی سمجھا اس کو استعمال نہیں کرتے کثیری قوم میں استعمال کرنا جاتا ہے۔

تعب کی بات نہیں تو کیا ہے کہ ہندو ایک عیسائی اور مسلمان سے ہاتھ لاکر بلکہ صبح تک دیکھ کر غسل کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا اور بعض ہندو یہی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور گائے کے فضلات غلیظ کر پرہیز نہیں کرتے ہندو سوئی میں بھی گوبر سے چونکا دینا مستحسن سمجھتے ہیں۔ جب بعض ہندو انگریزی خواں بجائے نادھ ہونے کے واقع ہوا اور بائبل بتلاتے ہیں وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کئی مہینے پہلے جب بیض پڑا تو جہان پر گریز کثرت سے تھا وہاں بیض نہ پڑا۔ افسوس کہ صاحبِ شرف حفظانِ صحت یا کیش حفظانِ صحت کے رویہ وئے یہ امر نہیں بتلایا گیا ورنہ وہاں خوب تہقہ اڑتا۔ پہلا غلیظ فضلات اور واقعہ بایا کیا عجیب طبع ہے!! توہمات نے یہاں تک لڑکیاں کہ ایک پنجاب کی ریاست کے دیوان نے ایک موقع پر اپنی گائے کو مسہل دیا تھا کہ اسکو ایک مسلمان ستھاپانی بلا گیا گائے نے ہندو کے دل پر اتنی گرفت کی ہے کہ اگر کوئی اور قوم بھی پیغمبرِ نبی کی رسوم میں گاوٹ کشتی کرے تو ہندو جان تک قربان کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ انکی ضعیف الاعتقادی نے غیر مذہب والوں کو خواہ مخواہ ترغیب اس امر کی دیدی کہ وہ گاوٹ کشتی سے انکی دال زاری کریں۔ ہندو کچھ شہنشاہ عالم شہنشاہِ ہند کو گاوٹ کشتی کی عام مخالفت پر مجبور کیا تھا زمانہ حال میں بھی کئی سیموریل اور سرحد اشتیں انگریزی گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہیں کہ ہندوستان میں گاوٹ کشتی بند ہونی چاہیے۔

اے ہمارے ہندو بھائی! گائے کے فضلات کا مذہبی رسوں میں لانا اور اسے تبرک سمجھنا محض جنون ہے۔ گائے کی عزت کرو اسکی پرورش کرو اسکی حفاظت سے صد فائدہ ہیں۔ اگر ممکن ہو اور قوموں کو بھی سمجھاؤ کہ اس ملک میں گاوٹ کشتی بہت نقصان دہ ہے۔ مگر گتانی صاف ایک بدیہی کی یہہ رتبہ نہ کہ اس کے فضلات تمہارے لئے تبرک ہیں۔ ایک تم ہی نہیں ہو جو گائے کی اتنی تعظیم کرتے ہو۔ جن میں کمال کے ساکن ہیں اسی طرح سے گائے کی عظمت کرتے ہیں۔ لیکن نہ اس قدر بعضی قوموں میں تمہاری طرح سے گائے۔ بہر حال اور خوش اور کئی جانور کا ذبح کرنا منع ہے۔ تم بھی خواہ کیٹیاں کرو کہ گورنمنٹ گاوٹ کشتی بند کرے اور

(۵۷)

گودان ہی ثواب سمجھو مگر بیج گو کا استعمال تمہارے بزرگوں کا مشارنہ مخفیہ تم غلط  
سمجھے ہو۔ اپنی نافرہمی کے اعتراف کرنے میں ندامت نہ سمجھو  
گائے کو بے شک گوما تا سمجھو مگر پھر خدا اپنی  
اصلی ماں سے بھی ایک پوشی کو  
زیادہ رتبہ ندو۔





# باب دوم

## موتراشی

موتراشی کا پتھر کے بعد پچھ کی رسم موتراشی ہوتی ہے جو موتراشی کہلاتی ہے۔ بعض خاندانوں میں لڑکے کے پانچ سال سے سات سال تک اور بعض میں کم و زیادہ سالوں تک سکوا دار کرتے ہیں۔ بعض خاندانوں میں نہایت مختصر رسم ہوتی ہے اور بعض میں لکھ اور مصارف زیادہ ہوتے ہیں بعض کسی کنوئیں پر اور عموماً سیتلا کے تھان پر موتراشی کیجاتی ہے جو چھک کی دیوی کا مندر سمجھا جاتا ہے۔ عموماً اس رسم پر بھی اخراجات غیر ضروری ہوتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ ایک برہمن کے لئے رسم مذہبی ہوگئی ہے۔ اور اسپر دو چار روپیہ زیادہ خرچ نہونا چاہئے۔ بعض اصحاب اب بھی خفیف خرچ پر اکتفا کرتے ہیں۔ مگر اسودہ صاحبیاں اسپر بھی اپنا خرچ دکھلانا چاہتے ہیں۔ اسودہ لوگوں میں اسپر اکثر اوقات فقیرانہ یا مالا خرچ ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو کسی بڑے شہر کی سکونت کی نصیت ہو تو اسکو برادری کی دعوت بھی کرنی پڑتی ہے۔

موتراشی کی رسم پر (جسے پنجابی بھڈن کہتے ہیں) پچھ کے سر کے بال منڈوائے جاتی ہیں اور ایک چوٹی صرف باقی رکھی جاتی ہے۔ زنا ر بندی اور کرایا کریم کے وقت بھی بال منڈوائے جاتے ہیں۔ ہمارے بہت سے ناظرین ہمارے ہم مذہب اور ہم قوم غائب متعجب ہونگے کہ کیوں ضروری رسمیات پر بال منڈائے جاتے ہیں۔ بعض آریا سماج کے ممبر یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ موتراشی پر بال سلئے منڈوائے جاتے ہیں کہ اس امر میں پچھ کے بال منڈانے سے بالوں کو مسام کشادہ ہوتے ہیں مگر یہ وجہ منقول معلوم نہیں ہوتی۔ اسوجہ کی تائید کسی مدعی طرح سے نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کیوں زنا ر بندی اور کرایا کریم کے وقت بھی بال منڈائے جاتے ہیں۔

[موتراشی]

[بال کیوں منڈائے جاتے ہیں]

ہم اس موقع پر دنیا کے وحشی - نیم وحشی اور مہذب قوموں کی رسم و تراشی کا حوالہ دیتے ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ ابتدائے پہ بھی کسی زندہ بزرگ کی عزت میں داخل تھا کہ بال مونڈ کر جاویں جس سے انکساریاں تک دکھلایا جاوے کہ گویا متابعت غلامی کے درجہ تک پہنچی ہے۔ اس لئے پرانے زمانہ میں جیسے غلام بناتے تھے اُسکے بال مونڈے جایا کرتے تھے۔ چھوٹے بال غلامی کا نشان ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ متونی بزرگوں کے لئے بھی بال منڈا کر عزت ظاہر ہونے لگی۔ پھر دلو تائوں اور دیویوں کے لئے بھی وہی قاعدہ جاری ہو گیا۔ چنانچہ ذیل میں ہم مختصر حال بعض قوموں میں اس رسم کی اظہار اطاعت کے لئے مروج ہوئے کا فلم بند کرتے ہیں یہی یاد کرنا چاہئے کہ بال مونڈنا بہت عرصہ بعد جاری ہوا ہے اُس سے پہلے انسانی اعضا کا قطع کئے جانے میں ہم پر زخم کئے جاتے تھے ناک کان چیدر جاتے تھے فصد کہوتے تھے یا چند قطرات خون کسی عضو سے نکالتے تھے جس سے اطاعت ظاہر ہوتی تھی بفرانگیر اب بھی جاری ہیں۔ بال مونڈنا انکا بقید رہ گیا ہے فحی قوم میں اگر کسی سردار قوم کی آؤ بہت منظور ہوتی ہے تو سب ماتحت اپنے بال کتر دیتے ہیں۔ انگلستان میں بھی بہت پرانے زمانہ میں یہ رسم جاری تھی۔ بادشاہ آرتھر کی روایتوں میں یہ درج ہے کہ ماتحتوں کی ڈاڑھیوں سے چوغی تیار ہوتے تھے۔ فرانس لگیا پنچویں صدی میں بھی کسی فکس آئے پر ماتحت اپنی ڈاڑھی کے چند بال اکھاڑ کر نذر کرتے تھے۔ کرب کے غلاموں کے بال ہمیشہ کاٹے جاتے تھے۔ یونانی اور سارون اپنے غلاموں کے بال کاٹ دیتے تھے۔ امریکہ میں بھی انگریز قوم کے داخل ہونے سے پھلایا ہی ہوا کرتا تھا۔ جاپان میں اب تک شاہ کی جماعت دھب کو کاؤ دیتے ہیں جب وہ جاگتا ہو نہیں ہوتی اور اُسکے سوتے ہوئے جماعت کی جاتی ہے تاکہ وہ غلام نہ سمجھا جاوے۔ جب بال منڈانے اظہار عزت ہے تو اس سے بزرگوں کی عزت متصور ہونے لگی۔ ڈبیکا سٹہ قوم میں مرگ پر بال مونڈے جاتے ہیں صرف ایک چوٹی باقی رکھتے ہیں اسبطح کا داب قوم میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ یونانی اور سارون بھی ماتم پر بال مونڈتے تھے۔ کسی بڑے آدمی کی وفات پر فوج میں سرنڈا اتی تھیں۔ چھوڑ دی ہی انگریز

روایتیں  
ل مونڈنا

کیا کرتے تھے اور بعضی دائری کے حصے منڈا دیے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ عزت دیوتا کو چھو دی گئی اور انکو سپرواظمہا رشتا بت میں بال منڈانے لگے۔

مہذب قوم یونانی لڑکے کے بال مونڈ کر دیا کے دیوتا کو چڑھایا کرتی تھی چنانچہ بعض ہندو کنوئیں پر مونڈن کرتے ہیں۔ روسن قوم بھی اس طرح سے لڑکوں کے سر منڈا کر بال کسی دیوتا کو چڑھایا کرتی تھی۔ یہودی قوم بھی جو اپنے خدا کے ساتھ بہت ہی قریب رشتہ بیان کرنے کا فخر کرتی رہی ہے گویا اپنے آپ کو منتخب قوم سمجھتی تھی۔ سر منڈانے سے خال نہیں تھی۔ خودات میں لکھا ہے ”۸ برس کے بڑے اپنی دائریاں منڈا کر اور اپنی گریبان چاک کر کے اور اپنے ماتھے میں خوشبو دار

چیزیں اور تحائف (جو ہندوؤں کی دھوپ اور ساگر گری کے مقابل سمجھنی چاہیے) اپنی خدا کو بیت اللہ میں حاضر ہوئے۔“ جس سے پایا جاتا ہے کہ یہودی بھی بال منڈانے سے اپنے خدا کی عزت سمجھتے تھے

قوم عربابی بھی محمد صاحب سے پہلے سر منڈانے اور دائری منڈانے میں پرستش سمجھتی تھی پسیر و قوم میں یہ رسم تھی کہ انھوں نے ایک اور ابرو کے بال اکھاڑ کر سورج دیوتا کو منڈ کر کے جانے گئے کیا ہندوؤں نے اور انسانی قوموں کی طرح مختلف مرحلوں سے گزرا نہیں کیا ہے؟ بیشک بال منڈانے اس طرح سے نہیں ہو سکتا تھا جو دائریوں میں بھی رائج ہوئے اور اب تک ہیں۔ بچوں کے لکڑی چھک بڑی خوشنماک تھی اور ہندوستان میں اسی لکڑی مونڈن سیستہ کے استہان پر ہونے لگا۔

زمانہ دی پر بھی بال دیوتا کو منڈ کر کے جاتے ہیں۔ اور ماتم پر بزرگوں کی عزت اس طرح ہوتی ہے کہ ان کے کہ زمانہ آو کہ ہندو قوم اعلیٰ مرحلہ تہذیب کو پہنچے یا اگر وہ کبھی تہذیب کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ کر پھر تو نہجات میں پڑی ہوئی ہے تو اپنی اصل حالت تہذیب پر نمود کرے لیکن وہ زمانہ ابھی تک

فی الحال رسم مو تراشی بھی جزو مذہب ہندو بن گئی ہے۔ ہمارا مشا را اس تحریر سے

اصلاح مذہب نہیں ہو۔ پس تالکھ کر لکھا کرتے ہیں کہ مونڈن کا

خرچہ اندازہ سے زیادہ بڑھا ہوا

ہندوؤں کا  
مونڈن

# باب یازدہم

## زنار بندی

مونڈن کرید زنار بندی ہوتی ہے۔ یہ رسم پنجاب کی دیگر قوموں میں نہایت ہی کم فرج سے ہوتی ہے۔ ہندوستان کی قوموں کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے مگر غالباً اپنی قوم کے اخراجات کا خیال کر کے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ضرور دیگر ہندو اقوام ہندوستان میں زنار بند کا خرچ زیادہ ہوتا ہوگا جن سے ہماری قوم نے نقل کی ہے اور غالباً ہندوستانی قوموں کے اخراجات پر کچھ زیادتی کشمیری پرنڈتاں نے کر دی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ بہت عادات میں تو مسلمانوں کی تقلید ہے۔ اس خاص رسم پر جہاں بقول ستہ مات ہندو بتا ہے زیادہ خرچ اس مصلحت سے ہو کہ ہندو دہرم کی پیروی میں دھن ظاہر ہو۔ ورنہ کشمیر میں تو زنار بندی پر برا کئے نام خرچ ہوتا ہے۔ زنار بندی کے سارے یا کچھ اطفال میں یہ دیکھ لایا جاتا ہے کہ گویا لڑکا اپنی گورو کے پاس تسلیم کے لیے بھیجا جاتا ہے اور وہ اسکو گرو منتر دیکھو جنگل کو برہم چرچ کی عمل بسر کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ دہرم شاستر میں کئی درجہ بچوں کی زندگی کے درجے کئے ہیں انہیں ایک وہ زمانہ ہے کہ وہ اپنی گورو سے تعلیم پا کر دنیا داری کے علائق سے پاک ہو کر تحصیل علوم کرے اور فقیرانہ زندگی بسر کرے۔ مگر اب تو نہ وہ گورو رہے اور نہ وہ جنگل رہے۔ اور نہ پرانے علوم کی ضرورت ہی اور نہ دنیا داری کے علائق کی سبب سے علیحدگی ہو سکتی ہے اب عرصہ ہو گیا کہ برہمن پرانے طریق سے زندگی بسر کرنے کی قابل نہ ہو۔ اب ہم چرچ بجا کچھ سالوں کو چند دنوں میں ختم کر دیا جاتا ہے۔ اس دو دن کے برہم چرچ کو بھی ایک مضحکہ بنادیا گیا ہے معلوم نہیں ہونا کہ کیوں اس قدر خوشی اس موقع پر کی جاتی ہے جبکہ ایک پرانی رسم کی محض نقل طفلانہ کرنی فی الحقیقت مقصود ہوتی ہے۔ دہرم شاستر کا برہم چرچ دھارنا تو اب سالہا سال بلکہ صدیوں سے موقوف ہو گیا ہے اور بجائے اسکے اب اگر کسی یادگار قائم کرنے کی

غرض جو اس رسم کو مثلاً اپنے مذہبی خیال کے تأیید رکھنے کے لئے کیا جاوے تو صرف جگ کرنا اور دو تین روز کا برہم چرچ کا نمونہ دکھانا کافی ہے۔ مگر جو کچھ فی الحال ہوتا ہے اس کو ہم مختصراً بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ مذہبی رسوم کے ساتھ جیاجوشی کے ولولہ نے کس قدر لطیف شامل کر دیا ہے۔ مثل شاوی یعنی از دواج کی رسوم کے لڑکے کو نوشہ بناتے ہیں پچھلے اسی طرح مہندی کی رسم ہوتی ہے۔ اُس پر برادری کی دعوت ہوتی ہے قطع پارچات کی رسم ہوتی ہے اور جگ پر اُسی نوشہ بننے والے لڑکی کو فقیر بناتے ہیں۔ بہن کی کہاں یا اُس کا گھر اُس کو پہنایا جاتا ہے۔ ایک سی اور سوتی زنار اُس کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ اور ایک لکڑی اُس کے ہاتھ میں دیکر ایک تہالی بطور کجکول اُس کو دیکھائی ہے (جو اگر تقری ہو تو بہت مستحسن ہے)۔ وہ اپنے گور دیئے اپنے عزیزوں اور حاضرین قوم سے گدائی کرتا ہے اور برکتا یعنی ایک ٹانگتا ہے جہاں رسی اور سوتی زنار اُس کے تن پر ہوتا ہے وہیں ایک طلائی زنار اُس کے زیب بدن ہوتا ہے جو ماموٹھا لاتی ہیں۔ یہ زنار طلائی اسلئے غالباً کرہا گیا ہے کہ طلا اور دولت کا نمونہ ہے اور گویا جنس لایا جاتا ہے کہ ماموٹھا لاتی زنار و تقویٰ و فقر کو دنیاوی دولت کے لالچ سے منسوب کر کے لڑکے کی طبیعت کو بدل دیا ہے۔

جہاں ایک لنگوٹی بندھوائی جاتی ہے اور ایک ہلکے گلابی رنگ کا کورتہ پہنایا جاتا ہے جو فقرا کے بہکوسے کپڑوں کے بجائے ہوتا ہے وہیں گلے میں کنٹھے اور ہاتھوں میں کڑے کے چوڑیاں اور بیلے یا خاخرہ پہنایا جاتا ہے۔ اور فقیر بن کر جب صاحبزادے گھر سے نکلتے ہیں تو اٹھی گھوڑی اور جلوس برات شامل ہوتا ہے۔ فقیر بن کر گھر سے نکلتے سے پشت پر کلفی اور سہرہ اور چیتا اُسی فقیر اور گدا کے زیب کیا جاتا ہے (گو وہ عموماً عاریتاً لیا ہوا ہوتا ہے) اور ایک خلعت مثل خلعت شانہ اُس کے زیب تن ہوتا ہے۔ گورو صاحب ہمراہ ہوتے ہیں۔ اور خود موہن پر شاگرد کسی ماتھی یا مکلف بگھی پر سوار ہوتے ہیں اگے اگے تحت رداں و باجر کوڑے گاڑیاں اور ان کے ساتھ کل ہائی برادری لباس مکلف پہن ہو چلتے ہیں اور پیچھے ان کے ایک فقیر شانہ لباس میں جاتا ہے پوچھے کہاں چلے ہیں اور کیا کرنے چلے ہیں صاحبزادے بہرہ اپنا لکھ چوڑتے ہیں تعلقات دنیوی ترک کرتے ہیں اور فقیرانہ زندگی بسر کر کے تحصیل علم کرنے

چلے ہیں۔ راستہ میں کسی ندی یا دریا پر سندھیا گر بیٹھے۔ اب سنئے کہاں جاتے ہیں اور کیا حاصل کر کے آتے ہیں۔ چنانچہ کسی نالہ یا لب دریا پر سندھیا گرائی جاتی ہے اور مامون صاحب ہمراہ ہوتے ہیں اور جنگی نسبت یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ وہ لڑکے کی ماں کی حب ہدایت اور لڑکے کی لپ کی رام کے مخالف متعلم کو شادی کا وعدہ اور ترغیب دیکر پھر گھر لے آویں گے کیونکہ ماں کو مفارقت گوارا نہیں ہوتی چنانچہ سندھیا ہو کر خود بخود ساری برات واپس آتی ہے۔ اور متعلم کو رو دو دنوں واپس چلے آتے ہیں۔ لڑکا اس ساری دل لگی کو سوائے تماشے کے اور کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ چند الفاظ کا تیری کے منتر کے جو اس کو غیبیہ کان میں جگ کے موقع پر سنائی جاتے ہیں۔ اور جسکی نسبت ہدایت ہوتی ہے کہ کسی کے سامنے نہ پڑھے وہ تیسرے دن اس کو بھول جاتے ہیں دوسرے روز کشک حوٹ ہوتا ہے جو آخری سین ہے۔ اس سے غالباً مراد یہ ہوتی ہے کہ طالب العلم اپنے گھر میں رہ کر رسوم مذہبی یعنی ہون وغیرہ کرتا رہے۔ اور گھر میں ہی تعلیم پاتا رہے۔ کشک ہوم اور واپسی برات سے پہلے جن دنوں میں زنا ربندی کی کارروائی ہوتی رہتی ہے گوردھنا جگ پر تک پڑتے رہتے ہیں۔ اور پوجا ہوتی رہتی ہے۔ اور بڑے زور سے اپنی حقوق و کھشڈا اور لباس وغیرہ کے لئے متقاضی و مصروف رہتے ہیں۔ اُدھر ستورات شیرینی کے تقسیم ہونے سے مصروف رہتی ہیں اور لباس فاخرہ اور قیمتی ہتھیار ہونے سے مصروف رہتی ہیں۔ اور بڑی خوش خوش اس روپیہ کو فیاضی سے خرچ کرتی ہیں جو انکو خاوندوں یا فرزندوں نے عرق ریزی اور محنت شبانہ روزی سے کمایا تھا۔ یا جسکے فرزندوں یا خاوندوں نے بڑی دقت سے قرض لیا تھا اور جسکے میاں کرنے میں وہ سالہا تک غلطاں اور پچاں رہینگے۔ یہ سارا خرچہ کس کام کے لئے۔ صرف ہندو بیٹے کے لئے۔ کیا ہندو بیٹے کے لئے سدا سو اگلی۔ یا نوٹا فقیہ کا سوانگ و زنا فردی ہے۔ البتہ اگر کوئی تشریکل کہنی برہمن کی برہمن حج سابقہ اور برہمن حج حال کی کوئی نقل کرے اور مختصر ادا کر لے کہ کس طرح سے حال کا برہمن حج دو دن میں ختم ہو جاتا ہے اور سابق کس طرح ہوتا تھا تو مضائقہ نہیں ہے۔ برہمن کو اس نقل سے اپنا پرانہ تواریخی زمانہ یاد

آسکتا ہے۔ اور شاید اسکو اپنی حالت موجودہ پر تاسف ہو یا اس میں تحصیل علم کیلئے کوئی حرکت پیدا ہو۔ مگر ہمارا خود ہی اپنی تفحیک کر کے خوش ہونا کیا فائدہ دیکھتا ہے۔ دیگر اقوام ہندو جو پنجاب میں رہتی ہیں ان مصارف میں بہت ہی قلیل رقم خرچ کرتی ہیں بسا اوقات تو کچھ ہی خرچ نہیں کرتیں کیونکہ عموماً وہ زنا شادی کے موقع پر بلا خرچ فرید الدیتی ہیں۔ ہر کو معلوم ہے ایک اچھی سیاست کے ایک کہتری دیوان درکن اعظم نے ایک لڑکے کی زنا بندی پر صرف ۵۰۰ خرچ کیا تھا اور اسپر اسکا پروت خوش خوش گیا تھا۔ البتہ استقدر کہنا ہمارا فرض ہر کجبت تک کوئی قوم ہندو ہے اسکو ہندو دھرم پر قائم رہنا چاہئے ورنہ اسکو دوسری ملت اختیار کرنی چاہئے۔ دھرم شاستر میں زنا بندی ایک ضروری مذہبی رسم ہے جیسا کہ عیسائیوں میں بپتسماسی عیسائی بنتا ہے۔ ویسا ہی ہندو میں زنا بندی سونہو بنتا ہے۔ اس کو لازم آیا کہ اس رسم کو ہم متروک نہیں کر سکتے۔ گورقم سطور کا ذاتی عقیدہ مروجہ ہندو مذہب کے بارہ میں کچھ ہے اس سے سوکا نہیں ہرگز ہر طرح سے ان صاحبان کو قابل عزت سمجھتا ہے جو اپنے مذہب پر عقیدہ رکھ کر اسپر عمل کرتے ہیں۔ انکو عقیدہ میں دست اندازی کرنا کسی کا استحقاق نہیں ہے۔ وہ اصحاب جو ہندو دھرم کا پورا پورا عقیدہ رکھتے ہیں اس امر کو مانیں گے کہ جلوس برات و نگہات اور مصارف زنا بندی جو اب رائج ہیں وہ مذہبی رسم زنا بندی کے لئے ضروری نہیں ہیں اور نہایت فضول طور پر ان میں آمینش کر گئے ہیں۔ مذہبی رسم تو فقط استقدر ہے کہ گوروڑ کے کو ہندو بتا دے اسکو نہ پوچھا سکھا دے اور اعمال نیک اور ذائقہ مذہبی کی اسکو ہدایت کرے جو برہمن کیلئے ضروری ہیں۔ علم دینیات سے اسکو آگاہی دے جس سے وہ پاکانہ زندگی بسر کر سکے۔ اس تعلیم کے لئے پرائے زمانہ میں اپنی نظر سے باہر جدید رہنا ضروری تھا۔ یہاں تک یہہیشک بلحاظ مذہبی عقیدہ کے قابل خوشی ہے کہ لڑکے کو زنا بندی سے ہدایت نیک سے ہی۔ پنجاب میں اوسط درجہ کی آمدنی کے لوگوں کی خلاصی بکھڑا روپیہ کم میں نہیں ہوتی۔ یہہ ہدایت کتنی گراں پڑتی ہے۔ اس سے کمتر آمدنی کے لوگ کسی صورت سے ساتھ روپیہ کم خرچ نہیں کرتے اور اچھے آسودہ حال لوگوں کے یہاں تو امتیاز نہ ہزار تک کی



نوبت پہنچتی ہو۔ کیا دیگر اقوام ہم پر شہر اور طعن کرنے کی وجہ نہیں رکھتی ہیں جب وہ دیکھتی ہیں کہ خواندہ اہمیدہ اور مہذب لوگوں میں اس بے تمیزی سے ایک محض مذہبی رسم پر استعداد خراج ہوتا ہے ہمارے احساس ہرگز زنا ریزی کے مروجہ اخراجات حد سے زیادہ اور ناقابل برداشت ہیں۔ بڑی بہاری کمی کر نیکی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ اخراجات محض فضول و زریہ پر بار کر رہے ہیں۔ البتہ گورجی کی فیس بہت کم نہونی چاہئے۔ کہ انگریز قہ کا قیام ہم لوگوں کی مدد پر چھڑ رہا ہے۔ گو ہم نے منع نہیں کیا ہے مگر وہ خود ہی دیگر اقوام ہندو سے متفرق ہر اُسے کچھ مفاد نہیں اٹھاتے اور جب تک یہ خیال ہمارے گور و صاحبان کے دلوں سے رفع نہیں ہوتا کہ اور ہندو قوموں سے حق خدمت لینے کی عیب نہیں ہے تب تک ان کی فیس نہایت ہی کم کرنا ان کو بہت لگجھٹ کر دیگا۔ ہم اس اصول کے قائل نہیں ہیں کہ ہمارے قوم کے لوگوں کو اخراجات مقرر ہو جائیں کیونکہ ہمارے خیال سے کہ کسی قسم کا مقرر کرنا ہی خود ترقی اور اصلاح کا مانع ہے کہ یہی رقم مقررہ پر تعمیل نہیں ہو سکتی۔ گو وہ امیر کو بعض اوقات بلکی معلوم ہوتی ہے غریب کو وہی زیادہ معلوم ہوتی ہے اور ہم کسی کو کسی خاص قسم پر پابند نہیں ایک قسم کا جبر خیال کرتے ہیں اس لئے ہم یہ سفارش کرتے ہیں کہ بعض رسوم ہی قطعاً بند کر دی جائیں۔ ناگہانگر اخراجات خود ہی بند ہو جائیں اور غریب امیر دونوں کو کفایت رہے۔ اور بعض میں قوم خود ہی کمی کرے۔ مثلاً ہم یہ سفارش کرتے ہیں کہ برات و جلوس اور نوشہ بنانا۔ لباس وغیرہ یعنی گوٹہ کنارے کے کپڑے لٹکے اور اس کے عزیز و نیکو بنانا موقوف کرنا چاہئے۔ برادری کی دعوتیں شیرینی و میوہ خشک کی تقسیم۔ دختران خاندان کے نذرانے قطعاً بند کر دی جائیں گورجی مہاراج کے لئے جوڑی نہی موقوف کرنی چاہئیں۔ نقری امن ہر دو یعنی وہ چچر جس سے ہون کر موقع پر ساگر می یعنی شکر و کول گٹے و روغن زرد آتشکدہ میں ڈالتے ہیں اور نقری تہالی موقوف کرنی چاہئے۔ بہکشا جاری رکھنی میں ہرج نہیں ہے کہ چوٹی چوٹی رقیب انا لیان برادری کو بطور خرافیت دینی ناگوار معلوم نہیں ہوتی۔ گورجی مہاراج کو ایک معمولی رقم فیس دینے میں چنداں خرچ نہیں ہے گو وہ ہی آہستہ آہستہ کم ہونی چاہئے۔ غرض زنا ریزی کو زنا ریزی چھینا چاہئے نہ کہ شادی۔



غور کرنا چاہیے کہ ہمارے نزدیک انہوں نے زمار بندی کی رسم قائم کی تھی اس رسم کو کیا مدعا تھا۔ ہندوہم کے مطابق زمار بندی سے انسان نیا جنم پاتا ہے یعنی اس سے مراد ایک خاص درجہ فضیلت مذہبی میں داخل ہونے سے لگتی ہے۔ بانیان مذہب نے زمار مذہبی خیال سے جاری کیا ہوگا۔ پارسی قوم زمار پنتی ہے اور ان کے مذہب میں اس میں دو تہاگوں کی یکجا گرہ ہوتی ہے ایک تہاگہ رحمان کی یادگار ہوتا ہے دوسرا پندران کی یادگار ہوتا ہے۔ ہندو کا لکیو پوت کا دھار کا ایک دوشیزہ ناکتھار کی سے کتو کتین تار بنائی جاتی تھی اور ایک گرو اہمیں لگاتے ہیں جسے برہم گنڈا بولتے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ ہندو مذہبی تہاگہ پنتی تینوں کے لیے بہترین تہاگہ مقرر ہوئے ہندوادی ہونے پر اسے پنتی اور تار شامل ہو جاتی ہیں۔

دنیا میں علم عرصہ سے مذہب والوں کا تقہ میں رہا ہے اور علمی فضیلت انہیں لوگوں کو حاصل ہے ہی جو علم دینیات والہاہیات کے شغل میں رہے ہیں۔ خالص علم مذہب کے ساتھ مخلوط ہوتا رہا ہے۔ اس طرح سے ہندوہم کا حال رہا۔ اکابران ذی علم ہر کہہ دہ کو علم کے خزانہ پر دست رس نہیں ہیں بہت بھلی ہے میں منتر گان میں پڑھ کر جاتے تھے اور انکو علامہ پڑھ کر کی مخالفت تھی زمار اس طرح سے ودیہ یعنی طالب علم کا نشان تھا۔ یورپ کے یونیورسٹیوں کی تواریخ پڑھ کر معلوم ہوگا کہ وہاں ہی علم مذہب والوں کی قدرت میں تھا۔ اور آج کل کے یورپ کی یونیورسٹیوں کے ہلوڈ۔ گون وغیرہ جو طالب علموں کے زیب تن ہوتے ہیں انہیں علامات کا بقیہ ہیں جو مذہبی اور علمی فضیلت کی سند ہوتی تھیں۔

اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ رسم زمار بندی جو ہندوؤں میں اب رائج ہے وہ ابیلاست صرف اس امر کی رہ گئی ہے کہ زمار پنتی والہاہندوؤں کی اعلیٰ ذاتوں میں سے ہے اس پر اتنی دھوم اور طعشق برسر ہے۔ اس دھوم و گما کے بعد ہندوستانی ہندوؤں نے حاجات کی وقت لکیو پوت کو کان پر رکھ کر اس کی ماضی عزت اب تک ادا کرتے ہیں۔ پنجابی صاحبان اتنا بھی نہیں کرتے۔ وہ اس کو کچی باندھنے کے

کام میں لاتے ہیں۔ کیوں نہ ہو انکو لکیو پوت

کیسا ارزاں حاصل ہو جانا

## باب دوازدہم

### ازدواج بینی شادی

زنار بندی ہو جانے سے یہہ سمجھا جاتا ہے کہ لڑکا برہم چرچ ختم کر چکا۔ اور خواہ وہ اپر پر امر کی جماعت میں پڑھتا ہو سمجھا جاتا ہے کہ لڑکا تحصیل علوم کر چکا اور شادی کے قابل ہو گیا۔ عموماً بارہ سال کی عمر میں زنار بندی ہو جاتی ہے اور شادی اُسکر دوسری تیسرے سال ہو جاتی ہے اتنا شکہ ہے کہ ہماری قوم میں دودھ پیشیوں کی شادی نہیں ہوتی ہے۔ اور نہ نسبت ناطہ شکم مادر میں ہوتا ہے جیسا کہ پنجاب کی اور قوموں میں رائج ہے مگر ہماری قوم بھی صغرسنی کی شادی کر سکتے نہیں ہے۔

### صغرسنی کی شادی

صغرسنی کی شادی کے قیو حات بیشمار رسالوں اور لکچروں میں مضر بحث میں آچکی ہیں اور وہ دلائل جو اُسکر مخالف پیش کی جاتی ہیں اب اس درجہ تک عام ہو گئی ہیں کہ بچہ بچہ جانتا ہے۔ مگر باوجود اسکے بھی یہہ مسئلہ ہنوز حل طلب ہے کہ آیا باشندگان ہند کے بچوں کی شادی نابالغی کی حالت میں ہونی چاہئے یا کہ جب یہہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر سن نابالغی میں شادی بچکان کی ہو تو اُسکا ضروری نتیجہ یہہ ہوگا کہ مرد و زن خود اپنی پسند پر شادی کریں گے۔ سن بلوغ کے بعد والدین کا اپنی اولاد کو شادی پر مجبور کرنا استحقات ختم ہو جاتا ہے۔ کیا ہندوستانی یہہ رسم برداشت کریں گے کہ انکے گھر میں غیر مردوں کی آمد و رفت اس غرض سے جاری ہو کہ وہ اپنی بیوی پسند کر کے واسطے اُنکی لڑکیوں کے ساتھ اختلاط کریں۔ بے تکلف ہو کر مزاج شناسی کریں اور عشقیہ پیشکشیاں لکریں؟ کیا ہندوستانی یہہ برداشت کریں گے کہ اُنکی لڑکیاں خود شوہر پسند کریں۔ یہیں پورا یقین ہے کہ جس روز شادی نابالغان ہندوستان کہیں ہندو قوم میں بند

صغرسنی  
کی شادی

ہو گئی اسی روز سے والدین کی حکومت اپنی اولاد کی شادی کرنے میں ختم ہو جاوے گی۔ انکی صرف صلاح کاری باقی رہ جاوے گی۔ اور اس مرحلہ تک پہنچنا ہو گا جس مرحلہ تک یورپین قومیں پہنچی ہوئی ہیں۔ یعنی مرد و زن اپنی مرضی سے خود شادی کرنے لگیں گے اور وہ کل قبوحت جو اسوجہ سے یورپین قوموں میں رائج ہیں اس رسم کے ساتھ ہی ہندوؤں میں داخل ہو جاویں گی۔ کنوارے مرد و عورت کی بے روک اختلاط سے جو نیا کچھ ہونے چاہئیں وہ پیدا ہونگے اور خوش جوانی کی عمر میں جو نا تجربہ کاری کیوجہ سے نامناسب ازدواج ہو جائے گے ہیں بہت سی شادیوں کو ناخوش اور منعقد کریں گے۔ بلکہ یورپیوں کی نسبت زیادہ بد مذہبی ہونیکا اندیشہ ہے کیونکہ ہندوؤں کی شادی ناقابل افساخ ہوتی ہے اور طلاق کی قانونا اس اصول مذہبی پر اجانت نہیں ہے کہ شادی سے دوامی و روحانی رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

دوسرا سہیلوپی دیکھنا چاہیے کہ اگر نابالغی کی عکس شادی کی رسم اس طرح جاری رہی تو اسکی قبوحتا تو نظر آ رہی ہیں اور روز بروز محسوس ہو رہی ہیں۔ ہندوؤں کی نسل کمزور ہوتی جاتی ہے ہزار ہا بچے قطر تا تندرست پیدا نہیں ہوتے۔ انکی بیماریاں انکے بلوغ کے قریب طبع میں آتی ہیں۔ اور شادی بلوغ سے پہلے ہو جاتی ہے انجام یہ ہوتا ہے کہ ہزار اُمیوہ ہو جاتی ہیں۔ بعض تو بہت ہی کم عمر میں بچہ ہو جاتی ہیں۔ اور دوسری جانب یہ ہوتا ہے کہ ہزار ہا لڑکے بیوی بچہ قبل از وقت مرجانے سے پر شادی کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ ازیں قبل سینکڑوں قباحتیں شادی صنفِ ثانی پر موجود ہیں۔ دراصل کوئی رسم ازدواج کی ایسی نہیں ہو سکتی جس میں کوئی نہ کوئی خرابی نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ کتنی خرابی کس میں ہے۔

اس کا جواب نہایت مشکل ہے۔ غالباً بتدیی ہندوؤں کا ہی میلان کچھ عرصہ گذر کر یہ ہو جاوے گا کہ صنفِ سنی کی شادی بند ہونی چاہئے۔ مگر یہی اس بات کو بہت عرصہ چاہئے۔ تاریخ ہندی پایا جاتا ہے کہ ہندوؤں میں ہی ابتدا میں شادی سن بلوغ پر ہو چکی تھی پسند ہو کر تھی غیبا لبا اس کے قفس معلوم ہو گا مگر اسکا علاج نہ ہو سکا اس لڑکے صنفِ ثانی میں شادی شروع ہو گئی جواب صدیوں سے جاری ہے۔ اب اسکو

نقصان ہی محسوس ہونے پر پہرہ ابتدای حالت پر عود ہوگا۔ غالباً ہندوستان کی قوموں میں کورٹ شپ جیسا ہی ہونی و سبشوا ہے کشمیری پنڈت ہی علی ہذا اسد جہ تک بٹن ہو کر تیار نہیں ہیں۔ اس کو زیادہ سے زیادہ بالفعل اصلاح یہ ہو سکتی ہو کہ شادی کے لیے کسی قدر بڑا دیجاوے۔ اور لڑکوں کے کوٹھوٹا سال اور لڑکیوں کے کوٹھوٹا سال شادی کیلئے بڑا ہی چاہتی ہے۔ یہ بہ ہی قابل فور ہو کہ لڑکوں کی شادی کر دینا جو اپنا آپ بوجہ اٹھانے کے ہونا معلوم نہیں ہوتے انکو ساتھ سخت ظلم کرنا ہے اور انکی زندگی تلخ کرنا ہے۔ ہم کسی قدر اپنے نفسوں کو احاطہ سے تجاوہ کر گئے ہیں اس کو اتنا کہ کفایت کرے کہ ہمیں کہ شادی سفر سنی بچہ کے برخلاف ہو۔ اور بھلا بلوغ کی شادیوں میں بد انتظامی سے چند نقص ہوں۔ مگر جو نقصان عظیم کسی قوم کی نسل کمزور ہونے سے ہوتے ہیں اس کے ہم تلک کوئی ہی نقصان نہیں ہو سکتا۔ البتہ سن بلوغ کی خود مختار شادیاں کیوں اسلئے فرقہ نشین کو جہالت کی حالت سے نکال کر اس بے احتیاطی اور گھوجی سے بچانے کیلئے انکو مسلہ کرنا پڑیگا جو انکی سادگی اور کم عقلی کے باعث سرانے ظہور میں آنی بعید نہیں ہو۔ بالفعل ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کشمیریوں کے بیاہ کی موجودہ رسوم اور اسکو اخراجات میں کچھ تا تک اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہ معاملہ بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ حکوت قبیل کامل ہو کہ وہ عرصہ بہت بعید نہیں ہو۔ جب ہماری قوم کے لوگ این امور میں اصلاح پذیر ہو جاویں گے جنہیں انکو کوئی مقابل فریق نہیں ہے۔ مثلاً رسوم سوڈن و زمار بندی وغیرہ میں مگر بیاہ کی رسوم ہمیں اصلاح جلدی نہیں ہو سکتی۔ گواہیں ہی شک نہیں ہو کہ اس میں ہی خاطر خواہ اصلاح کسی نہ کسی وقت رفتہ رفتہ ضرور ہو جاوے گی۔ وجہ یہ ہے کہ بیاہ کے معاملہ میں فی الحقیقت ظاہر پانچ فریق ہوتے ہیں اور ایک چٹھا فریق ہی کچھ کم اثر نہیں رکھتا۔ اول پسو کے والدین۔ دوم اس کے تنہال جو بڑے خسرال والے کہلاتے ہیں۔ سوم دختر کے والدین۔ چہارم اسکو تنہال۔ پنجم دختر اس یا دیگر کو احقان جو والدین دختر اور پسو کے خاندانوں سے رقوم مقررہ کے دعویدار ہیں۔ اور ششم بڑا جسکو ہم نے سب سے اخیر پر لکھا ہے۔ مگر وہ سب سے زیادہ زبردست ہے ایسی اصلاح کی امید

شادی پر  
چھ فریق  
متعلق ہیں

جس پر ان ساری فریقوں میں کوئی قابل ذکر بد مزگی پیدا ہو تب ہو سکتی ہے جب یہ سب فریق اصلاح پر رضامند ہوں یا کم از کم اصلاح کو برداشت کر سکیں جو بہت مشکل ہے۔ اور صرف اسی حالت میں ممکن ہے کہ والدین سپرد دختر کے سوا بے باقی فریق اپنی معاملات میں بھی اسی اصلاح کو پسند کریں اور خود مرضی یا نکتہ چینی کو برطرف کریں۔ ممکن ہے کہ روز بروز خیالات میں ترقی ہو اور اصلاح آسانی سے ہو سکے۔

اصلی طرح سے  
شرح ہوگی  
ہم کو یہ امید ہے کہ اصلاح اس طرح سے شروع ہوگی کہ کسی موقع پر سپرد اور دختر کے والدین ہم خیال بن جائیں گے اور وہ حوصلہ کر کے اصلاح کر دیں گے۔ گواہی نہ ہال یا لواحق ناراض ہیں۔ انکی ناراضگی بھی بعد چند ہی دور ہو جائیگی اور وہی رشتہ دار پر اسی موقع کو اپنی لئے نظیر قائم کریں گے۔ ہمیں شرط یہ ہے کہ ہم خیال جانین ہر دو صاحب حوصلہ ہوں ورنہ کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ اس امر کی ہلکے کم امید رہنی چاہئے کہ ایک فریق ایک خیال کا ہوا اور دوسرا فریق دوسرے خیال کا ہوا اور اصلاح آسانی سے ہو سکے۔ ہاں البتہ اگر کوئی صاحب باوجود اپنی فریق مقابل کی نارضامندی کو بھی کوئی اصلاح جاری کریں تو نہ تو نصیب ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر کبھی ایسا ہوا تو سپرد کے والدین کی جانب سے ممکن ہے۔ دختر کے والدین کی جانب سے نہایت مشکل ہے کیونکہ دختر کے والدین لڑکی کے حق میں ایسی کاری کر کے پرامدادہ نہیں ہو سکتے جیسے وہ اپنی خسرال میں دق اور ناخوش ہے۔

افسوس ہے کہ ہماری برادری ایسی پر لے ورجہ کی نکتہ چیں اور عیب جو ہے کہ اصلاح کے نام سے ہر گنتی ہے اور اگر کوئی اُس میں سہ قدر سے مبادرت کرتا ہے تو اُس کو تقویت دینے کے بجائے اُس کا ٹھکراؤ آسانی ہے اگر کوئی مفہم کی پرواہ کرنا اپنی بے عقلی ہے قوم خود ہی رفتہ رفتہ رضامند ہو جائیگی۔ ان کو خود افراد اسی قسم کی نوبت آنی والی ہے دلیس سب کہہ دے مہالان میں گو بظاہر وہ کچھ ہے کیوں نہ کہیں۔

مستورات کے  
بظاہر کی بات  
شاید نہ وہیں کوئی بھی ایسی قوم نہیں ہے جو اپنی مستورات کے احکام کی استقامت پابندی اور پیروی کرتی ہو جب قدر کشمیری منڈت کی قوم ہے۔ ہماری قوم میں قانون ہوم مستورات کی زبان پر چھڑ

کہتا ہے کسی مرد کے پاس سوائے حاصلِ صحاب کے جبکہ بہت کالج کرنے پڑے ہوں یا جو خفیہ دہریا  
پٹنے کا اشتیاق رکھتے ہیں کوئی معیار کسی قسم کی قوم ادا کر نہ سکا نہیں ہوتا ہے۔ اسکی صلاح کا وہ کم  
عقل مستورات ہیں جنکی خمیر میں خود نمائی اور خود پسندی اور فضول خرچی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے  
اور جو فضول خرچی کی مرد کوٹ کا کٹن سے بچانے کی لہر نہایت بھاری و سرفارش کرتی رہتی ہیں۔ آج کل  
اگر کوئی نوجوان اپنی بیوی کو کسی اصلاح پر آمادہ کر لیتا ہے تو اسکی والدہ صاحبہ نہیں مانتیں۔ اگر والدہ  
صاحبہ رضامند ہیں تو ہمیشہ صاحبہ نہیں مانتیں۔ اگر ہمیشہ صاحبہ مانتی ہیں تو بیوی صاحبہ نہیں  
مانتیں۔ اور علیٰ نہا۔ اگر سب گھر کی مستورات رضامند بھی ہو جائیں تو اس کے اور لواحق اور شہداء  
عورتیں دادیلا اور طعن کر کے اصلاح کی توجہ کو توڑ دیتی ہیں اور آخر وہی ہوتا ہے جو انکی نالائقی راہِ قرار پاک  
مرد ناچار اپنی بزدلی کی وجہ سے مجبوراً اور ان کم عقلوں کی محتاج مثل جانور کے انکو اگر جو بچا وہ بچائی ہیں ناچر ہیں  
وجہ کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کشمیری قوم کے مردوں میں مارل کیچ یعنی راہی اور عمل کا حوصلہ نہیں ہے  
جہاں شجاعت تو درکنار اپنی راہ کی شجاعت بھی نہیں ہے۔ کشمیری کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ خواہ وہ عیاش  
ہو خواہ نیک عیاش ہو اپنی عورتوں کے سامنے منور ہو۔ اسکی طبیعت میں حسن پرستی ہر مستورات اُسپر  
بجلیا کر رہتی ہیں۔ جو کشمیری عیاش ہیں اور اپنی عورتوں سے مانوس نہیں ہیں وہ بھی سو کم مبالغہ میں  
زن مرید ہیں۔

مردوں کا  
خیال صحیح  
ہو چاہیے

مگر عین باوجود اگر بھی یقین ہو کہ مستورات کے خیالات صرف مردوں کے خیالات کے آئینہ ہوا کرتے ہیں۔ اسوقت جو مستورات کے  
خیالات ہیں وہ پرانے زمانہ کے مردوں کے خیالات کا آئینہ ہے۔ نئے زمانہ کے مرد بتدریج انہیں نئے خیالات اثر پذیر کر رہے ہیں۔ اگر گرفت  
نے اس قوم کی ہستی کو قائم کرنا تو ہم کو یقین دہانی ہو کہ عورتیں اصلاح کی سداہ رنگی ہو کر ضروری علوم ہوتا ہے کہ ہر گرجم  
مردوں کے خیالات کو صحیح کر نیکی کوشش کریں ہر گرجم یقین ہو کہ کچھ عرصہ بعد انکی عورتیں بھی اسی خیال کی ہو جائیں گی۔  
اگر مسئلہ ہو تو یہ ہے کہ مردوں ہی کے خیالات یاہ کی ہوتا ہیں درست نہیں ہیں۔ پس لازماً اور تو قسم کہ بہت سے  
اہل لیس مرد موجود ہیں جو لکیر کرتے ہیں۔ اور اکیلے ہی گڑبڑ سامنے آتے ہیں۔  
مگر تا بہ کے۔

## باب سیزدہم

### وجوہات کثرت مصارف شادی و نکاح

واقعی انسانوں کے عجیب خیالات ہیں۔ اکثر شہری پنڈتوں کے اور بھی زیادہ عجیب تر ہیں۔ ہندوؤں میں پسپا پیدا ہوا۔ شادیانے بچہ شروع ہوئے۔ لڑکی پیدا ہوئی علم شروع ہوا۔ اکثر شہری پنڈت کے دلو تو لڑکی کی پیدائش کا خاصہ صدمہ پہنچتا ہے۔ کیوں؟ کیا قدرت کا یہ حکم ہے کہ ہم نرینہ اولاد کی پیدائش سے خوشی ہوں۔ اور مرنٹ اولاد کی پیدائش کو غموم ہوں۔ ہرگز نہیں ہر دو پیدا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ سلسلہ پیدائش قوم انسانی بند ہو جاوے۔ سرکاری مادہ ہواؤں کو کیا خوب

کہا ہے کہ ہندوؤں جیسی کوئی قوم دنیا میں نہیں ہے جو اس قدر خود اپنی پیدا کردہ مصیبتوں میں جن کو وہ خود روک سکتی ہے مبتلا ہو۔ ہماری قوم میں کیا بلکہ سب ہندو کی قوم میں دختر کی پیدائش کم و بیش ناامانم ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے بزرگواروں نے انات کے حقوق کم کر کے تھے انکو مال بقولہ جیسا درجہ دیا اپنی خاندان کا کوئی غرونہ سمجھ کر انکو قابل خیرات سمجھا اور وراثت کا کوئی حق انکو دنیا فو کردہ راجہ علاج۔ جو بات خلاف قدرتی قانون کے ہوگی۔ اس سے انسان شیمان ہوگا۔ اور نقصان زیادہ اٹھائیگا۔ گو ہندو قوم اس اعلیٰ درجہ کی تہذیب کے دعویٰ کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ایسی تہذیب کسی دیگر قوم کو نصیب نہ ہوئی ہے۔ مگر عورت کی ذات کو وہ کچھ نفیلت نہ دیں گی۔ بموجب بنائے شادی ہونے سے دختر کا گوت بدل جاتا ہے اور وہ دوسرے خاندان میں شامل ہو جاتی ہے۔ اور اپنی اصلی خاندان سے اسکا تعلق روحانی منقطع ہو جاتا ہے۔ شادی ہو جانے پر اسکا بمقابلہ عیدیاں حق وراثت نہیں ملتا۔ اور بیوہ ہونے کی حالت میں بھی از دواج منقطع نہیں ہوتا اور از دواج ثانی نہیں کر سکتی۔ لڑکا اس قدر نفیلت کرتا ہے کہ وہ باپ کو دواج سے بچاتا ہے اور اسکی ذریعہ سے باپ کل گناہوں سے پاک ہو کر بہشت کو جاتا ہے۔ اصل امر یہ ہے کہ لڑکا قوی ہوتا ہے۔ اور والدین کے زیادہ کار آمد ہو سکتا ہے

انات کے  
قانونی حق



لکلی قوی نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ دختر دوسرے مرد کے سپر ہو جاتی ہے جس سے اس کا تعلق محبت کا فردی ہے۔ اور لڑکا فاندان میں ایک اور عورت شادی سے لے آتا ہے جو نہ صرف فاندان کی تعداد کو اپنی ذات سے بڑھاتی ہے بلکہ اور مہر پیدا کرتی ہے۔ پس قدرتا پسر کی قدر زیادہ ہونی چاہئے تھی مگر نہ اس قدر کہ جتنی ہندوؤں میں ہو گئی ہے۔ خود غرضی نے پسر کی ضرورت اس درجہ تک زیادہ کر دی ہے کہ ہندوؤں کے مجوزان قانون نے نہ صرف تنہیت کی اجازت دی ہے بلکہ نیوگ (جس کے دوسرے معنی زنا کاری ہے) اولاد زینہ پیدا کرنے کے لئے جائز کر دی۔ گو اب رواج نہیں رہا اور شلوکوں کی تعبیریں مختلف ہونے لگیں ہیں مگر اکثر پڑت کہتے ہیں کہ فی الحقیقت ویدوں سے لیکر منوسمرنے تک احکام موجود ہیں کہ بیوہ اپنے فاند کے روحانی فائدہ کے لئے بچات ہوگی اور لاد زینہ غیر مرد سے پیدا کر سکتی ہے۔ لیکن ازدواج ثانی نہیں کر سکتی اس سے زیادہ خیرتی اور بے حیائی کیا ہوگی۔ مگر واہ رے نقیب آریہ سماج کے فی زمانہ بعض مہر ٹرے زور سے اب تک نیوگ کے موید ہیں اور اس کو مہذب سمجھتے ہیں۔ خیر اس مباحثہ کو ترک کیا جاتا ہے تہذیب نے آخر نیوگ کے بجائے تنہیت قائم کر دی قوم کشمیری میں تنہیت کا میدان اور زیادہ فراخ ہے کہ بیوہ کو گوارہ دلج ثانی کی اجازت نہیں ہو مگر وہ اپنے فاند کے بعد یونہی اجانت اور رضا مندی کے بغیر اور اس کے مخالف تہمتی بنا سکتی ہے جس کی سینکڑوں نظیریں ہماری قوم میں موجود ہیں۔ اب یہ ملاحظہ ہو کہ ایک طرف تو قانون انسانی جو لکھنؤ کے ورثہ سے ہم کو ملتا ہے۔ اور دوسری طرف قانون قدرت جو والدین میں تقریباً ایک جیسی محبت اپنی اولاد کے لئے پیدا کرتا ہے۔

دونوں قوانین کی متابعت ضروری ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ہندو یہہ جاکم لکھی وفات پر لکھی ذریعہ زیادہ کو کوئی ورثہ نہیں ملے گا اور کل ورثہ کے مالک فرزندوں ہونگے اپنی حیات میں لکھو اس قدر دیدنا چاہتے تھے جو انکو حقہ وراثت سے کم نہ ہو۔ چونکہ حقہ وراثت کا صحیح اندازہ کسی کی حیات میں نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے والدین حتی الوسع زیادہ ہی دینے کی کوشش کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ اس طبع کی کثرت مصارف شادی و ختراں کی رسم قائم ہو گئی ہے۔ اصلی خیال جسے رسم پیدا کی تھی وہ تو بھول گیا اور قانون



قدرت کے خلاف ورزی نے یہ ہنرادی کہ وہ رسم اب چوٹی مشکل ہو گئی نتیجہ یہ ہے کہ بسا اوقات بجائے دختران کے محروم الارث ہونیکے پسراں محروم ہو جاتے ہیں۔ اب وقت یہ ہے کہ دہرم شاستر تو بدلنے سے رہا۔ اور اسکی پیروی لازم ہے۔ ہم اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے ہیں کہ پھر اُسی خیال کو تازہ کریں جس نے مصارف شادی دختران زیادہ کر تھی اور اپنی دل میں یہ خیال کہہ کر خراج کریں کہ ہمارا اثاثہ کا حصہ رسدی دختر کو پہنچنا چاہیے اور اسے مقدار اسکو بے نال دیدیں۔ جو اصحاب یہہ رائے کہتے ہیں کہ ایک نہایت قلیل خرچہ شادی دختران کر کے اپنی گہری آنکھوں کو نصرت کر دیں۔ ہماری دانشت میں وہ راستی پر نہیں ہیں اور نہ انکی رائے کی تائید میں کہیں کامیابی ہوگی۔ وہ یہہ سمجھتے ہیں کہ عیسائیوں اور بہت سے مسلمانوں میں دختران کی شادی پر پیرائے نام خرچ ہوتا ہے ویسا ہی ہماری قوم میں خفیف خرچ ہو مگر وہ یہہ بھول جاتے ہیں کہ اور مذاہب میں دختران کی بلکہ کل فرقہ انات کو ایک منزلت حاصل ہے اور وہ فہرست در ثنائیں داخل ہے۔ ہنود کی طرح ان کے ہاں کنیا دان نہیں ہوتا ہے۔ جسکے دان کرنے پر انسان ناپاک ہو جاوے اور پرستش کی ضرورت پڑے جو شہر یوں میں ملے ہے۔ بلکہ ان قوموں میں بھی جہاں رواج نے قانون کو منسوخ کر دیا ہے اور لکھیوں کو محروم الارث کیا ہے اخراجات ہیز و دیگر مصارف زیادہ ہو گئے ہیں۔ دوسرا ہر سن مصارف شادی دختران زیادہ کر دیے ہیں یہہ کہتے ہیں میں بیوہ کے لے کر ازدواج ثانی جائز نہیں ہے۔ اور والدین اسکو زیور وغیرہ دینے میں اس امر کا بھی خیال نہ ہو کہ وہیں سے غائب نہیں کر سکتے کہ لڑکی کی حالت بیوگی بالکل محتاج نہ ہے اور اسکی پاس کافی استری وہیں رہے جس سے وہ اپنا رتبہ اپنی خیرال میں قائم رکھے کہ ہر عمارت راسخ ناقص میں یہ خیال کرنا کہ لکھیوں کو مشکل پیشی کے حوالہ کر دیا جاوے ایک بیوہ بات ہے اور نہ ہم یہہ خیال کرتے ہیں کہ شادی کے موقع پر خواہ پسہ کی خواہ دختر کی ہو کوئی نہ کوئی سامان خوشی موجود نہ ہو۔ یہہ بالکل خلاف قدرت ہوگا اور ممکن نہیں کہ کل سامان خوشی موقوف ہو جاوے۔ ہاں البتہ انہیں قدرے تخفیف ہو سکتی ہے اور یہ کہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی تعداد متین کسی رسم کے اخراجات کی مقرر ہو جاوے۔ کسی لوگ یہہ کیا کرتے ہیں اور ہم خود بھی کیا کرتے تھے کہ ہماری قوم کے امیر لوگ مصارف کم کر کے بڑا نہایت غریب لوگ

بہت و غیر شادی  
دختر پر خرچ  
زیادہ ہوگا

قایدہ ہو اور انکی لئے نظیر قائم ہو۔ مگر اب ہماری رائے بدل گئی ہے کیونکہ ایک امیر کے ساتھ گفتگو  
 کرنے سے ہم لاجواب ہو گئے تھے۔ اس امیر کا یہ جواب تھا کہ ہم معارف کم کیوں کریں۔ ہماری پاس  
 روپیہ ہے ہم خرچ کریں گے۔ آپ کیا حق ہو کہ آپ روکیں۔ اگر آپ کی پاس نہیں ہے آپ خرچ نہ کریں  
 البتہ آپ کا حق یہ ہے ہو سکتا ہو کہ ایسی رسوم مذموم کو روکنے کے لئے کہہ سکتے ہیں جو خلاف تہذیب ہوں۔ ہمارا  
 خرچ کرنا آپ کے لئے کوئی نظیر نہیں ہے ناں اگر آپ بے حیثیت ہو کہ ہماری برابری کرنا چاہتے ہیں در برادری  
 میں برابر کی نیک نامی چاہتے ہیں تو آپ غلطی پر ہیں۔ اور اس کا نتیجہ اٹھائے آپ بے حیثیت اپنے  
 خرچ کیجئے۔ اگر آپ کو کوئی طعن کرے گا تو وہ بیوقوف ہے اسکی پرچہ انکھجئے اگر آپ اپنی غیبی کو چھپانا چاہتے  
 ہیں اور اپنی تہیں امیر کو دکھانا چاہتے ہیں تو یہ بے تکلیف و قرض کے نہیں ہو سکتا۔ ہم لاجواب ہو گئے  
 اور واقعی امیر کا جواب معقول تھا یہ غیبیوں ہی کی غلطی ہے کہ چادر سے بڑھ کر پاؤں پہ چھلانگیں اُن کو  
 مناسب ہے کہ ایک جھوٹی واہ واہ کو جو وہ چارمنٹ انگوٹھی ہے اپنی آپ کو مصیبت میں ڈالیں۔  
 امیروں سے ہم کو کوئی توقع اصلاح کی نہ کہنی چاہئے وہ اپنی روتھ نشہ میں سرشار ہیں البتہ  
 امیروں کو ہم صرف دوستانہ نہ بطریق برادری یہ نصیحت کر سکتے ہیں کہ وہ  
 روپیہ کو ضائع نہ کریں وہی روپیہ جو ضائع کرتے ہیں کسی اور نیک کام میں صرف  
 کریں۔ مگر ہم اپنی آرام کیلئے انکو اپنی برابری چاہتے  
 مجبور کر نیکا کوئی استحقاق نہیں  
 رکھتے۔

# باب چہارم

## مدعا و ازدواج

مصارف کی تفصیل کا ہم بعد میں ذکر کریں گے۔ اُس سے پہلے ہم ایک امر کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہماری قوم پر نسبت سابق ازدواج کا مدعا غلط سمجھنے لگی ہے۔ پُرانے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ شریف اور پہلے مانس ہم حیثیت خاندان کی تلاش اپنی اولاد کے یا سہی کیلئے کرتے تھے جانیں کر ہم حیثیت ہوئے میں بہت آرام تھا۔ اور فی الحقیقت یہ ہی مناسب تھا۔ اب الدین دختر ازدواج دختر کو اپنی بربادی تصور کرتے ہیں۔ والدین سپر اپنا وسیلہ آمدنی جو دو طرح کی ہے ایک یکمشت باقی جاگیر سالانہ۔ اب خواہ والد دختر اپنا خاندان بیک شادی کرے۔ والد سپر یہ ہی سپر نہیں ہوتا۔ یہ ایک اور بیہودہ اور کینہہ رواج اب حال میں شروع ہوا ہے کہ کسی لڑکے کو نا طہ قبول کرنے میں یہ پوچھا جاتا ہے کہ دختر والے پہلے پہر بتلاویں کہ کتنی تان دیں گے۔ تان سے مراد تان موسیقی نہیں۔ یہ تان سے مراد ایک پیار ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کل سوم کی رقوم اُسی انداز میں بڑھتی جاوے گی جتنے تان تمہارے ہو جاویں۔ اس وقت جو والدین سپر ہیں کسی خوش ہو رہے ہیں کہ کسی نہ کسی گھر بربادی لاکھ تمہارا بیٹے۔ چند سانوں تک جاگیر دار بنیں گے۔ والدین دختر اس فکر میں ہیں کہ شادی کیونکر کرنا ہوگی۔ گویا اب ایک جانب شادی سبیل آمدنی ہے۔ اور دوسری جانب صورت بربادی ہو رہی ہے وہ پاک و عالی رشتہ جو ہماری بزرگوں نے مرد و عورت میں بظاہر دکھلایا تھا وہ یہاں اٹھراکھ شادی صرف روپیہ کی واسطے رہ گئی۔ کیا انگریزی تعلیم اور زمانہ حال کی تہذیب کے یہ ہی معنی ہیں۔ ہماری دانست میں وہ لوگ قابلِ فخر ہیں جو ازدواج کے معاملہ میں روپیہ ہی علت غائی سمجھتے ہیں۔

ازدواج غائی

تازہ دولت خاندان

دوسرا ایک اور تازیبا رواج پیدا ہو گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہماری قوم کی تازہ دولت اصحابِ جنگِ باب دادا تمول نہ تھے یا جو خاندانی نہیں کہلاتے۔ یا جنگِ باب دادا نے کبھی کوئی رٹیل پیش کیا ہے اور اب وہ چھوڑتے ہیں

ہیں وہ اس خاندانی گھر میں لڑکی دینی چاہتے ہیں جو کسی زمانہ میں اچھا رہا ہو۔ خواہ اب وہ نان شبینہ کو  
 محتاج ہو اور خاندان کی بجا کجی اب صرف پاندان رہ گیا ہو۔ صرف اس بات کو فخر سمجھتے ہیں کہ انکا سلسلہ  
 نسبت خاندانی لوگوں میں ہو گیا اور انکو دماغ دھوکہ لگی جہاں طلب ہو وہاں سلمان مہیا ہو جاتا ہے غریب  
 والدین پسر پرست ہو جاتے ہیں کہ کوئی صاحب دولت ملے خواہ حسب نسب کچھ ہی کیوں نہ ہو جہاں  
 لڑکا بیٹا ہیں اور مالدار ہوں۔

ہماری دانست میں سب سے بہتر طریقہ جو ہماری قوم کو اختیار کرنا چاہئے یہ ہے کہ سابقہ شریعت کو نظر انداز  
 کر کے موجودہ حالت دیکھی جائے۔ ایسے فریق مقابل تلاش کرنے چاہئے جن کی عادات نیک ہوں اور  
 جہانگیر ممکن ہو اپنی ہم حیثیت فریق مقابل تلاش کرنا چاہئے۔

جس سے آئندہ اچھا نباہا ہو سکے۔ سچہ کے لالچ یا

فاہست خاندانی ہونا کسی شادی کی

ملت نانی ہو کر نہ ہونی

چاہئے

# باب پانزدہم

روپیہ کے حصے

مصارف کے مفصل ذکر کرنے سے پہلے یہ ذکر یہی بے محل نہ ہوگا کہ ایک عجیب یعنی روپیہ کی حصر بنانے کا طریق ہماری قوم میں شادی بہائیوں وغیرہ پر رائج ہو رہا ہے۔ بعض اخراجات میں تو بل روپیہ (سکہ رائج الوقت) کے حساب سے خرچ کیا جاتا ہے ورنہ اکثر پنجاب میں ۸ سرائے کا روپیہ بنا کر اگر حساب سے قوم فہرستوں میں کہلائی جاتی ہیں۔ ہندوستان میں اکثر ۱۲ سرائے کا روپیہ اور دکن میں ۱۴ سرائے کا روپیہ بنا کر اس حساب سے کارروائی کی جاتی ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسا دل لگی ہو جو یہ رقوم لوازمات اور دیگر اخراجات کی ہوتی ہے وہ اس کارروائی سے کم و بیش نہیں ہو سکتی۔ اس میں کوئی کفایت مقصود نہیں ہو سکتی لیکن والی اور بیٹے والے کے نزدیک ہر روپیہ بل کر حساب سے اسی قدر تہا جب قدر کہ وہ دراصل ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیرائے زمانہ کا روپیہ حال کا روپیہ کو وزن کا نہیں تھا۔ اور جس ملک میں جب قدر وزن کا روپیہ سابق میں جاری تھا وہاں وہی اب بھی وزن فرض کر کے فہرستوں کی رقوم اپنی کی جاتی ہیں۔ پنجاب کے بعض کشمیری اپنی طرفوں کی ہندوستان میں شادی کرنی پسند کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہاں ۱۲ سرائے کے روپیہ کے حساب سے بلگا اور ہندوستانی پنجاب میں شادی پسند نہیں کرتے کہ یہاں ۸ سرائے کا روپیہ ہے۔ کیوں ان فہرستوں کو سکہ رائج الوقت کو مطابق نہیں کیا جاتا جبکہ کل ہند میں ایک سکہ رائج ہے۔ تو اس طفل تسلی سے کیا ہو سکتا ہے جب قدر دینا ہو بل روپیہ کے حساب سے دید و میں ان تو وہی رہے گی۔ فرق تو یہ ہے کہ روپیہ ہونا ہی چاہیے کہ پنجاب کے لوگ نسبتاً کم متحمل ہیں۔ وہ کم خرچ کریں گے۔ ہندوستان کو لوگ یاد دہانی ہیں وہ زیادہ بیکر مگر اس پر معجز تیر کر ہی کیا ہو رہا ہے کہ ہم کی پابند! ہندوستان کی باؤٹا

بدل اور سکہ بدلا کر کشمیریوں کا وہی سکہ رائج ہو چکے

تھا۔

# باب شانزدہم

والدین پسر کے اخراجات بوقت شادی اور رسمیں۔

شادی دختر کے اخراجات پر قوم کے لوگ کثرت لال پائے جاتے ہیں لڑکوں کے بیاہ کر  
اخراجات کی جانب کم توجہ ہوتی ہے۔ بہت لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پسر والے شادی میں بہت فائدہ  
اٹھاتے ہیں مگر ہماری دانست میں انکو اس قدر فائدہ نہیں ہوتا ہے جتنی دختر والے سمجھتے ہیں  
یا کہ جتنی عام لوگ سمجھتے ہیں۔ ہماری دانست میں ہر دو فریق اتنا ضایع کرتے ہیں کہ دونوں فریق  
زیر بار ہو جاتے ہیں۔ غور فرمائے کہ جس طریق سے ہماری قوم میں جب ہر دو مسمیٰ جہاد امتحان  
میں رہتی ہوں روانہ ہو کر دختر والے کے شہر میں پندرہ روز پیشہ تر معاہدے کل رشتہ داروں کے مقیم  
ہوتے ہیں اسکا خرچ کس قدر بڑا ہے۔

پنجاب کی دیگر اقوام ہندو میں یہ قاعدہ ہے کہ برات طیار ہو کر مدعوں مختصیر کجا روانہ ہوتی ہے  
اور اُس شہر میں پہنچتی ہے جہاں دختر والے مقیم ہوں۔ اور چند گھنٹے سراسے میں یا کسی اور جگہ پر  
ٹھہر کر اسکو دختر والے مدعو کرتے ہیں۔ برات کی آمد کے قریب دختر والے جلوس برات کا انتظام  
کر چوڑتے ہیں۔ ایک دو شب دختر والے انکو دعوت کہلاتے ہیں۔ اور انکو جو کچھ دینا ہوتا ہے دیکر  
رخصت کرتے ہیں برات اُسی طرح سے یکجا واپس آجاتی ہے۔ براتی نہ اُس شہر کی برادری کو  
دعوت کہتے ہیں اور نہ اپنی شہر کی کل برادری کو سوائے چند اشخاص کے ہمراہ لیجاتے ہیں اُس شہر  
کی برادری جہاں دختر کے والدین رہتی ہوں اس امر کو شرم سمجھتی ہے کہ وہ براتی پارٹی کی دعوت  
کہاویں بلکہ وہ سب مناسب طور پر زیر زبانوں کے فرقی میں رہتی ہے۔ براتی لگن کے بعد سیدھی اپنے  
شہر کو چلی آتی ہیں۔ کیسی سہولت و کفایت سے معاملہ طے ہوتا ہے۔

برعکس انکو ہماری قوم کی کارروائی کو غور کیجئے کس قدر طویل اور پر تکلف ہوتی ہے اور اس پر کس قدر خرچ ہوتا ہے

اور قوم کی  
برات

شہر کو چلی آتی ہیں

پسر کے والد یا خاندان کے آدمیوں کو خطیں لینی پڑتی ہیں اور وہ آجکل شکل بدل سکتی ہیں۔ وہ کم از کم پندرہ روز قبل از لگن روانہ ہو کر ایک مکان میں دوسرے شہر میں اپنی سکونت اختیار کرتے ہیں اور انکو واسطے کل سامان خانہ داری ہم پہنچانے پڑتے ہیں۔ پہرا قرابا کی آمد شروع ہوتی ہے۔ کوئی دس کوئی پانچ دن قبل از لگن آنی شروع ہوتے ہیں اور بیس بجیں آدی تک کم از کم جمع ہو جاتے ہیں انہی روز مزہ کی مختلف خوراک اور اسائش کے سامان پر کس قدر خرچ ہوتا ہے۔ قبل از لگن انکو ایک دو دعوتیں کل برادری کی کرنی پڑتی ہیں۔ پنجاب کی برادری دعوت نامہ پہنچنے سے پہلے آن موجود ہوتی ہے۔ اور پتلیں باندھ کر گھر پر لپیٹا لٹکایا کر کرنا چاہئے۔ دعوتوں کے علاوہ چند اور رسوم ہی ادا ہوتی ہیں جھکا گئے ذکر کیا جاویگا۔ ان رسوم اور دعوت کے بعد جلوس برات طیار ہوتا ہے جس میں آرائش آتش بازی اور نچ گھوڑے بگیاں وغیرہ شامل ہوتے ہیں پھر مہیوں کے گھر پہنچے وہاں رات کو لگن ہوا اور صبح اپنے گھر پر (اُسی شہر میں) پہنچے۔ پھر دوسرے دن سمدھ ملاو شروع ہوتے ہیں۔ ان موقع پر دختر والے پر مختلف دعوتیں کہلاتے ہیں۔ چونکہ دعوتیں کم ہوتی ہیں۔ سمدھ ملاو جو تندر میں سات تک عموماً کرنے چاہئے تین چار روز میں اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ قیمت میوہ جات اور رقم لوازم سمدھ ملاؤں کی بابت کچھ شامل کیے کے دہی جاتی ہیں اور سمدھی لگن کے بعد ایک ہفتہ کے قریب اپنے شہر میں واپس آ جاتے ہیں۔ اس عرصہ تک انکا اپنا خرچ خوراک ہی جاری رہتا ہے۔ بچہ صبح کا کہنا عموماً وہ اپنی گھر پر کہلاتے ہیں اور شام کو سمدھیوں کے گھر پر۔

اب اندازہ ہو سکتا ہے کہ سوا کی کرایہ کے جو لازمی ہے کس قدر خرچ فضول ہو جاتا ہے قریب ایک مہینہ کے قیاس میں سینکڑوں روپیہ خرچ ہو جاتا ہے اور جو خاص دعوت برادری کا خرچ ہوتا ہے وہ علاوہ برائے اگر کسی شہر مثل لاہور۔ امرتسر۔ دہلی۔ اگرہ۔ لکھنؤ وغیرہ میں ایسا اتفاق ہو تو ایک سو تیرا پانچ سو روپیہ سے کسی حد تک کم خرچ نہیں ہوتا۔ پھر دعوت کی یہ کیفیت کہ بہی وقت پر کہنا ناہیں ملتا اور کہنا مستعد و معین کہ دوسرے روز کی دعوت کے لئے سمدھ جواب دیدیتا ہے۔

ذخیرے شہر کی برادری کو اس امر کے متعلق شرم نہیں ہے کہ سمدھی غیر شہر کے شادی کرنے آئی ہیں۔

وہ میزبان بننے کے بجائے خود انکی یہاں دعوت قبول کر کے انکے مہمان بنتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پسر والوں کا ایسی آمد رفت اور شکار میرے اندازہ پر خراج ہو جاتا ہے جس کا فائدہ کسی کو نہیں ہوتا اور محض روپیہ ضائع ہوتا ہے جب اس قدر خرچ ہوا جو عموماً اصالہ یا اس کے قریب ہو جاتا ہے تو پسر والے بہر توقع کرتے ہیں کہ یہ سب خرچ اس آمدنی میں سے نکالا جاوے گا جو دختر والے انکو دیں گے اور واقعی ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو روپیہ لواز مہ یا دیگر رسوم کی بابت انکو ملتا ہے تو وہ یوں خرچ ہو جاتا ہے اگر کوئی حصہ باقی رہ گیا تو وہ ان لواحقان میں تقسیم ہوتا ہے جو پسر والوں سے بطور کھانا دیا کو لینے کے مستحق ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نقد رقم میں سوشائڈ برائے نام ہی کچھ باقی رہتا ہو۔ بلکہ بعض اوقات پسر والوں کو پسری کی شادی کی بہت اپنے لواحقان اور دختران خاندان کو اس قدر دینا پڑتا ہے کہ لواز مہ کی رقم جو بید منہا ہی رقم خزانہ کے انکی قبضہ میں آوے اس خرچ کے لئے کفایت نہیں ہوتی۔ اب یہ کہنا ہے کہ پسر والوں کو اور کیا مفاد ہوتا ہے انکو تین اقسام کی آمد آمدنی ہوتی ہے۔

اول زیور۔ زیور اگر غور سے دیکھا جاوے تو گو خاندان میں آمدنی سمجھی جاتی ہے مگر بہت سا حصہ اسکا ستری دہن ہے اور دختر کا مال ہوتا ہے جسکو دیا جاتا ہے (البتہ جو زیور دیا جاتا ہے وہ دیکھا مال ہوتا ہے) لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ زیور کو ان مہنوں میں آمدنی کہہ سکتی ہیں کہ لڑکے والوں کو اور لڑکی کے خاوند کو اسپر قدرت ہوتی ہے۔

دویم پارچا۔ یہ کچھ آمدنی نہیں ہے۔ کناری اور مکلف کپڑے سوائے شادی بیاہ پر استعمال کر کے اور کسی کام کے نہیں ہوتے صندوقوں میں پڑے سڑتے ہیں اور کپڑہ کی خوراک ہو جاتے ہیں۔ کناری موسموں کے تغیر سے پتلا جاتی ہے اور ناکارہ ہو جاتی ہے۔ دو شالہ وغیرہ ڈولپائی نسبتاً کارآمد ہوتی ہیں انکی بابت اب نقد رقم دینے کا رواج ہوتا جاتا ہے۔

سوم برتن خاندان داری۔ جو بیشک قبل استعمال ہوتے ہیں مگر وہ مارا، روپیہ کے اندر جوتے ہیں۔ چھ آدم سدا ملاوونکی آمدنی جو گلن کے بعد ہوتی ہے جسکا ہم مفصل ذکر آگے کریں گے۔ پنجم وہ سالانہ لواز مہ جو شادی کے بعد دے جاتے ہیں۔



اگر عورت سے دیکھا جاوے تو زیوارتہ مردوں کی آمدنی اور لوازموں کا مفاد پسروالوں کو بیشک ہوتا ہے اور اسی طرح پردہ والدین جو فرزندوں کے والدین ہونے کو خوش نصیبی سمجھتی ہیں مہتمل گھروں کی لڑکیاں تلاش کرتے ہیں اور اگر اس مفاد کا اُن اخراجات سے مقابلہ کیا جاوے جو دختر والوں کی ذمہ داری میں تو سلوم ہوگا کہ انکے نصف سے زیادہ روپیہ محض ضائع ہو جاتا ہے جس کا مفاد پسروالوں کو نہیں پہنچتا۔ کیا اس امر کی تدبیر ہو سکتی ہے کہ لڑکے والوں کا اس قدر خرچ ہو اور شادی خوش سلیبی سے ہو جاوے؟ ہم کچھ عرض کرتے ہیں۔

### اصلاح

ہم یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ محکوم دیگر اقوام پنجاب کی اس سادہ میں تقلید کرنی چاہئے یعنی یہ کہ پسروالوں کو دختر والوں کے شہر میں قیام پذیر ہونے کی ضرورت نہیں ہے اپنے مقام سے سہ ہراتوں اور لواحقان کے ایسے وقت پر چلیں کہ اُس شام کو اُس شہر میں داخل ہو جاویں جس رات لگن کا مہوت ہو۔ سہ ہمیوں کو کہ دیا جاوے کہ وہ باجے وغیرہ اور سب سامان ہرات جو مناسب ہو ہتیار کریں ہراتی اسکو اپنے ساتھ شامل کر کے مکان نہ پہنچے جاویں اور اُس شب کو لگن ہو جاوے وہیں مقیم ہوں اور دو روز دعوت اور گرچہ وغیرہ کر کے تیسرے روز اُسی طرح سے سہ ہراتوں کے خدمت ہو جاویں اور اس وقت کی اور صرف کی بہت کفایت ہو جاوے گی۔ نہ صرف پسروالوں کو سہولت اور کفایت ہو جاوے گی بلکہ دختر والوں کو بھی سہولت اور کفایت ہو جاتی ہے۔ بعض اصحاب یہ تجویز سنکر متعجب ہو کر یہ سوال کریں گے کہ اقوام میں ساہا سال سے برابر جاری ہے اور مٹی آسانی سے سر انجام پاتا ہے۔

بیشک کشمیری پنڈتوں کو اس تجویز میں قیدی بننے کی گروہ نفع ہونے کے قابل ہیں وہ دقتیں مثلاً یہ ہو سکتی ہیں۔ اول دعوت بلادری کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہماری دانست میں محکوم دیگر اقوام کی غیرت سے سبق لینا چاہئے کہ وہ اپنے شہر میں ہرات لایا لے کے گھر گھر لکھنا لکھنا یہ عزتی سمجھتی ہیں اور اپنی سہولت کی فہرست میں شمار کرتے ہیں اگر وہ خود بخیرت نہیں رکھتے تو پسروالے انکو غیرت سکھایا یعنی انکی دعوت نکریں۔

دوسری وقت ادا لے چند رسوم کے ہوگی۔ وہ بھی رفع ہو سکتی ہو مثلاً ہندی اور دیوگن کا قبل از لگن ہونا سوا سکا انتظام آسان ہو پیر والے اسی شہر میں کر سکتے ہیں جہاں وہ اپنی شہر کی برادری کی دعوت بھی کر سکتے ہیں جہاں وہ رہتی ہوں (اگر دعوت فروری بجھی جادی)۔ ہندی تو اس طرح کرنے لگے ہیں۔ دیوگن کرنے میں بھی علیٰ اندازہ نہیں ہے ایسے مہورت نکلنے میں کوئی وقت نہیں ہے کہ دیوگن اور ہندی ہر دو رسوم پیر والے اپنے شہر میں کر سکیں۔ مہورت نکالنے میں ہمارے گورو بہت آزاد ہیں وہ فوراً ہفتہ کا۔ دن کا۔ گھڑی کا۔ پل کا جیسا آپ چاہیں مہورت نکال دیتے ہیں۔

تیسری وقت سنہ در یعنی سہاگ پٹارہ کے بھیجنے کی ہے۔ چوتھی وقت پہلوں کے گھنے اور کناری کے گھنے کی بھیجنے اور لگن چوری کی خیر مقدم کی ہے۔ ان تینوں رسموں کے ادا کرنے کی دقتیں رفع ہو سکتی ہیں اور ان میں اصلاح بھی ہو سکتی ہے۔ ہم ان تینوں رسموں کی بابت ذیل کی چند سطور لکھنے کی جرات کرتے ہیں۔

### سواگ پٹارہ

سواگ پٹارہ کو براتی اسی شام کو سدا نہ پہنچا سکتی ہیں جس روز وہ دختر والے کے شہر میں پونچیں کیونکہ اسی روز اس کی بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے سواگ پٹارہ کے اخراجات اندرون نہایت کم ہوں گے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جاوے تو ابتدائی رسم یہ بھی تھی کہ دلہن کو سنگھار کیا سٹے اشیاء از قم عطریات وغیرہ پیر والے مہیا کر کے روانہ کرتے تھے مگر اب اُس میں اتنا تکلف ہونے لگا ہے کہ جس کا کچھ بھگانہ نہیں رہا ہے۔ جہاں تقری و ڈبہ ہائے نقری اور رکابی و عطردان شیشہ گلاب وغیرہ نقری داخل ہو گئے ہیں اور اسی قسم کے طرح طرح کی تکلفات شامل ہو گئی ہیں جبکہ اس طرح شامل کرنا مطلق ضرور نہیں ہے نہ دختر والوں کی عیالدار کی متقاضی ہونی چاہیے کہ وہ بیش قیمت اشیاء اس طرح قبول کر لیا کریں افسوس کہ سواگ پٹارہ کی تکلفات لالچ ہی اب سوج ہو بھی زیادہ کرنے لگے ہیں کہ وہ اپنے ثروت کی نمائش کے ذریعہ مقابل کو شرم دلائیں تاکہ وہ انکی بحیثیت شادی پر دیوے۔ ہماری قوم نے کیا کیا بہبود دیوے دیئے۔

کر لئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بڑوں کی رسم کرتے ہیں بڑوں نے کبھی یہ پیشانہ نہ رکھا تھا اور نہ وہ اس قدر صرف کرتے تھے۔ اگر رسم کے ہی غلام ہو تو اسی اندازہ پر ہو جو بڑوں نے قائم کیا تھا اسکو زیادہ کیوں بڑھاتے ہو۔ ہماری دانست میں معمولی لکڑی کی رنگین ڈبیا میں وعطر دان وغیرہ کم قیمت کے اور وعطر تیل خوشبودار وغیرہ کافی ہیں جیسا کہ پُرانی رسم تھی۔

### پھولوں کا گہنا

پھولوں کا گہنا اور کناری کا گہنا۔ یہ بالکل بے ضرورت رسمیں ہیں ہم انکو ایک سخت بند کر سکتے ہیں۔ اگر اور قوموں کی مروجہ رسوم پر نظر ڈالیں اور انہیں رسوم کو اپنی قوم میں دوسری شکل میں پائیں تو اس رسم کی ابتدا معلوم ہو جاوے گی۔ زیور گل اور کناری کا گہنا اور زیور طلائی ہماری قوم کی حیثیت مالی کے درجے ثابت کرتے ہیں۔ کوئی زمانہ وہ ہو گا کہ منگھسی کی حالت میں صرف پھولوں کی گہنی سے زیادہ بے سرنہ آتا ہو گا اور اس سجدہ میں زینت پائی ہوگی۔ پھر زمانہ آئے گا کہ کناری کو کام لیا گیا اور اسی پر کھنسا کیا گیا مگر پُرانی رسم زیور گل کی بچھڑی۔ جب تھول آیا تو زیور نقدی اور طلائی شروع ہوئے مگر انکی جانشین سابق اسطرح قائم رہے اگر کسی صاحب نے کوہ کلو اور نواح کی پہاڑی عورتوں کو دیکھا ہو جو کدی کہلاتی ہیں یا اگر کسی صاحب نے بعض انگریزی تصاویر فلاو دی گمال کی دیکھی ہیں تو معلوم ہو گا کہ وہیں منگل قوموں میں اپنے آپ کو صرف پھولوں سے زینت کرتی ہیں۔ زیور طلائی پھولوں کی نقل ہے۔ کیا ہم میں یہ یہ حوصلہ نہیں ہو کہ ہم زیور گل اور کناری کے گہنی کو موقوف کر سکیں اور صرف نقدی اور طلائی زیور پر اکتفا کریں۔ کیا وہاں کا حسن ان گہنوں سے جو ایک دن میں خراب ہو جاتا ہے اور جس کی جگہ طلائی زیور زلیلی ہی زیادہ ہو جاتا ہے ہماری دانست میں پھولوں کا گہنا اور کناری کا گہنا ہم ایک سخت موقوف کر سکتے ہیں اسطرح سے جن مشکلوں کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ رفع ہو جاتے ہیں۔ اگر بالفرض اس قسم کے گہنی بیچنے کی رسم قائم ہی رہی جاوے تو کسی قاصد کے لئے اتنا اسکو بیچ سکتی ہیں۔ ایک صرف لگن چوری۔ اور تریل رانچہ بنجانہ فریسن باقی رہی۔ پسروالونکو پسر کا جنم پتر بیچنے کی تو کوئی رقت ہی نہیں ہے۔ خفیف سی رقت لگن چوری کی آؤ بہکت کی ہوگی مگر گھنا

## لگن چوری

لگن چوری یہ رسم ہے کہ ایک کاغذ پر دختر والے ایک دعوت نامہ جس میں اجاب مدعو کی تعداد برابر نام معین کر دیا جاتی ہے بعد ازاں میں روانہ کرتے ہیں اُس میں لگن کا وقت درج کیا جاتا ہے اسکے ساتھ دختر کے جنم پترہ کی نقل شامل ہوتی ہے پنجاب میں اسکو ساکھ پٹھی کہتے ہیں اور سواہی نقل جنم پترہ کے (پنجابی ہندو لڑکیوں کا جنم پترہ نہیں بناتے) باقی مضمون مثل لگن چوری کے اُس میں لکھا جاتا ہے پنجابی ہندوؤں کے یہاں یہ رسم ہے کہ وہ چند روز قبل از لگن یہ چٹھی معرفت اپنی پروہت کے یا حجام کے بھیج دیتے ہیں جسکی مضابطہ اطلاع پسروالوں کو مہینہ بیس روز پیشتر ہو جاتی ہے۔ صوم لوگ بھی اسی طرح سو اپن گوراجی مہاراج کے ذریعہ سو پسروالوں کو شہر میں اُسکو روانہ کر سکتے ہیں۔ جہاں تک ہنوکھیلوہم ہے اور کوئی رسم قبل از لگن ایسی نہیں ہوتی جسکا ہم نظام نکر سکیں۔ ورنہ سچی کی نیل کی کوئی واقعی وقت نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیشہ برات کے ساتھ ہوتی ہے۔

## ورنہ سچی

ورنہ سچی و مرد اُس سامان ہے جو برات کے ساتھ ایک ٹوکرو میں بچا جاتا ہے۔ اُس میں ایک انگشتی۔ ایک دھماکا اور ایک جوڑہ پارچات ہوتا ہے۔ دھماکا و کشمیر لونکی قوم میں وہ طلائی زیور ہے جو عورتیں کان میں پہنتی ہیں یہ زیور عکلا سوگ ہے یعنی صرف فائدہ کی حیات تک پہنچا جاتا ہے بیک کی حالت میں اُتار دیا جاتا ہے۔ اس ٹوکرو کے ساتھ ایک چادر پشمینہ ہوتی ہے جو کشمیری پائیکر کے نام سے پکارتے ہیں۔ ورنہ پنجابیوں کی برسی کے مقابل ہے۔ ابتدائی میں اس رسم کی ضرورت غالباً اسوجیو پڑی ہوگی کہ اگر فریق نانی منسلح اور استطاعت کم رکھتا ہو تو وہ وہی زیور و پارچات دہن کو پسند کرے کہ وہ سامان بجنسہ واپس لے جاتا، صرف چادر پشمینہ سے یہ کام لیا جاتا ہے کہ اُس میں دہن کو ملفوف کر کے لے آتے ہیں۔

## باب مفت دہم

پسر کے والدین کے اخراجات کا سلسلہ

ہم پہلے یہ ذکر کر چکے ہیں کہ پسر کے والدین کو جو دوسرے شہر میں شادی کریں صرف زیور و برتن کا فائدہ رہ جاتا ہے لوازہ وغیرہ میں سے کم بچت رہتی ہے البتہ وہاں لوازہ کی رقم کا زیادہ فائدہ رہتا ہے جہاں ہر دو محلہ ہی ایک ہی شہر میں رہتی ہوں وہاں بھی مقدار نہیں ہے جس قدر خیال کیا جاتا ہے کیونکہ عموماً بڑے شہروں میں برادری کی دعوتوں میں بہت سا حصہ روپیہ کا خرچ ہو جاتا ہے۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتی ہیں کہ اس مفاد کے مقابلہ میں جو پسر والوں کو ہوتا ہے اُنکو خود کس کس رقم پر خرچ کرنا پڑتا ہے اُنکی اخراجات کہان تک پہنچتے ہیں اور کیا کیا اصلاح ممکن ہے۔ برات کی دعوت اور عمدہ ملاؤں کے سوا فرزند والوں کے یہاں تقریباً اتنی ہی رقم ہوتی ہیں جو دختر والوں کے یہاں ہوتی ہیں خیر صرف کثیر ہوتا ہے۔

جب تک ہی شہر میں شادی ہو جہاں جانبین رہتی ہوں تو پسر والوں کو گریہ اور قیام کے اخراجات کی کفایت ہوتی ہے ورنہ خواہ محلہ ہی دوسرے شہر سے آویں یا اسی شہر کے ہوں ہر دو کو روپیہ ایک سا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ سہاگ پٹارہ کھلف بنانا پڑتا ہے جس کے لئے سمان تقریبی طیار کرایا جاتا ہے اور سینکڑوں تک نوبت پہنچتی ہے۔ اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں اور اسکی اصلاح بھی جتنا چکے ہیں۔

فرزند والوں کی بھی جانبندی کی رسم ہوتی ہے اور اس کے کوہندی لگائی جاتی ہے۔ اس موقع پر دعوت برادری ہوتی ہے۔ پھر دیوگن کی رسم ہوتی ہے جس پر گورد صاحب پناکٹ وصول کرتے ہیں یعنی نقد و پارچا لیتے ہیں۔ دیوگن پر برادری کی دعوت ہوتی ہے ہر ایک اہل برادری مدعو کیا

جاتا ہے اور وہ سب یک روپیہ اور جائفل سمراہ لاتے ہیں اور بزرگ خاندان کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ اُن لوگوں سے روپیہ لیتا ہے جسکو خاندان کی لڑکیاں اُسکے خاندان میں یا اُسکو

سوہاگ پٹارہ  
جانبندی  
دیوگن

ٹیکو کا اور روپیہ  
جائفل

عزیز و نیکو خاندان میں بیاہی ہوئی ہوتی ہیں۔ مگر ان لوگوں کا رویہ جیکر عزیزوں یا خاندان میں  
 اُس بزرگ کے خاندان کی لڑکیاں بیاہی ہوں واپس کیا جاتا ہے صرف جائیداد لیا جاتا ہے  
 عام اہل برادری کا رویہ جہاں سب کو کوئی رشتہ نہ ہو کہیں واپس کیا جاتا ہے کبھی لے لیا جاتا ہے اسکا  
 حصہ درجہ تعارف و اتحاد پر ہوتا ہے۔ دیوگن پر پسر کے والدین لباس فاخرہ پہنتے ہیں۔ اس میں  
 بھی اچھے خاصے اخراجات ہو جاتے ہیں۔ خواہ پسر والے اُسی شہر میں رہیں ہوں خواہ دوسرے  
 شہر سے آئیں کل برادری کی دعوت اُن پر فرض ہے۔ بڑے شہروں میں ایک دعوت پر چھوٹا پانچ سو روپیہ  
 صرف ہو جاتا ہے۔ پہنے جو خوب زیورات کی براہ راست پہنچنے کی لکھی ہے اور یہ لکھا ہے کہ پسر والوں کو  
 جب وہ دوسرے شہر میں جا دیں دختر والوں کے شہر کی عام برادری کی دعوت کرنا ضروری نہیں ہے  
 اگر اس پر عمل درآمد ہو جاوے تو خراج کی بہت کفایت ہو سکتی ہے۔ اتنا کہنا اور ضروری ہے کہ اگر ایک ہی  
 شہر میں ہر دو فریق رہتے ہوں تو کل برادری کی دعوت اُنکو نکالنی چاہئے یہ ناحق کا خرچہ ہے اور گھٹا  
 ٹاٹا اور مسلوب ہوتا ہے۔ اسی طرف کے بچنے کے لئے اب ہماری قوم کے لوگ کوئی کالج بڑی شہر میں  
 کرنے سے گریز کرتے ہیں کوئی رہبانہ بنا کر چھوٹے شہروں میں جا کر کرتے ہیں۔ ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے  
 کہ کل برادری کا مدعو ہو گیا کیا حق ہے اُس زمانہ میں جب برادری کے لوگوں کی تعداد ایک شہر میں اتنی  
 زیادہ نہ ہوتی تھی اس قسم کی دعوتیں ممکن تھیں۔ یا اُس زمانہ میں بڑے شہروں میں ایسا ممکن تھا جب  
 اجناس کی ارزانی تھی یا ضرورت سے بڑھ کر فراغت معاش تھی اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ ہماری راسے  
 ناقص میں جب جانبین ایک شہر میں رہتے ہوں پسر والوں کو صرف ایک دعوت کرنی چاہئے خواہ دیوگن  
 کے روز ہو جاوے یا بعد الفراغ شادی ہو جاوے۔ اور اُس دعوت میں صرف وہ چیدہ چیدہ برادری  
 کے لوگ مدعو کرنے چاہئے جن سے تعارف ہو۔ ہر ایک بنفس کا جو شمیری پڈت ہونیکا دم ہوتا ہو  
 مدعو ہونیکا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر پسر والے دوسرے شہر کے رہنے والے ہوں تو اُنکو دختر والے  
 شہر کی برادری کی دعوت موقوف کرنی چاہئے۔ اور بچاؤ کو اپنی شہر میں لے جا کر مختصر دعوت برادری کی کرنی چاہئے  
 دیوگن کے قریب خاص مہورت پر پہلوں کا گھنا اور کناری کا گھنا ملیا کر کر سدا نہ میں بھیجا جاتا ہے

دعوت  
برادری

پہلوں کا گھنا اور  
کناری کا گھنا

گو اسپر چنپاں خچ نہیں ہوتا مگر چونکہ محض فضول سم ہے اسکی مذکر دینویں بہت لوگ ناراض نہ ہو سکتے شاید  
ستورات کچھ ناراض ہوں مگر امید ہے کہ وہ بھی خاموش ہو جائیں گی۔ والدین فرزند کو پارچا تکلف  
دولہہ اور دلہن کے لئے بنانے پڑتے ہیں۔ خاندان کی سب لڑکیوں کے لئے لباس طیار کرانے  
پڑتے ہیں اور اپنے خاندان کے کل ممبران کے لئے شادی پر نئے جوڑے بنانے پڑتے ہیں۔  
غرض لڑکی والوں کے اخراجات پارچات کی تقریباً نصف خچ والدین فرزند کا بھی اس صیغہ میں  
ہو جاتا ہے۔

[پارچات]

ہماری دانست میں ہم ان تکلف پارچات کو بہت ہی کم کر سکتے ہیں۔ اور سوائے معمولی سادہ  
لباس کے اور ایک پوشاک تکلف کے جو دولہہ اور دلہن کے لئے چاہئے زیادہ کناری گوڑہ اور  
اطلسوں اور گورنٹوں پر ضائع کرنا بالکل فضول ہے۔

والدین فرزند کو بہو کی واسطے زیور بنانا پڑتا ہے جو قریب نصف اور بعض اوقات سادی اور گاہی  
گاہی اُس زیور کی بھی زیادہ ہوتا ہے جو دختر کے والدین دیتے ہیں۔ یہ زیور برات کی رخصت کر  
یہ گہر پر آکر پہنایا جاتا ہے اسکی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے لڑکے والوں کا اپنا مال ہے جو قدر  
چاہیں بنالیں۔

[زیور]

جب دیوگن اور مہندی ہو چکی تو گورو صاحب دختر کے خاندان سے پیغام لگن لاتے ہیں اور مال لال  
ہو کر واپس جاتے ہیں بعض فخری تہالی تک انکی نذر کرتے ہیں۔ اکثر اوقات مصری کے کوزہ شیرینی  
اور رقم معقول پیش کش کی جاتی ہے۔ خواہ گورو صاحبان پر اس رقم جی کا غضب ہمہ نازل کیوں  
نہیں۔ مگر ہم اس بات کے کہنے کی نہیں رک سکتے کہ انکو صرف پیغام بری کے حق خدمت میں لڑکی والوں  
کے گورو بنکر اپنی اس قدر تواضع نہ کرانی چاہیے کہ رقم کثیر اور چاندی کے برتن قبول کریں اور قومو نہیں  
اس موقع پر اس قدر خرچ کر نیکار واج نہیں ہے۔ خوش خبری لانیوالے کا مونہہ میٹھا کیا جاتا ہے  
یہی دوچار روپیہ بطریق تحفہ کے دئے جاتے ہیں اور کچھ شیرینی دیدیا جاتی ہے۔ اسی قدر ہمارے رقم  
میں بھی کافی سمجھنی چاہئے۔



## جلوس برات

زناں بعد برات چہیتی ہے اور اسمیں جلوس اسقدر ہوتا ہے کہ کسی راجہ کی سواری کا دھوکہ ہوتا ہے یا جے اور تخت رواں کے علاوہ تاشہ اور نفیر والے آگے ہوتے ہیں اور گھوڑی اور فسیں اور پالکی گاڑیاں فینٹن ساتھ ہوتی ہیں۔ اور رباب نشاط اور سامان رقص و سرود بھی ہمراہ ہوتا ہے پنشاخی اور مہتاب روشن ہوتے ہیں اور ایک گھوڑی پر دولہہ صاحب یک عجیبے رت بنائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ایک زرین جامہ لٹکے زیب تن ایک بیوی جیسی پکڑی پچینہ و کلعنی زیب سر ہوتا ہے۔ اور پھولوں کا سہارا اور ایک زرین سہارا نقاب عارض ہوتا ہے تمام شہر کا چکر لگا کر سدرہی کے گھر پہنچتے ہیں وہاں گلاب پاشوں سے براتیوں پر گلاب چھڑکا جاتا ہے اور پھول کی بارش ہی ہوتی ہے۔ تخت رواں میں سے صرف چند سرو اور برق کے فانوس کھولتے ہیں جو لڑکی والے رکھ لیتے ہیں باقی سب آرائش لٹائی جاتی ہے۔ آتش بازی بھی ہمراہ ہوتی ہے جو قدرے راستہ میں چوڑی جاتی ہے اور قدرے بعد ٹانہ میں رات کو چوڑی جاتی ہے جسکو ظلمان اور ستورات بڑے شوق سے شاہدہ کر کے لطف حاصل کرتی ہیں۔ برات کے پہنچنے کے بعد سردالونکی ستورات شب کو سمٹانے پہنچ جاتی ہیں جلوس برات پر ہماری قوم میں سورہ پیسہ و سورہ بیہ تک خرچ ہو جاتا ہے۔ ہم جلوس برات شادی کے موقع پر بالکل موقوف کر دینے میں اتفاق نہیں کرتے۔ ہماری قومی ریفاہ بہت زور سبات پر دی رہی ہیں کہ آرائش آتش بازی اور ناچ موقوف کر دیا جاوے۔

برات کا جلوس چونکہ زیادہ تر مردوں کے ہاتھ میں تھا اور عورتوں کا اسمیں چنداں دخل نہ تھا بعض اصحاب نے جب لنگو اور دھوم کے اخراجات کا بار ناگوار گذرا ہے اپنا سارا حصہ انہیں اچھا کر لیا ہے اگر بالفرض جلوس برات کے اخراجات کو موقوف کر دیا تو کونسا حصہ مستند اخراجات کا کم ہو جاوے گا صرف ساٹھ سو روپیہ کی تخفیف ہو سکتی ہے یعنی آرائش پر چھپیں تیس روپیہ آرائش پر تیس روپیہ ناچ پر دس روپیہ چھ روپیہ خرچ ہوتے ہیں۔ ہماری دانست میں دنیا کو بھی



خوشی کا موقع ایسا نہیں ہے جس پر کچھ نہ کچھ اُس خوشی کے حاصل کرنے میں ضائع نہ ہو۔ البتہ وہ رسوم قابلِ ترمیم ہیں جن میں کوئی سچی خوشی نہیں ہو سکتی اور روپیہ محض ضائع ہوتا ہے وہ صرف جو خوشی کے موقع پر خوشی پیدا کرنے والی میں معقول اندازہ تک قائم رہتی چاہئیں۔ ورنہ شادی کیا ہوگی محرم کی محفل معلوم ہوگی۔ جب ہم پر اصول مد نظر رکھیں تو معلوم ہو جائیگا کہ ہر ایک قوم میں خواہ وہ کتنی ہے تہذیب کا دعوے کیوں نہ کرتی ہو کچھ خوشی کے موقع پر انبساط اور سرگمگی حصول کے لئے سامان ضرور ہوگا۔ مگر صرف ہونا ضروری ہے۔

جس ملک میں فرقہ طوائفانِ رقص و سرود نہیں کرتا وہاں اُس قوم کی اپنی عورتیں ناچتی اور گاتی ہیں [رقص اور مردانگی ساتھ اس بیچہ کی سزا چاہتے ہیں کہ ہم انکو مناسب طور پر طعن کرتے ہیں جب تک ہماری قوم کی عورتیں ناچتی اور گانے سے عاری ہیں (اور جتنی دن ان حرکات سے باز ہیں چاہے) تب تک رہا بے نشاط کی ضرورت متوقف نہ ہوگی۔ یوں تو ناچنے کو برائے نام ہماری قوم کی ہی سہولت ناچتی میں مگر وہ ناچ کیا ہے ایک طفلانہ کھیل ہے صرف دو ایسے موقع آتے ہیں جس پر ہماری قوم کی سہولت برائے نام ناچتی ہیں۔ ایک جب برات زنا ربندی کے موقع پر باہر جاتی ہیں سنو رات رقص کرتی ہیں اُس وقت کوئی مرد سامنے نہیں ہوتا۔ ہمتے کہی انکے ہر ایسا رقص نہیں دیکھا جسکو دریا کرنے سے پہلے معلوم ہوا ہے کہ عورتیں صرف ادھر ادھر ایک کمرے میں حلقہ بنا کر گھومتی ہیں ساتھ ساتھ کچھ ایک دوسرے کے گانے پڑھتے رہتے کشمیری گیت دعائیکہ گاتی ہیں۔ دوسرا موقع اُس روز ہوتا ہے جب شادی کے موقع پر برات چڑھتی ہے تو لڑکے کے گھر میں سنو رات اس طرح رقص کرتی ہیں۔ ان ہر دو موقع کے رقص کو بچپن دیکھا کرتے ہیں۔

اب بھی پہاڑی قوم میں شلا گولہ کھوکھ کے گدیوں میں عورتیں ناچتی ہیں اور خوب سلیقہ سزا چاہتی ہیں جب ہم بیخیال کرتے ہیں کہ کشمیری قوم بھی ایک پہاڑی قوم تھی تو استبا کا صاف پتہ ملتا ہے کہ ہندوستان میں جو آریہ قومیں عورتیں تھیں وہ اپنی یورپین بہنوں کی طرح سے رقص کرتی تھیں ہمالہ کی پہاڑی قوموں میں اگر یہ رقص موجود ہے علیٰ ہذا ہماری قوم میں بھی اُس پرانی رسم کا

لوٹا پٹا بقیہ اب تک موجودہ سے میدان کی اور قوموں میں موقوف ہو گیا۔

ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم اس جملہ متحرک لکھنؤ میں پنڈتوں مجوزہ کر تیار کر گئے ہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ از باب نشاط کا با ترتیب اور با وزن رقص و سرود موقوف کرنا گویا سرت کو دور کرنا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ طوائف کے باج مجری میں بد تہذیبی شامل ہو کیونکہ وہ عورتیں فاحشہ ہوتی ہیں اور سامعین پر بڑی ترغیب پیدا کرتی ہیں یہ سچ ہو مگر سرت کا دلو کہ کسی نہ کسی راستہ سے نمودار ہو گا اگر ایک راستہ بند ہو گا دوسرا کھلیگا اور وہ دوسرا شاید پھلے سے ہی زیادہ غیر مہذب اور سیوہ ہو۔ شک ہے کہ وہ آدمی جس میں

موسیقی کا مس نہیں ہے جس کی طبیعت میں خوش آواز کی میزان سر حرکت نہیں ہوتی ہے وہ انسان فتنہ پردازی۔ مکاری اور رہنری کے لائق ہے۔ موسیقی فی نفسہ ایک عجیب اثر رکھنے والی چیز ہے۔ ایشیائی خیال نے اس قوت روح لکھا ہے۔ دنیا میں ہمیشہ ہر ایک سرت کے سامان میں موسیقی کو اعلیٰ درجہ حاصل رہا ہے اور رنگا پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طوائف کے باج مجرے کے بجائے ہم کونسا اور طریقہ موسیقی سے حفظ حاصل کر نیکا تجویز کر سکتے ہیں۔

ہندوؤں میں موسیقی کو اتنا درجہ حاصل رہا ہے کہ کل بید موسیقی میں ہیں کل مذہبی مناجاتیں راگ میں ڈالی گئی ہیں اور پرستش کے اکثر سلسلوں میں موسیقی کو برابر دخل رہا ہے۔ اہل اسلام کے بھی بعض فرقے (گو مشہور ہے کہ مسلمانوں میں موسیقی منع سمجھا گیا ہے) موسیقی کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور عیسائیوں میں تو کوئی گرجا موسیقی سے خالی نہیں ہے۔ یہ تو ہندوستانیوں کی غیرت تقاضا کرے گی کہ انہی یہاں بال ہوا کریں اور انہی عورتیں پر اسے مردوں کے ساتھ بٹکی ہو کر پائیں کی تال پر ناچیں۔ اس لئے ہم کو موجودہ و مروجہ طریق رقص و سرود مجبوراً قائم رکھنا پڑے گا۔ گو وہ آج کل فاحشہ عورتوں کا حصہ بنا ہوا ہے کلاؤنتوں سے جو عموماً موسیقی کی طرح ہر اپنا گلا پہاڑ کر سارے میں کی سب فراشی کرتے ہیں کوئی سرت حاصل ہونے کی امید نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی ایسا فرقہ ہندوستان میں پیدا ہو جائے جو رقص و سرود کو اپنے اور جو فاحشہ بنا لے۔ اور فاحشہ نہ ہو۔ اگر ایسا ہو گیا تو

بیشک فاسق عورتوں کے لالچ مجھ سے کو موقوف کرنا چاہئے۔

ارائش  
آتش بازی

تخت واد کی ارائش محض ایک نمائش کی چیز ہے جس میں چنداں خوشی حاصل نہیں ہوتی اس کے موقوف کر دینے کی ہم سفارش کریں گے۔ مگر ہم آتش بازی کے موقوف کرنا کو مخالف ہیں کیونکہ ہمارا دانت میں آتش بازی اگر ہو چکا تھا شاید دیکھنا نہیں ہے جیسا کہ بعض صاحبان کا خیال ہے۔ ہماری دانت میں بچہ اور عورتیں اور مردانہ مشاہدہ سو بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو انسان کی عقل نے آگ اور باروت سے کیسی خوبصورتی سے کام لیا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہم ہذات خاص اس کے پسند کرنے میں بہت طرفدار ہیں بلکہ آتش بازی کو مشاہدہ ہمیشہ سرت حاصل ہوتی ہے۔ اس کو ممکن ہے کہ ہماری رائے قابل وقت نہ ہو۔ ہم اتنا اور زیادہ کہتے ہیں کہ نگرین اور انکی میمن ہمارے ملک کی آتش بازی سے نہایت خوش ہوتی ہیں۔ گوانگزی یہاں کی آتش بازی علوم کی زیادہ واقفیت رکھنے کی وجہ سے ایسے ایسے کمال دکھاتے ہیں کہ ہم بالکل متحیر ہو جاتا ہوں یہ ہے کہ نیچے بڑی خوبصورت چیز ہے اور انسان نیچہ کی نقل کرنے میں نہایت خوش ہوتا ہے ہر ایک صنعت اسی لئے راحت بخش ہے۔ اسی طرح سے آتش بازی سے یہی ستر حاصل ہوتی ہے۔

خلاصہ

برات کی سدا نہ ہو بچہ کو بعد چند اور اخراجات پسروالوں کو کرنے پڑتے ہیں جبکہ اگر ہم آئندہ کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے اپنے فرزندوں کی شادیاں کیں ہیں وہ اس امر کو بخوبی جانتے ہیں کہ انکی اخراجات کہاں تک پہنچتی ہیں اور کل مدنی میں سے انکو فی الحقیقت کیا بچت رہتی ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ پسروا مال مال ہو جاتے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ جو صاحب غور کریں گے انکو معلوم ہو جائیگا کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

دعوتیں۔ کرایہ۔ مہمانداری۔ پارچا۔ سوٹنگ۔ پٹارہ وغیرہ۔ لوہوؤں اور لکڑیوں نواسیوں کے نینگ اور اسی تم کے سینکڑوں اخراجات پسروالوں کی پاس باقی کچھ نہیں رہتی دیتو۔ البتہ سالانہ لوہو جو شادی کے بعد ملتے ہیں وہ بیشک چند سال تک ہنزلہ جاگیر کے رہتے ہیں۔ مگر

زمانہ لئے اسمیں ہی اتنا تبدیل کر دیا ہے کہ دختر والے بجائے تقدیرم کے جو والدین سپر سالن  
ایام میں اپنی بیچ میں لاسکتے تھے اب ایک زیو اسی لیت کا اپنی دختر کو پہنا دیتے ہیں۔ اور  
فہرست لوازمہ سالانہ جو روانہ کیجاتی ہے اسمیں صرف رقوم مقدرہ درج کر کے یادداشت میں  
وزن قیمت زیور درج کر دیتے ہیں۔ سابقہ زمانہ میں شادی کا ایک خاندان کا پسوند دوسرے  
خاندان سے ہوتا تھا۔ اب وہ تعلق شخص سے ہوتا جاتا ہے۔ دختر والے جہاں تک ممکن ہو تقدیر قوم  
جس کو سہی بیچ کر سکیں کم دیتے ہیں اور اسکے بجائے زیور اس لئے بنا دیتے ہیں  
کہ وہ دختر کو اپنی سوا دوسری دست برد کر سکیں۔ سچ ہے  
ضرورت سب کچھ سکھا دیتی

# باب شش دہم

## شادی و دختر

ہمارے قوم میں اس شخص سے زیادہ بد نصیب کوئی نہیں ہوگا جس کو چند لڑکیوں کی شادی کرنی پڑی ہو اس کو عجیب عجیب مشکلیں درپیش ہوتی ہیں اگر وہ کفایت کرتا ہے تو برادری میں میل و مہجوس کہلاتا ہے اگر وہ برادری میں نیک نامی حاصل کر لے گا تو غواہاں ہوتا ہے تو اس کی نوبت پہلوایہ پہنچتی ہے۔ اب اس کی مشکلات۔ تکالیف اور مصارف کا حال سنئے۔

والدہ دختر کو اُس دن سہ صیبت شروع ہو جاتی ہے جس دن اس کی گہر لڑکی پیدا ہوتی ہے اس کی محبت جو اس کو قدرتا جوش خون سے ہونی چاہئے اُسی وقت ادھی رہ جاتی ہے جب وہ خیال کرتا ہے کہ اس کی دختر اس کے لہو بربادی کا باعث ہوگی۔ جب ۸-۹ برس کی عمر لڑکی کی ہوتی ہے تو نسبت کی تلاش شروع ہوتی ہے اگر کیا ہی شہر میں نسبت ہو سکے تو بہتر ورنہ طرح طرح کی مشکلیں پڑتی ہیں۔ گردش دران نے کشمیری قوم کو ایسا متفرق طور پر قیام پزیر کیا ہے کہ اس قوم کا مفصل پتہ لگانا مشکل ہو گیا ہے۔ پنجاب کے ہر ایک ضلع میں محالک مغربی شمال کے ہر ایک ضلع میں۔ اودھ میں۔ بنگال میں۔ وسط ہند میں اور دیسی ریاستوں میں یہ قوم پھیلی ہوئی ہے ایک دو گھر کلکتہ میں بھی ہیں۔ مگر یہی اور مدراس اور سندھ کے صوبجات میں کوئی گھر اس قوم کا نہیں سنا۔ ہر مذہب کے لوگ نے خط و کتابت کی سہولت کر دی ہے اور ریل کی وجہ سے آمد و رفت آسان ہی ہو گئی ہے مگر چونکہ ایک صوبہ کی برادری کا دوسری صوبہ کی برادری سے عموماً سابقہ نہیں پڑتا اور نہ شادی کے سوا اور کوئی تعلق ہوتا ہے کسی خاندان کی اصلی حالت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے نسبت کا مناسب انتخاب نہیں ہو سکتا۔ آج کل رشتہ داروں اور گورونکی وساطت سے نسبت ہوتی ہے اور انکی بات پر اعتبار

دختر کی  
پیدائش

نسبت

کر لیا جاتا ہے۔ دختر والے کئی گھروں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی فرزند کا زایچہ بھیجیں تاکہ اُس کے مطابقت دختر کے زایچہ سے ہو (کشمیریوں میں دختر فرزند دونوں کا زایچہ بنتا ہے) والدین فرزند اُس صورت میں زایچہ بھیجتے ہیں جب انکو اُس گھر کی لڑکی لینی منظور ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی شہر میں ایسا موقع ہو گیا تو چنداں تکلیف نہیں ہوتی مگر دوسرے صوبہ کے رہنے والوں کی اولاد کی نہ تو جسمانی حالت معلوم ہوتی ہے اور نہ تعلیم اور عادات کا حال معلوم ہوتا ہے۔ گوروں اور رشتہ داروں کی اعتماد پر رشتہ نسبت ہو جاتا ہے۔ زایچہ کی تطبیق دختر والوں کی گوروں صاحبان کے ہاتھ میں ہے جہاں وہ چاہیں زایچہ ملا دیں انکا حکم قطعی ہے۔ خواہ خاندانوں کی حالتوں میں فرق آجائے عموماً نسبت قائم رہتی ہے۔ بعض صاحب نسبت فسخ کر دیتے ہیں مگر اور تو موافقی طرح کشمیری قوم میں ہر جہاں افضل نسبت کا مطالبہ نہیں ہوتا۔ اس بحث کو ہم قطعاً چھوڑ دیتے ہیں کہ زایچہ ملانے سے کیا حاصل ہوتا ہے زایچوں کو ملانے کے بعد اگر ہر دو جانبین منظور کریں ایک رسم لواٹ ہوتی ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ والدین دختر و فرزند آپس میں بذریعہ کسی رشتہ دار یا دیگر وسائل سے عہد کر لیتے ہیں اور شیرینی وغیرہ تقسیم و پیش کش ہوتی ہے اس رسم پر بھی بہ نسبت سابق اب قدرے فضول خرچی شروع ہونے لگی ہے مگر سہو زاس و رعبہ تک نہیں کہ اس پر خاص طور پر کچھ لکھنے کی ضرورت ہو۔

نسبت ہو جانے پر والد دختر اب اُس بوجہ سے جو وہ شب و روز محسوس کرتا ہے جلد سبکدوشی میں جانا چاہتا ہے اور یہ کوشش کرتا ہے کہ اسکی حیات مستعار میں جلدی یہہ کارج ہو جاوے طیاری زیور شروع ہوتی ہے۔ وہ اُن لوگوں کے اصلی خیال کو جنہوں نے دہرم شاستر کے اصول کو کہ لڑکیاں ورثہ سے محروم رہیں نامناسب سمجھ کر دوسری طرح سے اُس قانون کو توڑا ہوتا اور اپنے اثاثہ اور حیثیت کے اندازہ پر توڑا ہوا بھول جاتا ہے۔ چونکہ وہ اصلی خیال قرآن و نبوت ہو گیا ہے صرف رسم کی پابندی اسکی لڑکی قابل سیر دی و پابندی رہ گئی ہے وہ اپنی وسعت سے بڑھ کر زیور طیار کرنا شروع کرتا ہے۔

زلیورات عموماً طلائی سادہ و مرصع ہوتے ہیں۔ صرف پانوں میں پہننے کے زیور نقری ہوتی ہیں۔ گنجا پہلوں اور کناری کے گہنے اور گنجا زیور طلائی سے ہیں تفاوت راہ از گنجا ست تا گنجا پنجاب میں طلائی زیور و نقری زیور اوسط کے درجہ کے آدمی سو مہ کی قیمت کے دیتے ہیں۔ سو مہ کی قیمت اٹھارہ روپیہ ہوتی ہے (پنجاب میں کشمیریوں کے یہاں ایک محض روپیہ کی شمار کی جاتی ہے)

طیاری زیور کے بعد برتن از قسم گار و تہالی وغیرہ ہتھیا کی جاتے ہیں جو عموماً ایک سو روپیہ سے دو سو روپیہ تک کی مالیت کے ہوتے ہیں گوارغیں بعض اہل دول نقری تہالی وغیرہ بھی شامل کر دیتے ہیں۔

پھر اسکے بعد بنارس دھوئیاں و خلعت خریدی جاتی ہیں اور کاچولی کرتیاں و بایجا مری وغیرہ طیار ہونے شروع ہوتے ہیں جس پر اوسط درجہ کی آمدنی واسطے پنجاب میں قریب اٹھارہ سو روپیہ کرتے ہیں اور کئی چوٹی چھریں تا۔ ماضی کی خریدی جاتی ہیں انکی تفصیل غیر درسی ہے۔ پھر نقد روپیہ کی تجویز شروع ہوتی ہے اگر کسی نے پس انداز کیا ہوا ہے تو کوئی تکلیف نہیں مگر

بسا اوقات کم و بیش قرض لیا جاتا ہے۔ یا اٹھارہ سو روپیہ کا اشتراط کیا جاتا ہے جس میں سے اٹھارہ سو روپیہ تو دعویٰ پر خرچ ہو جاتا ہے جس میں سے اٹھارہ سو روپیہ دعویٰ پر خرچ ہو جاتا ہے اور باقی اٹھارہ سو روپیہ کے قریب لگن اور سمد ملاؤں کے دنوں پر خرچ ہو جاتا ہے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم ایک فہرست بھی اس رسالہ کے ساتھ منسلک کرتے مگر ہم کو بجائے اصلاح میں مدد دینے کے یہہ فکر ہو گیا ہے کہ مبادا اس سر کوئی نظیر قائم ہو جاوے اس لئے ہم نے یہہ ارادہ ترک کر دیا ہے۔ ہماری دانست میں ان رقوم کی تفصیل پہلا ذخیرہ میں زیادہ فائدہ ہے۔ کاش کہ ہماری عورتوں کا حافظہ انکی یاد دلانے میں دغا دے۔

اس نقد رقم کے ہتھیا کرنے کے بعد سمد ہیوں کو اطلاع تارخ لگن دیجاتی ہے جو لگن چوری کے علاوہ ہے جس کا ہم پہلے ذکر کرتے ہیں۔ یہہ اطلاع چند ماہ قبل از لگن دیجاتی ہے تاکہ وہ بھی



طیاری کر سکیں۔ اگر کہنہ والے دوسرے شہر سے آئے ہوں تو انکو لئے ایک مکان وسیع تلاش کیا جاتا ہے اور کل سامان انکو لئے جمع کیا جاتا ہے اگر کوئی اور رشتہ دار پسروالوں کا اس شہر میں تکلیف کو ارا نکرے تو ارا لیش آتشبازی کا انتظام ہی دختر والو کو ذمہ ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جلوس برات کا سامان بھی دختر والا فراہم کرتا ہے گوانکا صرف پسروالے ادا کرتے ہیں۔

پھر دختر والوں کے اقربا کی آمد شروع ہوتی ہے اور انکو ماں ایک مختصر رسم قطع پاجتا کی ہوتی ہے یعنی ساعت نیکن یکہ کراکید و پارچات بطور شگون قطع کئے جاتے ہیں بعد ازاں ایک روز ہندی کی رسم ہوتی ہے اور ایک روز دیوگن ہوتا ہے۔ دیوگن ایک ہلون ہوتا ہے جس پر تقریباً چہرہ سات گھنٹے سے کم عرصہ صرف نہیں ہوتا۔ یہ رسمیں جسنہ اسی طریق پر ہوتی ہیں جیسی لڑکے والوں کے یہاں ہوتی ہیں اسی طرح سے برادری کی دعوت اور ٹیکے کے روپے لئے جاتے ہیں۔ والدین دختر یا انکے اور بزرگ جنگر فرض دختر کا کنیادان ہوتا ہے دیوگن کے ہون پر بیٹھتے ہیں اور دختر ہی اس پوجا میں شامل ہوتی ہے۔ اس کے اخراجات ہی تقریباً اسی قدر ہوتے ہیں جو پسروالوں کے یہاں ہوتے ہیں۔

برات کے پہنچتے ہی ایک ملازم پانی کا گٹر مکان کی دہلیز پر لئے موجود ہوتا ہے پسروالے اس میں روپیہ دو روپیہ ڈال دیتے ہیں۔ اسکو اچے کہتے ہیں مکان میں داخل ہونے سے قبل دروازہ مکان پر ہر دو سکہ ہی ایک دوسرے کے سامنے ایک جائفل اور ایک روپیہ پیش کرتے ہیں پسروالہ روپیہ اور جائفل قبول کرتا ہے۔ دختر والہ صرف جائفل لے لیتا ہے۔ ہر دو بنگلہ گہوتے ہیں اور برات داخل ہوتی ہے۔ ہکو بہت دریافت کے بعد بھی یہ ٹھیک معلوم نہ ہو سکا کہ دیوگن کے موقع پر اور اس موقع پر جائفل کے تبادلہ کو کیا مراد لی گئی ہے۔

ہم قیاس سے یہ کہتے ہیں کہ شہر جیسو ایک برہمنی ملک میں ایک حارتا تیر کا پہل خوش ہند



ہونا چاہئے اس لہجے جانیفل کو غالباً نمونہ کر محوشی ارتباط و اتحاد قائم کیا گیا۔

برات بعد تبادلہ جانیفل براتی اور نوشاہ اور اہل برادری سید ہر صفہ دعوت پر بٹھائے جاتے ہیں اور نوشہ کے سامنے دو پتلیں رکھی جاتی ہیں ایک کسکھ لئے ہوتی ہے اور دوسری میں سے وہ تھوڑا سا کھالیتا ہے یہ جھوٹی پتلی یعنی پس خوردہ پہر دہن کو کھلائی جاتی ہے۔ دعوت کے تناول کے بعد براتی لگن کی ساعت کے منتظر یا ن خوری حق نوشی و محفل رفص و سرود میں مصروف رہتی ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا کہ پسروالوں کی ہمسایاں کے نوجوان لڑکے ایک پارٹی اور دختر والوں کے نوجوان لڑکے دوسری پارٹی بنا کر بیت بازی کیا کرتے تھے اب یہہ رواج پنجاب میں نہیں رہا ہے وقت امتین پر پوجا شروع ہوتی ہے سٹی کی پیالیوں میں خشک گہاسن جی کشکا بولتے ہیں اور پہول اور خشک چاول اور جو وغیرہ سے رسومات مذہبی شروع کرتے ہیں۔ پچھلے گنیش کی پوجا ہوتی ہے پھر جگ شروع ہوتا ہے۔ ایک تشکدہ تیار ہوتا ہے اور تشکدہ کے سامنے زمین پر خوبصورتی سے کچھ نقش بنائے جاتے ہیں اور گورو صاحبان خوش الحانی سے سنسکرت کے پستک پڑھتے ہیں۔ افسوس ہماری قوم سنسکرت سے اس قدر بے بہرہ ہو گئی ہے کہ ایک لفظ بھی اُس ساری کارروائی کا انکی سمجھ میں نہیں آتا مگر لکیر کے فقیر اُسکی پیروی کرنی پڑتی ہے۔ یہہ زیادہ افسوسناک ہے کہ اکثر گورو صاحبان ہی منہ سمجھتی بے بہرہ ہوتے ہیں اُس تشکدہ کے ارد گرد تھوڑی تھوڑی وقفہ کے بعد سات پہیرے ہوتے ہیں یعنی دُہا اور دُہن ایک دوسرے کے ماتھے پکڑے ہوئے سات بار گہومتے ہیں انکی پہلے قدم پر پنجاب والدین سپر کچھ طلاذریہ پاد رکھا جاتا ہے جو دختر گورو جی مہاشراج لیتے ہیں عموماً امیر اشرفی اور اوسط درجہ کے لوگ طلائی بُد کی رکھتی ہیں باقی قدم پر ایک ایک روپیہ رکھتی ہیں۔ غریب لوگ شروع سے روپیہ ہر ایک قدم پر رکھتی ہیں دختر کے گورو صاحب علاوہ براں پسروالوں سے ایک دو سالہ یا دو سالہ کی قیمت پاتے ہیں اور علیٰ نذا کوئی رقم نہ ملتی ہیں۔ لکن کرکل خراجات مثلاً ساگر ی روغن زرد وغیرہ بھی پسروالوں کے ذمہ ہوتے ہیں

اب مستورات کا حال سنئے، مستورات مرد کو کہا نا کہانے کے بعد کہا نا کہاتی ہیں انکی  
 نشست مردوں کی سی قدر جدا ہوتی ہے وہاں بچہ میگوئیاں کرتی ہیں اور وہ بچہ میگوئیاں شاید بچہ  
 قانون اور قوم کے اداء کے متعلق ہوتی ہیں اور عجیب عجیب فتوے شادی بیاہوں کے  
 متعلق حاضر و غائب ہالی قوم پر ذکر جاتے ہیں۔ معمولی چہ میگوئیوں کے سوائے مستوران کشمیری  
 راگ بھی گاتی ہیں جو دیگر اقوام کی طرح فحش نہیں ہوتے بلکہ پاک اور دعائیت ہوتے ہیں۔  
 اس ساری کارروائی میں کل مستورات قوم کو مردوں سے پردہ نہیں ہوتا ہے کل برادری  
 کی عورتیں مونہ نہ کھلے موجود اور شریک شادی ہوتی ہیں۔ ہماری قوم میں آپس میں پردہ  
 یعنی گھونگٹ نہیں ہے۔ نہ بڑے اور چھوٹے دیور و نئے بہاوج اور نہ بہاوج سسر سے  
 اور نہ کوئی عورت کسی اہل قوم سے پردہ کرتی ہے۔ البتہ گھروں میں غیر قوموں سے پردہ ضرور  
 ہے آیا اس درجہ کا پردہ کہان تک مناسب ہے ہم ہر ایک خاندان کے بزرگ کی اپنی رائے چھوڑتے  
 ہیں یعنی جب کوئی ہرج اتنا پردہ بھی موقوف کرنے میں معلوم نہیں ہوتا وہ موقوف کر دیں  
 اور جو کسی اندیشہ سے خائف ہیں وہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ پردہ فی الحقیقت ہندوؤں کی قدیمی  
 رسم نہیں ہے اور ضروریات وقت سے اختیار کی گئی ہے اور اب ضرورت رفع ہونے پر وہ  
 بروز کسی پر ہے۔ مناسب درجہ تک پردہ کی اب بھی ضرورت ہے۔ تبادلہ عام کے بعد  
 عورتیں سب یکجا مردوں سے قدرے فاصلہ پر جمع ہو جاتی ہیں سمدانہ کی عورتیں ان اشیاء  
 کی وصول میں مصروف ہو جاتی ہیں جو دختر کے والدین لگن کی شب کو دیتے ہیں شیرینی  
 وغیرہ کی تقسیم معمولی ہوتی رہتی ہے جن کو حاضری کے نام پر لگاتے ہیں (جب لگنیر ہندوستان  
 میں آئے تھے تو خان ساماں سے انہوں نے غالباً حاضری کا لفظ سیکھا ہوگا حاضری کو مراد ناشتہ  
 ہے) شیرینی کے علاوہ کشمشیر شک بہی جیسے میوہ خشک بادام پتہ وغیرہ آمیزش کیا جاتا  
 ہے اور جسے گونا گوتہ ہیں تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ لگن کے سات پہیروں کے بعد دولاہ اور  
 دولاہن یکجا بیٹھ چاول اور دہی ایک ہی تہالی میں تناول کرتے ہیں۔ اس موقع پر دختر والوں کے

گھر کا خوش پر سوئیدارا اپنی حق الخدمت کا تقاضا کرتا ہے اور دولہا کے والدین اسکو منگے سے منگے روپیہ لگے عموماً دیتے ہیں۔ ہماری دانت میں یہ رسم بالکل بند کرنی چاہئے دختر والوں کو خود اپنی گھر سے دینا چاہئے۔ دولہا اور دولہن کے رسم و عہدہ یکجا کہانے کے علاوہ ایک اور موقع ایسا آتا ہے جسکا ذکر آئندہ ہوگا۔ اور پھر ساری عمر انکو ایک تہالی میں باہم کہا نا کہانا ممنوع ہے۔

جب لگن ختم ہو جاتا ہے اسکے بعد ایک نہایت دل آویزا اور پُر اثر رسم ہوتی ہے جسکو پونڈ پوجا کہتے ہیں (یعنی پیو لوں کی پوجا) یہ رسم اس طرح ہوتی ہے کہ دولہا اور دولہن پر ایک چادر ڈال دیتے ہیں اور ایک لٹو کسی پیو لٹو کی والدہ دختر اور ایک والد دختر کے ماتھے میں ہوتی ہے ہر دو دولہا دولہن کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں اور چند گورو صاحبان شامل ہو کر موسیقی لہجہ میں خوش آوازی سے ہم صغیر سر کر لیا پس سنگ پڑھتے ہیں دریافت کرنے سے معلوم ہوا ہے اور بعض ناموں کے ذکر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ان نیک بخت اور وفادار بیویوں اور انکے قدردان خاوندوں کا تذکرہ پڑا جاتا ہے جو ہندوستان کے پرانے زمانہ میں ضرب المثل گذر چکے ہیں۔ دیوتاؤں سے دعائیں درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنی روحانی موجودگی سے برکت دیں اور انکی بدولت دولہا دولہن کے باہمی تعلق کو قیام ہو اور وہ ان خاوندوں اور بیویوں کی طرح کامراں اور فائز مبرام ہوں جو سابقہ زمانہ میں قابلِ تعظیم ہو چکے ہیں ہر ایک بند کے اختتام پر والدین دختر دولہا اور دولہن پر پوچھ لیتے جاتے ہیں۔ اس رسم پر چند گھنٹے خرچ ہوتے ہیں۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ رسم کسی اور ہندو کی قوم میں رائج نہیں ہے اور کل شادی کی رسوم میں سے اگر کوئی رسم مستحسن اور قابلِ پسند اور متاثر ہے تو پونڈ پوجا ہی ہر ایک مستحسن جو موجود ہوتا ہے اس سے متاثر ہوتا ہے اور دست بدعا ہوتا ہے کہ جو اس سلامت ہو اور خوش نصیب ہو۔ پونڈ پوجا کے بعد دولہن کے سکھار پر بہت دقت خج ہوتا ہے۔

اسکے بعد ایک مربع نقشہ رنگ آمیزی زمین پر ستورات طیار کرتی ہیں جسکو ویکو کہتے ہیں

اُسپر دو لہا دولہا کو کھڑا کر دیتی ہیں۔ والدین دختر ایک دوسرے کی پس خوردہ مصری کے ٹکٹے دو لہا دولہا کو کھلاتے ہیں اور اُسپر سے ایک کبوتر کا جوڑا فدا کیا جاتا ہے۔ روپے پیسے کوٹریاں اُنکی سر پر سے قسربان دختر والوں کے خاندان کی عورتیں نہایت منہوم ہو کر چشم تر ہوتی ہیں۔ بعد ازاں برات رخصت ہو جاتی ہے۔

برات کے رخصت ہو جانے پر والد دختر کی حالت رحم کے قابل ہوتی ہے اس پر اپنی قوم کے میرحرم نکتہ چینی کے صدمے۔ سعدی کی رضا مندی نارضا مندی کا فکر۔ لڑکی کی جدائی۔ خچے کی زیر باری اور لڑکی کے ساتھ آئندہ برتاؤ کا فکر اور انتظام کا لگان۔ شب بیداری سب ملکر ایک دردناک حالت سرسبکی پیدا کر دیتی ہیں۔ وہ مجسم بالوسی معلوم ہوتا ہے ابھی صرف ایک منزل طے ہوئی! سمدہ ملاوے باقی ہیں!! بعد رخصت برات والد دختر پر پراسچت کرای جاتی ہے۔ کیوں؟ کیا گناہ سرزد ہوا۔ یہ گناہ بیشک ہو گا کہ اُس نے اپنی بیوٹی سے اپنے آپ کو مفلس بنا لیا۔ اپنی لڑکی کو اپنا ورثہ دیتے دیتے اپنی اولاد نرینہ کو بھی محروم کر دیا مگر پراسچت اس پاداش میں نہیں ہوتی۔ پراسچت اس لئے ہے کہ اُس نے کیا دان کیا ہے اگر وہ زریں قوموں کی طرح سے دختر کی قیمت لے لیتا تو شاید پراسچت کی ضرورت نہوتی۔ واہ رے ہم اور ہمارے اصول۔ کسی شخص نے اپنی جان مار کر قرض لیکر لڑکی بیانی اُسکے لئے یہ حکم کہ وہ ناپاک ہو گیا اور اب پراسچت کرنی چاہئے ورنہ خورش ممنوع ہے برت رکھو اور پوچھا کر دتے کنیا دان کے گناہ کا کفارہ ہو گا سبحان اللہ!!!

جہاں تک ہم نے سوچا ہے ہکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پُرانے زمانہ میں کوئی شخص اپنی لڑکی خنامند سے نہیں بیانیاتا تھا۔ کوئی زیر دست اپنی قوم کے حامیوں کی مدد سے جبراً بیانیاتا ہو گا۔ برائے سامان دولہا شاہ بنابر اور شاہ کا مہلوہ ہونا اور کل جلوس برات و اجتماع برادری اور گلی کے موقع پر کل اخراجات کا والدین سپر کا برداشت کرنا تب تک پُرانے طریقہ شادی کے شہادت دیتے ہیں اُس قوم کو جسکی دختر جبراً بیانیاتی ہوگی ضرور سخت ناگوار گذرنا ہو گا۔ قوم

بیشک اس خاص آدمی سے ناراض ہوتی ہوگی جو رمضان میں مسخود ہی اپنی کمزوری ظاہر کر کے  
 مقابلہ نہ کرے اور خود ہی لڑکی دیدے ایسا آدمی برادری سے خارج کیا جاتا ہوگا۔ رہا نہ آیا ہوگا  
 کہ کچھ عرصہ کے بعد جہانہ اور پراپت کے بعد پھر اسکو برادری میں داخل کر لیتے ہونگے رفتہ رفتہ  
 یہ رسم ہوگی کہ لگن کے اخراجات پسروالے ادا کریں اور دختر والہ پراپت کرے۔ مگر یہ ہی جو  
 پراپت مروجہ کی معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہ ہی وجہ ہو تو اگر اندنوں  
 برادری کسی کو لگا جانے پر خارج از برادری کرنے میں  
 مستعد ہو تو کیا تعجب کی بات

ہے۔

# باب نوزدہم

## بعد رخصت برات

بعد رخصت برات براتی خوش خوش سہ دہن اپنے گھر پہنچتی ہیں۔ دہن کو بنگہ خاندان گود میں لیکر گھر میں داخل کرتا ہے۔ پھر دہا اور دہن کو چادلوں کے ٹوکروں پر چوہہ کے قریب بٹھاتے ہیں اور انکو کیچا پیٹھے چادل اور مہی کہلاتے ہیں۔ اس طرح گویا خانہ داری کے دیوار ٹنٹ میں اُسکو دخیل کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر چھٹیہ دہا کو ایک رقم ملتی ہے اس کے بعد دہا کے والدین دہن کو اپنے گھر کے پارچاٹ زلیور پہناتے ہیں۔ اور مبارک مبارک کی آوازیں چار ٹھٹ سے آتی ہیں۔

چادل کے  
ٹوکروں پر بٹھانا

بعد رخصت برات والدین ولواحقاں خانہ دختر کچہ تحائف سہ قدر نقد ہیجے شروع کرتے ہیں اور وہ تحائف شیرینی اور میوہ خشک و تر ہوتے ہیں۔ ان تحائف کو خبیل کے نام سے پکارتے ہیں۔ برات کے دوسرے روز دہن اپنے والدین کے گھر آ جاتی ہے اور اسی طرح روزمرہ آمد رفت جاری رہتی ہے۔

خبیر

بعد ازاں والدین دختر گراچن شروع کرتے ہیں (گراچن اور سمدہ ملا (ایک ہی منہ رکھتی ہیں) یعنی سمدہ کی مکلف دعوتیں شروع ہوتی ہیں جواب ملازمت کی وقتوں نے دونیں پر ختم کر دیں ہیں ان موقع پر پارچاٹ بھی دے جاتے ہیں اور سالانہ ٹکس کی (خسے) کو از مرہ پکارتے ہیں) بھلی تظاد اکی جاتی ہے۔ میوہ جات خشک تر و کھجور و شیرینی بھی مذکور جاتی ہے۔ سالانہ ٹکس کی قسط میر عجیب عجیب ملات ہوتی ہیں ہر روز کے دعوت نامہ میں تعداد دعوت مرد و زن کی لکھی جاتی ہے ہر ایک گراچن کے لئے علیحدہ حساب سر رقم دیا جاتا ہے۔ ہر ایک گراچن میں لڑکی کی نہال کی ایک علیحدہ رقم ہوتی ہے۔ دعوت مرد کی تعداد پر خواہ وہ موجود ہوں یا نہوں بحساب فی زن و فی مرد کچھ رقم

گراچن

اداکی جاتی ہے۔ لہذا اشخاص مدعو اور مبلغ ادل گرچہ بڑ زیادہ۔ دویم پر اس سو کم اور علی اندر  
بتدریج کم ہوتی جاتی ہے۔ علاوہ اور رقوم کے چند قوم ہر ایک گوارچہ بڑوشہ و برادر شاہ کے  
لئے مخصوص ہو کر ادا کی جاتی ہیں برادر شاہ کو شمیری پت مہانزا ادا ہوتی ہیں جسکی نسبت ہم  
ذیل کی سطور بطور جملہ مستثنیٰ لکھتے ہیں۔

[پتہ مہانزا] پنجابیوں کے یہاں پت مہانزا ادا کو نشو واکہ کہتے ہیں۔ کشمیریوں میں اسکو بھی بوقت برات  
لباس مکلف پہنایا جاتا ہے۔ پت مہانزا غالباً اس پرانی رسم کا بقیہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی  
اتفاق یا حادثہ سے اصلی دہا س شادی نہ ہو سکے تو لگن شادی نہ رکے اور اسکی بہائی کو دہی لٹکی  
بیاہ دیا جاسے اور اگر ہم موجودہ تواریخی زمانہ سے پہلے پت مہانزا در مہانزا یعنی شاہ  
و برادر شاہ اور برات پڑائی اور اس طریق سے لٹکی والوں کے گہر ہو غنچ کی اصلی بتدائی کو تلاش  
کریں تو پتہ یہہ نلیگا کہ شادی جبراً ہوتی ہوگی جیسا کہ منوجی نے اپنی کتاب میں مہا کھٹا لواہ ہی  
ایک قسم کی شادی تحریر فرمائی ہے۔ یہہ برات در حقیقت فوج کشی اور حملہ آدمی ہوتی تھی  
جس میں برادر شاہ کو لٹکتے سمجھنا چاہئے تاکہ وہ بصورت حادثہ اصلی شاہ کے بجائے جانشین  
ہو سکے۔ اب جبراً شادی کرنا رواج صدیوں سے بند ہے اور یہہ رسم بھی کہ بصورت حادثہ جبراً  
اصلی دہا کے دوسری بہائی کے ساتھ شادی رضامندی سے ہو جایا کرتی تھی اس قدر عرصہ  
بند ہے کہ جیسا کہ ہم یہہ نہیں لگا سکتے اتنا پتہ اب بھی ملتا ہے کہ بعد وفات خاندان بیوگاں کیساتھ  
متوفی کی پرلور رزائل قوموں مثل جاناں میں بذریعہ چادر اندازی شادی کر لیتے ہیں جس پر پنجاب میں  
کسی کو قہر کہتے ہیں۔ ہندوؤں کی اعلیٰ ذاتوں میں یہہ رواج جاری نہیں ہے تاہم کشمیر و غنچ  
برادر شاہ اب تک ایک ضروری شخص ہوا اور اسکے لئے علیحدہ رقوم ادا ہوتی ہیں۔

[دیگر رقوم] علاوہ رقم شاہ و برادر شاہ کے اسکو خدشکار اور استاد کے لئے بھی رقوم علیحدہ ہوتی ہیں مگر وہ  
انکو نہیں دیکھتی ہیں پسیر والے خود ہضم کر جاتے ہیں مدعو زن و مرد کی رقوم میں سر پسیر والے  
مستثنیٰ ہیں۔ رقوم رات کو دینا ہوتا ہے۔ زیادہ دفعہ یہہ رقوم دیا جاتا ہے۔ علاوہ



چندا اور چوٹی مدتوں کے بھی رقوم ہوتی ہیں۔ لواحقان اور دولہا کے خاندان کی دختران کی ننگ بھی ادا ہوتی ہیں۔

یہ سب قیاس بے حساب نہیں ہوتی ہیں دختر والوں کے پاس کئی ہمسرا اور ہم حیثیت خاندان کی فہرستیں موجود ہوتی ہیں اور کچھ اپنی خاندان کی اور لڑکیوں کی سابقہ شادیوں کی فہرستیں بھی موجود ہوتی ہیں انہیں قدرے کم و بیش کر کے نئی فہرست بنائی جاتی ہے اور وہ عیسوی نکی حوالہ ہوتی ہے۔ یہ فہرست تانوں کے حساب سے بنتی ہے اگر تان بہت بڑھ کر جاوے تو گراہن کے لفظ کو بڑھا سکی کے لفظ سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اس کے معنی غالباً اعلیٰ دعوت پر اس تبدیل اور کم و بیش کرنے میں اہل ذکر کو دخل نہیں ہوتا۔ بڑی عمر کے ہلچے صاحبان یعنی عمر ستورات کی رائے کے مطابق فہرست طیار ہوتی ہے۔ یہ عمر ستورات کشمیریوں میں واضعان قانون ہیں انکی معلومات سینہ بستہ چلی آتی ہیں انکی حافظہ میں اکیسایا فیصل کوڈ طیار رہتا ہے کہ انگریزی ایکٹوں کی تفصیل اور ضمن اسکو سامنے ماند ہیں۔ یہ فیصل کوڈ ان نظائر پر مبنی ہوتا ہے جو ہماری قوم کے فضول خرچی نے ہم پہنچا دی ہیں۔ کاش انکا یہ حافظہ گہروں کی روزمرہ حساب اور اخراجات کے یاد رکھنے میں کام آتا!!

پہل کوڈ

ان رقوم کے علاوہ جو ہر ایک خاندان میں کم و بیش مختلف ہوتی ہیں پارچات بھی دیکر جاتے ہیں۔ پارچات نہایت قیمتی ہوتے ہیں۔ بنارسی ساڑھیاں۔ کرتے پاجامے شیشی اور انگر کے سلمہ ستارہ دار۔ کارچوبی۔ کناری گوتے اور بنتوں اور بانگڑی اور کرنوں سولہ سے ہو لیچھرت کثیر طیار ہوتے ہیں دے جاتے ہیں۔ دولہا کے لئے ٹوپیاں اور سدا ہی صاحب کے لڑکے و شالہ مزید برآں ہوتا ہے جبکہ عوض اب رقم نقد بھی دیر بجاتی ہے۔ ٹوپوں اور دوشالہ کے سوا سب کے سب پارچات روزمرہ کے استعمال میں لانے کے قابل نہیں ہوتے۔ علاوہ پارچات کے میوہ خشک و کوزہ مصری دشیرینی علاوہ پیش کش کی جاتی ہے اور اسپر بھی اچھا صرف ہوتا ہے علاوہ ان چیزوں کے ٹوکرے کے ٹوکرے کچھ روز نکی تقسیم و نذر کر جاتے ہیں۔ کچھ روز میوہ کچھ

پارچات

کچھ



یعنی خرما نہیں ہے یہ شیرینی کی کچور ہوتی ہیں۔ جو کسی کام نہیں آتے۔ برائی اسکر لوط کرے  
باندھ کر اپنے شہر میں لے آتے ہیں اور آخر کار وہ ضائع ہو جاتے ہیں یا کھانے والوں کو بیمار کرتے  
ہیں۔ شیرینی بھی اسی طرح سے ضائع کی جاتی ہے۔ شیرینی اور کچور پر سینکڑوں روپے اسی طرح  
ضائع ہوتے ہیں۔

لڑکی والوں کے اخراجات سہ سہیوں کو دیکھ ختم نہیں ہو جاتے بلکہ اپنی خاندان کی غمتوں اور غموں  
اور نواسیوں کو جوڑی اور نقد علاوہ دینا پڑتا ہے نقد فی کس نو سو کم نہیں ہوتا اکثر اوقات صدمہ  
ہوتے ہیں۔

غرض لڑکی والوں کے کل اخراجات کی میزان ہزاروں تک پہنچتی ہے اس پر بھی کوئی ہی غور  
پسند سہی ایسا ہو گا جو خوش خوش واپس جاتا ہو یا جو دختر والو پر رحم کی نگاہ سے دیکھتا ہو جو  
تو ایسا ہوتا ہے کہ پسروا لے شادی کے بعد بیچارہ ہو کر طعن کا ہدف بنا کر ہمیشہ جھلاتے رہتے ہیں  
کہ ہم بیزاریار ہو گئے اور کچھ وصول نہوا۔ اس طعن سے مراد یہ ہے ہوتی ہے کہ لڑکی اپنی والدین  
کے گھر جا کر سہیوں کی ناراضا مندی ظاہر کرے اور اپنی کوشش سے  
اُس سالانہ لوازمہ کی ازدیادی کرایہ جو سال کے  
اخیر پر اکٹھا ملنا چاہئے۔

# باب ششم

ہر دو فریق کے اخراجات بد شادی۔ اور سیدھیوں کا باہمی سلوک  
 اپ ہم دیگر رسوم کا ذکر کرتے ہیں جو بد شادی تہوڑی کمی بیشی کے ساتھ دونوں فریق  
 کو کرنی ہوتی ہیں۔ سال گئے اخیر پر سالانہ لوازمے دختر کے والدین ادا کرتے ہیں۔ اسمیں  
 ہی تنہا فرزند کا حصہ ہوتا ہے مگر بعض قوم دوسرے سال موقوف ہو جاتی ہیں۔  
 سالانہ لوازم صرف نقد ہی نہیں ہوتے بلکہ اُسکے ساتھ پارچات بھی دے جاتے ہیں سالانہ  
 لوازمے فی الواقعہ ہر ایک تیوہار کی دعوت ہے جس پر نقد رقوم بھی دیجاتی ہیں۔ جہاں ایک ہی  
 شہر میں جانیوں بہتر ہوں وہاں یک شت سالانہ رقم دینی ضروری نہیں ہے ہر ایک تیوہار  
 پر رقوم متینہ کے سواے دعوت کے اخراجات علاوہ ہوتے ہیں۔ اور جہاں جانیوں مختلف  
 مقامات پر رہتی ہوں وہاں دختر کے خسر ال جانے پر یک شت سب رقوم ادا کیجاتی ہیں  
 اتنے تیوہاروں کی بابت رقوم دیجاتی ہیں کہ خدا پناہ دے۔ پچھلے سال ذیل کے تیوہاروں کی  
 بابت رقوم ادا کیجاتی ہیں انہد فریوزہ نوری ترے نوروز ہولی  
 غیدوا شری سونت سرپوشم یعنی سری پنچمی تیج سادون سلوتوں جیم شمشی  
 پن دہترزا انت چودس شمشنگرات دیوالی کچھامادس نیت سالگرہ  
 کئی اور یہی ہونگی جو ہم کو معلوم نہیں ہیں۔ سال کے بارہ مہینے اور سترہ تیوہاراں ان تیوہاروں کا  
 ہم بعد میں ذکر کریں گے۔ علاوہ پارچات کے جو تقریباً ۱۵۰ سے سا تا تک ہوتے ہیں اور  
 تیوہاروں کی رقوم سالانہ بطور لوازمہ تخمیناً چار سو روپیہ کے قریب ہوتی ہے۔ پنجاب کے  
 متوسط درجے کی آمدنی کے آدمیوں کا یہ خرچ ہوتا ہے جسے چار مان دی ہوں ہندوستان  
 کے لوگوں کا تو کچھ ٹھکانہ ہی نہیں ہے پنجاب کے نو دولت یہی اُنکا نتیجہ کرنے لگے ہیں علی ہذا

اسی طرح سہ سال کو از مہ دیا جاتا ہے جو بتدریج کم ہوتا جاتا ہے ان تیوٹروں پر چکا ہستی ذکر کیا ہے سونت اور نوروز اور دیوالی پر قمار بازی کیواسطے بھی رقوم دی جاتی ہیں کیا ہم جرم قمار بازی کی اعانت نہیں کرتے کیا خوب دل لگی ہو اگر کسی روز اعانت قمار بازی میں پولیس گرفتار کر لے۔ نمبر ۱۰۰ سالگرہ ہو کے گہرائے کی سالگرہ ہے جس طرح بڑے بڑے کار نمایاں کرسوانج کی یادگار رکھی جاتی ہے اور اسکو انگریزی زبان میں انی ورسری کہتے ہیں ہماری قوم میں شادی کی سالگرہ ہوتی ہے اور کیوں نہ خوب خیال یہ ہے کہ شادی طفلان ہی انسان کی زندگی کا سراج ہے۔ اور پھر ایسی شادی جب چہ جانیبن کی بربادی ہو ہی تھی ضرور یادگار کے قابل ہے اسی سوناظر میں متعجب نہوں زنا ریزی کے ہی انی ورسری ہوتی ہے!! جبکہ بعد الاہل نوازات کسی سال جاری رہتی ہیں اور رسوم ہی اس عرصہ میں شروع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ہو کے ششدر ہندو کی رسم ہوتی ہے یعنی ایک زیور طلائی مثل ایک تنوید شکل سنگاڑہ کے بنا کر ہو کی ٹوپی پر ٹانگ دیا جاتا ہے۔ دعوت غزیراں دلو احوال بعض اوقات برادری کی دعوت کرتے ہیں۔ اس رسم سے ہو کو کسی رشی یا دیوتا کا سایہ محافظت دیا جاتا ہے۔

ششدر ہندی

پھر زوجی کی رسم ہوتی ہے۔ زوجی سابق زمانہ میں وہ دن ہوتا تھا جس دن زوجین ہم بستری کی اجازت پاتی تھی جس سے نام اختراع ہوا ہے۔ اب بجائے اسکے در رسوم قائم ہو گئی ہیں ایک مکان دنیا۔ دویم زوجی۔ زوجی پر والدین زوجین دونوں کو خچ کرنا پڑتا ہے مکان دینے سے یہ مراد ہوتی ہے کہ زوجین کو ہم بستری کی اجازت دی گئی اور بعد ازاں زوجی ہوتی ہے جس کے معنی یہ ہیں مگر رسم اصلی پہلے ہو چکی ہوتی ہے جو اخراجات مکان دینے پر ہوئے تھے وہ اسپر کر دئے جاتے ہیں۔ یعنی مکلف جو طم اور زیور زوجین کے لئے طیار ہوتے ہیں اور کچھ شیرینی برادری میں تقسیم کرتے ہیں اور دعوت برادری ہی ہوتی ہے عموماً اسپر سود و سود پر یہ معمولی طور پر جانیبن کا علیحدہ علیحدہ خچ ہو جاتا ہے۔ اس رسم پر یہ

زوجی

مسیوب بیجائی ہی ہوتی ہے کہ گھر کی بویشیاں خاوند و عورت کی گفتگو دروازہ پر سوزوں  
سہی سنتی ہیں اور صبح کو ہر دوسے تسخر کرتی ہیں۔

جب زوجی ہو چکی تو تولد اولاد پر لڑکی والوں کو اور اخراجات لاحق ہوتے ہیں ہم کانیر اور  
زنار بندی وغیرہ کے اخراجات کا پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ لڑکی والوں کو یہی اپنے نواس یا  
نواسی کی رسوم پر صرف کثیر اٹھانا پڑتا ہے۔ پیدائش پر لنگو میوہ جات خشک اور قدری رقم بینی  
پڑتی ہے۔ نواسہ کے مونڈن پر یہی اچھی رقم خرچ ہوتی ہے اور زنار بندی پر تو رقم کثیر بینی  
پڑتی ہے پیدائش اور مونڈن پر تو اس قدر کثیر رقم خرچ نہیں ہوتی کہ اسکا خاص ذکر کیا جاوے  
البتہ زنار بندی نواسہ اور شادی نواسہ پر مصارف کثیر ہوتے ہیں نواسہ کی شادی پر زیور طلائی  
دینے پڑتے ہیں اور مکلف پارچات علاوہ جسکا متوسط درجہ کی آمدنی کا آدمی عموماً پانچ سات  
سو تک تخمینہ کرتا ہے۔ نواسہ کی زنار بندی پر زیور پارچات تین چار سو روپہ کے قریب  
دکڑ جاتے ہیں۔

دختر والے کو محمد خانہ کے لواحقان کی شادی پر یہی صرف کرنا پڑتا ہے۔ محمد خانہ کی غمی کر  
موتو پر یہی صرف کرنا پڑتا ہے۔ محمد بیوہ کی ملاقات پر یہی خواہ وہ اتفاقی ہی کیوں نہ ہو صرف  
ہوتا ہے۔ لڑکے والے خاندان کوئی شخص اگر شادی یا زنار بندی کر کے لڑکی والے کے گھر  
آوے تو اسکو بھی قدرے دیا جاتا ہے۔ ہر ایک موقع پر حیب لڑکی اپنے والدین کے گھر آوے  
انگت دیا جاتا ہے جو خفیف رقم ہوتی ہے۔ ہم ان مصارف کی بابت لکھتے لکھتے تنگ گئے  
اور بس کرتے ہیں۔ اب مختصر ذکر محمد بیوہ کے باہم سلوک مایہ کا کیا جاتا ہے۔

شادی کے بعد محمد بیوہ کا سلوک باہمی قابل تحسین نہیں ہوتا۔ زر کے طمع پسروالو پر نہایت  
غالب رہتی ہے اور دختر والے دیتے دیتے تنگ آکر محمد بیوہ کو ناصب اور حیل سے سمجھا کر ان سے  
دلی ارتباط نہیں رکھتے۔ بیاہ شادیوں کے سوائے انکا باہمی میل جول عموماً نہیں ہوتا۔ دختر  
بھی کچھ عرصہ گزرنے پر چونکہ وہ نہ تو عیدی اور نہ پیدا کردہ جائیداد پوری ہیں کوئی حقہ وراثت پائی

مستحق ہوتی ہیں اپنے ماں باپ پر رحم نہیں کرتیں اور جہاں تک ممکن ہو تاواندازہ ہو چکا ہے  
 روپیہ کہنے کی کوشش کرتی ہیں۔ دختر کے والدین دختر کے بڑے بھائی اور رشتہ دار اور  
 لواحق جو عمر میں اُس سے بڑے ہوں سمدھیوں کے گھر میں نہیں جاتے صرف چوٹوں کو اجازت  
 ہے اور نہ سمدھیوں کے یہاں کہانا کھاتے ہیں۔ سمدھانہ کو اپنی کالج پر یا معمولاً سمدھانہ کے مکان  
 میں داخل ہونے پر ہر متفسر خاندان دختر کچھ روپیہ ادا کرتا ہے جس کی شمیری گھٹا سوین  
 کہتے ہیں۔ سمدھانہ کی اپنی شادی بیاہ پر زنا رندی پر بدعو ہو کر دختر والے عہد سمدھیوں کو گھر  
 داخل ہونے پر مجبور ہوتے ہیں اور انکو رقوم ادا کرنی پڑتی ہیں۔ زنا رندی بیاہ شادی پر دختر  
 والے خاندان کے اکثر لوگ عام دلت برادری میں کہانا کھا لیتے ہیں گو بوغلاں میں سو ہی احترام  
 کرتے ہیں۔

پنجاب میں کشمیر کے تازہ وارد دختر والے جو خوشحال نہیں ہیں۔ سمدھانہ میں کہانا کھانے میں  
 چنداں عذر نہیں کرتے دہلی والے اور لکھنوی دختر والے سمدھانہ کے پانی پانی میں ہی عذر  
 کرتے ہیں۔ البتہ کشمیریوں میں اس قدر پرہیز نہیں ہے جس قدر اور بعض ہندو قوموں میں ہے  
 کہ جہاں لڑکی بیاہی جاوے اس شہر میں نہ صرف پانی نہیں پیتے بلکہ اس شہر میں سے  
 حتی الوسع گزرنے تک نہیں ہیں۔ تازہ وارد کشمیر میں بہت غیرت۔ اس بات کی نہیں ہے  
 کہ اگر وہ مفلوک الحال اور مفلس ہوں تو وہ اپنی لڑکی سے ادا نہ لیں۔ دہلی وال اور  
 لکھنوی کشمیری چاہی ہسک ناگیں مگر اپنی دختر سے ادا کے خواہاں نہ ہوں گے  
 اور اگر دختر ادا دینے پر تیار ہو تو اسے حقارت سے  
 نامنظور کریں گے۔

# باب سبقتیم

## اصلاح

اُن اصحاب سے جو رقم مقررہ پر قوم کو پابند کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اُس تخمینہ مقررہ سزائے میں ہم متفق نہیں ہیں۔ ہماری دانست میں یہہ تجویز عملی طور پر کامیاب نہوگی اور نہ ہم اُسے متفق ہیں جو بڑی بڑی مذہبی رسموں کو بیکت مسلمہ وقوف کر نیکی سفارش کرتے ہیں۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ کہاں کہاں سپروالے اصلاح کر سکتے ہیں اور ہنسی اُس مقام پر زیادہ تر اوپر اصحاب کا ذکر کیا ہے جو دوسرے شہر سے بیاہنے آتے ہیں مگر وہی اصلاح جو ہم نے اُنکے لئے پیش کی ایک ہی شہر کے ساکنوں کو بھی اختیار کرنی چاہئے۔ صرف اس قدر دوبارہ لکھنا ضرور ہے کہ بڑی بڑی شہروں میں جہاں برادری کی تعداد کثیر ہے وہاں اُنکو صرف اُن صاحبان کو مدعو کرنا چاہئے جن سے اسکا رشتہ داری کا رابطہ یا محبت کا تعلق ہے ہر کس و ناکس کا کوئی استحقاق مدعو ہونے اور زیر بار کر نیکا نہیں ہے۔ برادری کے غیر محدود احاطہ میں کوئی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ متوسط درجہ کی آمدنی والے جائز آمدنی سے بہت کم پس انداز کر سکتے ہیں اور وہ کسی طرح سے اُن کثیر اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکتے جو ہم نے بیان کئے ہیں

ہزاروں روپے کا خرچ سبیلوں کی آمدنی والے کیونکر برداشت کر سکتے ہیں کیا ہماری قوم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ روپیہ آجکل کس کس طرح کی چیزوں پر خرچ ہوتا ہے روزمرہ کے معمولی اخراجات ضروری کے بعد کتنا پس انداز ہوتا ہے؟ کیا انہیں رسموں کے اخراجات نے ہماری قوم میں دیوالیہ کی درخواست دینیوالے پیدا نہیں کر دیئے؟ کیا ہماری قوم کے آدمیوں کی تنخواہیں قریب نہیں ہوتیں؟ کیا ہماری قوم کے لوگوں نے زیر بار یونہی وجہ سے اپنے جدی مکانات اور اراضیات فروخت نہیں کر دیں؟ کیا وہ انہیں اخراجات کے اٹھانے کے فکر میں غفلت اور خستہ نہیں ہو گئے؟ کیا وہ انہیں اخراجات کے فکریں اپنے

اخراجات

کا نتیجہ

بچوں کی تعلیم اور تربیت سے غافل نہیں ہو گئے؟ کیا وہ انہیں اخراجات کی وجہ سے دنیا کے سامنے نادم نہیں ہوئے؟ کیا انہیں اخراجات نے بعض کو دیوانہ نہیں کر دیا؟ کیا رات کی نیند کو حرام اور غور من کو موقوف نہیں کر دیا؟ کیا انہیں اخراجات نے عہدہ داران کو بددیتا نہیں کیا؟ کیا وہ اسوجہ سے رشوت خوار نہیں ہوئے؟ کیا وہ انہیں اخراجات کی بدولت سنگین گناہ نہیں کرتے؟ افسوس! افسوس! کیا ہم میں اتنی عقل ہی نہیں کہ ہم اخراجات کو کم کر سکیں۔ سچ ہے کہ ہم بھوم افکار میں ایسے پریشان ہو رہے ہیں کہ ہلکوکئی تدبیر نہیں سوچ سکتے۔ ہماری اتھاس ہے کہ اگر ہم کفایت شعار قوم ہو جاویں اور رسوم کی غلامی کو چھوڑ دیں اور بطریق مناسب شادی غمی پر خرچ کریں تو کیا ہم ہزاروں عیبوں سے نہیں بچتے۔ پھر کیوں نہیں کرتے۔ ہم کچھ اصلاح کے طریقے رسموں کے ذکر کے ساتھ ساتھ عرض کرتے رہے ہیں اب قدرے مفصل عرض کرتے ہیں اگر پسند خاطر ہو۔

نسبت کی بابت ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ہماری قوم کے اصحاب جو تقریباً سب خواندہ ہوتے ہیں کسی ہر کتاب کا پتہ لگا کر خود خط و کتابت کر سکتے ہیں اور دوسرے شہر میں خود جا کر ہر ایک امور متعلقہ سے ذاتی واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر نہ معلوم ایسا کر نہیں کیوں عار کرتے ہیں۔ کیوں رشتہ داران اور گورنوں کے اختیار میں انتخاب رکھا جاتا ہے نیز ہماری دانت میں اس قدر عرصہ شادی سے پہلے نسبت کرنی مناسب نہیں ایسی وقت پر نسبت کرنی چاہئے جسکو چند ماہ بعد شادی منظور ہو اور ایسی عمر میں نسبت کرنی چاہئے کہ چیک وغیرہ بچپن کی بیماریوں کی عمر نکل جایا کرے اور اگر قریب ایام شادی حالات خاندان بدل گئی ہوں تو نسبت کے نسخ کر دینے میں دریغ نہ کرنا چاہئے۔ اپنی اولاد کے آئندہ بہتری کی خاطر اور کوئی انسانی قرض نہیں ہے۔

### زیور

زیور کی بابت ہماری یہ عرض ہے کہ اسکی کوئی تعداد مقرر نہیں ہو سکتی لڑکی کے والدین



کہی اپنی اولاد کو مفلوک الحال اور بے سروسامان نہیں دیکھ سکیں گے۔ اور ہماری اہانت  
 میں انکو کسی اور خچوں کو کم کر کے بھی معقول رقم زیور کی اپنی لڑکی کو دینی چاہئے کیونکہ یہ بھی  
 اسکا سرمایہ ہوتا ہے۔ گو بعض اصحاب یہ کہتے ہیں کہ بنک میں روپیہ انکو نام جمع کر دیا جاوے  
 اس طریق سے بہ نسبت زیور بہتر کارروائی ہو سکتی ہے۔ مگر ہمارا اس تجویز سے کلی اتفاق  
 نہیں ہے۔ ہماری دانست میں بنک کا روپیہ کبھی بھی دختر کی اصلی ملکیت نہیں رہ سکتا خسران لے  
 اور رشتہ دار یا ولی اسکو صرف کر دیں گے۔ چونکہ ہماری قوم پردہ نشین ہے ہماری عورتیں  
 انگریزوں کی عورتوں کی طرح سراسر روپیہ کے متعلق انتظام کو سر انجام نہیں دے سکتیں یہ  
 سچ ہے کہ زیور کہتے ہیں خطہ ہے اس سے مفاد بند ہو جاتا ہے بلکہ روز بروز اسکا وزن  
 اور قیمت کم ہوتی جاتی ہے مگر آخر کتر قسم کر ان وسط صنف تو ضرور ہر اور عورتوں کیلئے  
 اس سے بہتر تجویز فی الحال کوئی نہیں کہ وہ اپنے استری دہن کو اپنی پاس رکھیں اور ان کے  
 لواحقان کو دست بردی کی گنجائش کم ہوا تائبشک ہم کہیں گے کہ انسان کو یہ اندازہ کرنا چاہئے  
 کہ اسکی اولاد ازینہ کس قدر کی اس کے بعد وارث ہوگی۔ اسی اندازہ سے قدر سے کم و بیش لڑکی کو  
 دینا چاہئے۔ اس اندازہ لگانے میں یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ لڑکی کے پیوہ ہونے کی صورت میں  
 خصوصاً جب اسکو اپنی ملائکہ پرورش کرنی ہو اس پر کس قدر مصیبت نازل ہوتی ہے۔ بیوگان کی  
 خاطر دریاں جو اگلے زمانہ میں تہیں جاتی ہیں۔ اب وہ ہر ایک خاندان میں بارگراں ہو رہی  
 ہیں۔ یہ بھی اندازہ کرنا ضروری ہے کہ جن خاوند کے ساتھ اسکی شادی ہوئی ہو وہی ممکن ہے  
 کہ وہ کمانے کی قابلیت نہ رکھیں مگر اس امر کو بھی بھولنا نہ چاہئے کہ اسکو اپنی خسران سے ہی استری دہن  
 ملیگا اور اسکا خاوند ہی غالباً کماؤ ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان سب امور کو خیال کر کے جب  
 حیثیت خود معقول زیور دینا لازم ہے۔ مگر کسی خاص زیور کو (سواۓ چہرہ کے) اسکو زیور نہ  
 کا زیور سمجھا جاتا ہے) لازمی نہ سمجھنا چاہئے۔ جڑاؤ زیور نہ دینا چاہئے کہ اسکی مرضی بصورت  
 زیادہ ہے قیمت کم رہ جاتی ہے اور جلدی خراب ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ ایسا زمانہ آوے



کہ تعلیم خوان ہماری سوکھو رتیں خواندہ ہو جاویں اور پردہ سے باہر آجاویں اسوقت البتہ زیور کی رسم کو بھی تبدیل کرنا پڑیگا جیتک ایسا نہ ہو ہم زیور کے موقوف کرنے کی سفارش نہیں کرتے اور اس کے مقدار کو والدین کی عقل پر چھوڑتے ہیں۔

**پارچاٹ** پر مبنی الواقعہ نہایت ہی مفصل خرچی ہوتی ہے جبکہ پارچاٹ جس رسم پر بنا کر جاتے ہیں وہ سب کسی مصرف کے نہیں ہوتے اور جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کپڑوں کی خوراک ہو جاتے ہیں سوائے بزاروں اور کناری فردوشوں اور درزیوں کے نفاذ کے کسی احمس نہیں فائدہ نہیں ہے اس لئے ہماری دانست میں صرف معمولی روزمرہ کے پوشیدنی پارچاٹ دینا چاہئے۔ کیا یہی عمدہ ہو کہ تہان کے تہان دیدے جاویں تاکہ سدھی جب مرضی خود جسطرح سے جاہیں استعمال کر لیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ ہر ایک موقعہ شادی پر ہر قوم کچھ نہ کچھ تکلف ضرور کرتی ہے اور ہمیشہ کرے گی۔ کون قوم اس رسم سے خالی ہے۔ کیا انگریز خالی ہیں۔ نہیں۔ انکی شادی کے موقعہ پر ایک مکلف ٹراپسو پر پانسو روپیہ تک صرف ہو جاتا ہے۔ راجی ٹراوسو دو سو روپیہ میں طیار ہوتا ہے۔ اس لئے سوائے روزمرہ کی پوشاک کو ایک مکلف جوڑہ دولہا اور دلہن کے لئے کافی ہے اور باقی رسمی چاہئے۔ اس طرح پر پارچاٹ اگر اخراجات میں ہم قریب ۳۰ کے خرچ کی کفایت کر سکتے ہیں۔ جن پارچاٹ دینو کی ہم تجویز پیش کرتے ہیں وہ زیادہ کارآمد ہو گئے جو مکلف ٹوپیاں داماد کو دی جاتی ہیں وہ بالکل بے ضرورت ہیں صرف ایک ٹوپی اور دستار پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔ باقی موقوف۔

**دیوگن** مذہبی رسم ہے اور موقوف نہیں سکتی۔ مہندی بھی ایک ایسی رسم ہے کہ موقوف کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ دیوگن پر ایک روپیہ جکو ٹھیکہ کہتے ہیں اگر ان رشتہ داروں سے لے لیا جاوے جنکے ساتھ ہمیشہ سے رابطہ ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا میں تنبول کی رسم ہے اس کو اتحاد باہمی قائم رہتا ہے۔ اتنی کفایت ہو جانے پر یہی میزان خرچ اس قدر ہوگی کہ دختر والوں کو اپنی خاندان کی اور دختر والوں اسکاں اور بھتیجیوں کو رشتہ داروں کی

نیک ادا کرنے کی تسلم موقوف کر دینی چاہئیں۔ اس جگہ جہاں ہر دو جانبین ایک ہی جگہ مقیم ہوں۔ دختر والوں کو صرف ایک دعوت برادری کافی ہے خواہ وہ برات کے روز ہو وے خواہ وہ دیو گن کے روز ہو جاوے۔ اور اگر برادری کثیر ہے جیسا کہ مثلاً لاہور میں زن و مرد و بچہ قریب نو سو آدمی کے ہیں وہاں چیدہ چیدہ اصحاب کی دعوت کافی ہے۔ پنجاب کی دیگر اقوام میں یہ رسم ہے کہ وہ اپنی برادری میں سرچند گروں کو قبول کارواج جاری کر دیتے ہیں اور انہیں کو مدعو کرتے ہیں۔ ہر ایک شخص اپنی حسب حیثیت اپنی سہسروں کو ایسا رابطہ پیدا کر لیتا ہے بعض کئی بواعث سرائیں سے کم ہوتے جاتے ہیں اور بعض بڑھتے جاتے ہیں کل پنجاب کی برادری کی دعوت کسی قوم پنجاب میں رائج نہیں ہے۔ سوا چار پانچ بڑے شہر و نگر اور شہر خلی کشمیری برادری کی تعداد قلیل ہے اسوجہ سے چوٹے شہروں میں کل برادری کی دعوت اب بھی سہولیت سے قائم رہ سکتی ہے۔ ہم بڑے شہروں میں سو ایسے خاندان انتخاب کر سکتے ہیں جنکے ساتھ رابطہ اور آمد رفت ہو صرف انہیں کے ساتھ سلسلہ برتاؤ کرکھنا کافی ہے اگر اس طریق سر ہم عمل کریں تو خراج دعوت تیسرا حصہ رہ جاتا ہے۔

جو سیوہ جات یا شیرینی کے طور پر لواحقان دفتر سدا نہ میں بطور تحائف بھیجے ہیں اسکو قائم رکھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے بلکہ بہت اچھی رسم ہے کہ اس خفیف خراج سے لواحقان خوش ہوتے ہیں اور اتحاد باہمی کو استحکام ملتا ہے۔

گو رو صاحب کی بابت ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ بالفعل انکو حقوق میں بہت کمی نہ کی جاوے کیونکہ اگر اس میں کمی کرنی شروع کریں گے تو علاوہ اُن وجوہات کے جو ہم نے اد پر لکھی ہیں زیادہ وجوہات یہ ہوں گے کہ وہ دیگر اصلاح کے سدا رہ سونگے انکی طاقت اس قدر ہے کہ وہ کسی اور صلاح کو محض اسی ضد سے سرسبز نہو لے دیں گے۔

شیرینی بروز برات کو بھی بہت کم کر سکتے ہیں اور ساری دانست میں دس تہال شیرینی کافی ہیں جو قیمت میں دس روپیہ سے زیادہ نہو لے چاہئے۔

بیر

وصال

حقوق

شیرینی

بروز

لوازہ گراچن  
اور سالانہ  
لوازہ

گمراہ چن اور لوازمہ گراچن اور سالانہ لوازمہ کی بابت ہم نے بہت سوچا ہے اور ہم اس بارے پر  
ہو چکے ہیں کہ اس معاملہ میں بھی معقول اصلاح ہو سکتی ہے۔ یہ ہم نے پچھلے لکھا ہے کہ برات کو لڑکی  
والے دور دراز اپنے گھر میں قیام دیکر رخصت کر دیں۔ یہ تجویز ہنس مخض خیالی تجویز پیش  
نہیں کی ہے بلکہ وہ رسم بیان کی ہے جو اس وقت پنجابی سندھوں میں سالہا سال سچ جاری ہو  
بڑے بڑے سیٹھ اور مہاجن اور ذی ارتہ اسکو اس وقت تک کر رہے ہیں۔ اس پر ہی اوس کے  
اخراجات کی کمی کی تجاویز انہیں آجکل درپیش ہیں مثلاً سکر میں سبھا وغیرہ اسماعلہ  
میں بہت ساعی ہو رہی ہے اسید ہو کہ پنجابی صاحبان کا سیالی حاصل کریں گے کیونکہ وہ ہمارے قلم  
کی طرح ماحی صاحبان سے قانون وضع نہیں کراتے۔ پنجاب کے کہتری مہاجنوں میں بلکل اہل  
ہندو میں یہ رسم ہے کہ برات آتی ہے اور ایک دور وز سدا نہ میں رہ کر رخصت ہوتی ہے  
لڑکی والے بوقت رخصت برات پارچاٹ مختصر جہیں ایک دو مکلف جوڑے ہوتے ہیں اور  
باقی سادہ پیشکش کرتے ہیں اور کچھ روپیہ نقد دیتے ہیں اور اس سب کو وہ کھٹ کر نام کر  
پکارتے ہیں اور کوئی سالانہ لوازمے یا دعوتیں نہیں ہوتی ہیں۔ کہٹ میں اچھی اہل و دل  
ایک سو روپیہ سے زیادہ رقم نقد نہیں رکھتے۔ اس لئے ہماری دانست میں سدا ان پنجاب  
کی قوموں سے جو ہندو ہونیکا دیسا ہی خضر کہتی ہیں جیسا ہم بلکہ سدا لوگوں سے زیادہ مستمول  
ہیں سبق حاصل کرنا چاہئے مائا کہ پنجاب کے اہل ہندو میں ہی بہت سے مسیوب رواج ہو جو ہیں  
وہ صرف اسی وجہ سے قابل اعتراض ہیں کہ وہ خلاف ہندو ہیں جبکہ رفع کرنے میں وہ کوششیں  
کر رہے ہیں اور بعض رفع بھی ہو چکے ہیں مگر انہیں کوئی رسم فضول خرچی کی نہیں ہے۔ ان قوموں کو  
مطابق ہمارے یہاں بھی پہلا شب دعوت برات اور لیکن ہو جانا چاہئے۔ دوسرے روز  
کی شب کو ایک دعوت اور دینی چاہئے اور یکیشٹ رقم لوازمہ گراچن بطور کھٹ کی انکی نذر  
کرنی چاہئے۔

جب سطح سے قوم مروجہ لوازموں کی ٹوٹ گئیں تو شروع شروع میں خواہ روپیہ زیادہ ہی

دیا جاوے مگر یکشت رحم آہستہ آہستہ ایسی رسم پر آہٹے کی جو قابلِ برداشت ہو جائیگی  
پارچات کا ذکر ہم کر چکے ہیں کہ وہ مختصر اور سادہ ہونے چاہئیں۔ میوہ جات خشک و کھجور وغیرہ  
سب موقوف کر دینے چاہئے کیونکہ اس سے کسی فریق کو مفاد نہیں ہے محض روپیہ فیالک کرنا ہے۔  
ہماری رائے میں جیسا کہ دیگر اقوام بھی اسبابِ خانہ داری دیتے ہیں اسی طرح حکومتِ ہند  
دینے چاہئے۔ تقریباً تہالی محض فضولِ خیر ہے۔ ایک لاکھ روپے تہالیاں اور چند کٹوری دینے  
کافی ہیں۔ یہ کل سٹے کے اندر ہو سکتے ہیں۔ کم استطاعت لوگ اس میں بھی اور کمی کر سکتے  
ہیں۔

سرت  
یعنی برتن

ششدر منڈی کی رسم بالکل توہمات پر مبنی معلوم ہوتی ہے اور بالکل بند کرنی چاہئے۔  
زوجی کی رسم محض غیر ضروری ہے اور نہ صرف اس بھیمائی کو دور کرنا چاہیے جو مکانِ دینر کی شے  
ستورات سوراخوں اور دروزنوں سے مرد و زن کی باہمی گفتگو کو سستی میں بلکہ زوجی کی رسم ہی  
قطعی بند کرنا لازمی ہے۔ برادری میں یہ اشتہار دینر کی اصلا ضرورت نہیں ہے کہ فلان تایخ زوجین  
ہم بستر ہو گئے۔ بلکہ پنجابی تازہ وارد کشمیریوں کو یہ رسم بھی کرنی چاہیے کہ وہ استقرارِ محل کے پانچویں  
مہینے براہی میں جغرات تقسیم نکھیا کریں۔

ششدر منڈی  
زوجی

رقوم نقد کا ہیجان اولاد کے موقع پر پنجاب تہال بند کرنا چاہیے صرف بچہ کی واسطے ایک چڑھ کافی ہے  
لڑاسی اور لڑاسکاں کے مونڈن و شادی یا زنا ربندی پر صرف ایک مختصر زور حسبِ حیثیت دینا کافی  
ہے۔ پارچات اور رقوم نقد بند کرنی چاہئے۔

پرائیڈ  
نہاں کھانسی  
چہ بچہ

ان اخراجات کو جنکو ہم متفرق لکھا ہے یعنی سدا ہی کی ملاقات پر لڑکی کی روزمرہ یا معمولی آمد  
رفت پر اور شادی یا زنا ربندی کر کے گھر جانے پر جو رقوم خرچ  
کیجاتی ہیں بالکل بند کرنے کے قابل

متفرق

ہیں

## باب ست ویم

### غمی کی رسمیں مرگ کر یا تریم

اب ہم غمی کی رسومات کا ذکر کرتے ہیں۔ انوس ہے کہ اس صغیہ میں بہی شہیری پڈو کے اخراجات ہر ایک بکر قوم سے بہت بڑھ رہی ہیں ہم چاہتے تھے کہ اس تذکرہ کو بالکل نظر انداز کرتے مگر ہمارے مضمون اس کے بغیر نامکمل رہ جاتا ہے۔ سچو کو یہ ضرورت معلوم ہوئی ہے کہ غمی کی رسوم کا ذکر نہ صرف فضول خبرچی کے رفع کرنے کے لئے ضروری ہے بلکہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعض رسوم مہیوب غمی کے متعلق ایسی رائج ہیں جو بالکل قابل ترک ہیں اور گو وہ رسوم رسوم دیگر اقوام ہندو میں بھی رائج ہیں مگر ہماری قوم میں انکی پیروی بڑی تاکید سے ہوتی ہے اس لئے اسکا ذکر کرنا مناسب سمجھا گیا۔

جب کوئی بیمار تریلا مرگ ہوتا ہے تو اسکو فوراً چار پائی پر سے اتار کر زمین پر ایک چٹائی پڑا دیتے ہیں۔ اگر کوئی بیمار بستر چار پائی پر دارثان کی غفلت یا نا انہمی سے مر جاوے تو انپر ایک خاص ڈنڈ لگایا جاتا ہے یعنی یہ کہ کر یا کریم کی رسوم میں ایک رقم خاص انکو اس امر کی تلافی کے لئے خرچ کرنی پڑتی ہے ہماری سمجھ میں اب تک یہ بات نہیں آئی کہ اسکا ردائی سے پُرانے زمانہ کی ہندو کے بزرگوں نے کیا مصلحت سوچی تھی۔ بیمار اس نامعقول سلوک سے بالکل ہرسان ہو جاتا ہے اگر روح کوئی چیز ہے اور وہ بھوک بھی دارثان کے لئے نیک بد اثر کہتی ہے تو بھال خیال یہ ہے کہ وہ ضرور دارثان کے ایسے سلوک سے ناراض ہو کر سخت بد دعا دیتی ہوگی۔ ہم نے بہت اس رسم پر غور کیا ہے اور اپنی قیاس کو محسوس کیا کہ کوئی نکوئی وجہ اس رسم کی دریافت کر سکیں کیونکہ یہ ہمارا پورا یقین ہے کہ ہندوؤں کے بزرگ نادان نہ تھے اور انکی کوئی تربیت اس مانہ کو ملحوظ

تریلا مرگ  
زمین پر

خواہ وہ اب بے سود ہو (خالی از علت نہ تھی)۔ بہت عورتوں کے بعد سہنرا اپنے قیاس سے دو دو جہات اس رسم کی علت غائی کی سوچی ہیں شاید وہ صحیح ہوں مگر ہم انکا اظہار کر دیتے ہیں۔

ایک یہ ہے کہ چار پائی پر مرنا غور ظاہر کرتا ہے اور زمین پر ڈال دینے سے یہ مراد ہے کہ گویا سب دنیاوی تعلقات سچ ہیں آخر سب کو اس منزل پر پہنچنا ہے عبرتاً سب کو یہ بتلایا جاوے کہ انکا انجام آخر یہی ہے خواہ وہ مخمل پر سوتے تھے آخر وہ اسی مٹی میں ملیں گے جس سے وہ پیدا ہوئے ہیں اگر یہی مدعا ہو تو ہماری دانست میں یہ خیال کو بہت عمدہ ہے مگر اس سے یہ حرمی اور بے حرمتی سے جو بیمار سے کیجاتی ہے زیادہ تقویت نہیں پاتا ہے اس میں کسی فرد بشر کو شک نہیں ہے کہ جو غیر کسی صورت میں پیدا ہوئی اور نشوونما پائی ہے۔ پھر زوال پر آئیل ہوئی وہ ضرور اس صورت میں ختم ہو جائیگی۔ اور دوسری شکل اختیار کرے گی۔ ہماری دانست میں بے ثباتی عالم کا ثبوت اس سے زیادہ رسم سے زیادہ مستحکم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسا نازک موقع پر مریض کی جہانت تک ہو سکے تسکین کرنی چاہیے تاکہ انکی جان اور جسم کا تعلق رنج سے نہ چھوٹے۔ بنی نوع انسان کی حیات مستعار کا یقین کس کو نہیں ہے؟ اس زمانہ میں شاید یہ رسم کچھ اثر کر سکتی ہو جب کہ تعلیم کو کوئی قوم بے بہرہ ہو۔ زمانہ حال میں اس رسم کے سبق کی اصلاح ضرورت نہیں ہر مرنی نفس موت سے ہی اسکا پورا سبق ہر ایک کو حاصل ہوتا ہے۔

دوسری وجہ جو ہم خیال کر سکتے ہیں اور جو کب قدر بعید معلوم ہوتی ہے یہ ہو سکتی ہے کہ تیماردار کی ہر وقت کی حاضری میں اس خوف سے کوتاہی نہ ہوگی کہ اگر انکی عقب میں بیمار چار پائی پر مر گیا تو انپر جبر مانہ ہو جائیگا۔ اور اگر مصالحت یہہ ہے کہ اگر کوئی سزاوار شاں کی غفلت کی تجویز نہ کیجاوے تو وہ نہایت غافل ہو جائیگا مگر بیمار کی خبر داری نہ کریں گے اور انکو یہ معلوم نہ ہو سکیگا کہ کب مریض کی روح پرداز کر نیوالی ہے۔ تو ہماری دانست میں یہ تجویز بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ ہم یقین نہیں کر سکتے کہ کسی غریب کی حالت میں کوئی اسکا درموند غافل رہ سکتا ہے اور اگر اس مریض سے ایسا انس نہیں ہے تو اسکو وقت سے زمین پر ڈال دینا

سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

ہماری دانست میں یہ سخت نامعقولیت ہے کہ ورثاء اپنے عزیز قریب المہرگ کو اس طرح سے زمین پر لٹاویں جیسے کسی مویشی کو ڈال دیتے ہیں۔ کسی مریض کو اس طرح تکلیف جہانی دیکھا تو کرا کر ناکوئسی عقل کی بات ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص چہت پر مر جاوے اور اُسکی وارثاں اُسکو تیل از مرگ چہت سے اُتار کر زمین پر نہ ڈالیں تو اُنہیں یہی جرم مانا ہوتا ہے اُسکی یہی کوئی معقول وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہم نہایت عجز سے ملتس ہیں کہ نزع کیمالات میں مریض کی ایسا سلوک کرنا خلاف تہذیب اور وحشیانہ معلوم ہوتا ہے یہ سلوک بالکل قابل نفیر ہے اور ترک کرنا چاہئے۔ جو جرمانہ گورچی مہا نراج اس سلوک کی عدم تعمیل پر تجویز کرتے ہیں وہ ادا کرنا چاہئے۔ اور اگر جرمانہ ادا کرنا موقوف نہیں ہو سکتا تو بنیت مروجہ سلوک کو جرمانہ ادا کر دینا بدرجہا بہتر ہے۔

جب مریض مر جاتا ہے تو اُسکی مردہ کی مٹی خراب ہوتی ہے جسکی روح اور جسکی یادگار کی دہم شاستر نے اس قدر تعظیم کرنے کی تاکید لکھی ہے اُسکے ساتھ بعد مرگ نہایت برہمٹی ہوتی ہے۔ ایک بالنس یا چوب کی سیڑھی طیار کر کے اُسکو چار آدمی یا برہنہ و سیر سہا اٹھالیا جاتا ہے اور دیگر گھبراہٹیاں سب دھوتیاں ماتھے میں لٹکی ہوئے یا برہنہ ساتھ جاتے ہیں عورتیں ہمراہ نہیں جاتیں۔ بدھوں کے مرنے پر بڑا جھلوس ہوتا ہے۔ مرگھٹ میں جا کر مردہ کو انبا نہرم میں ڈال کر آگ دیجاتی ہے۔ ستونی کا وارث ایک ہنڈیا ستونی کے سر کے پاس بھڑدیتا ہے جسے کپال کہتے ہیں۔ بعض درہندو قوموں میں تو واقعی سبھی مردہ کا پھوڑ دیا جاتا ہے غالباً ہنڈیا پھوڑنا بجائے سر پھوڑنے کے قائم ہوا ہے۔ سب ہمراہیاں خواہ کوئی موسم ہو اُسی جگہ غسل کر کر گہروں کو واپس آتے ہیں۔ اُدنی کپڑے پر پانی کے چھٹے دیکر واپس لے آتے ہیں اور سوئی کپڑے بدل دے جاتے ہیں۔

جائے خور ہے کہ کیا یہی عزت کسی شخص کی بعد مرگ ہونی چاہیے؟ کیا یہ پُرانی نیم وحشیانہ حالت کا

مردہ کی  
مٹی خراب



بقیہ نہیں ہے؟ ہمنے مانا کہ کسی کا مرنا کوئی خوشی نہیں دیتا اور اُسکے ساتھ جہاں تک لنگسار ہو اچھا ہے اور جتنی عبرت حاصل ہو سکے حاصل کرنی چاہئے۔ مگر یہ کیا لنگسار ہو اور اس میں متونی کی کیا عزت ہو کہ سب ہمراہی پابریہ نہ ہوں اور سب بلا لحاظ حفظانِ صحت و رتبہ و موسم اُسی مقام پر نہائیں جہاں مردہ جلا جاتا ہے بہت لوگ جنازہ کے ساتھ جانے کو اُسی وجہ سے بہانہ کرکڑٹال جاتے ہیں کہ اُنکو معمولی روزمرہ کا لباس تار کر پابریہ نہ جانا پڑتا ہے۔ ہماری دانست میں کیونکہ ہم اور مہذب قوموں کا طریقہ حقیقتاً واقعی قابل تقلید ہو اختیار کریں۔ آگ میں جلانے کی رسم طبی لحاظ سے بیشک بہت اچھی ہو اور وہ نایم کرہنی چاہئے مگر ہماریاں جنازہ کیلئے معمولی لباس میں ہمراہ جانے میں کوئی روک نہیں چاہئے پابریہ نہ جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مگر ہٹ میں غسل کرنا کچھ زیادہ نایہ مند نہیں ہو سکتا ہے ہم اپنی گہروں پر اگر غسل کر سکتے ہیں۔ مگر ہٹ ہمیشہ متعص ہو تا ہو اور خصوصاً دبائی مومنوں میں مگر ہٹ کے موقع پر نہانا نہایت خطرناک ہے۔

ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ قوم کی ہر ایک موت پر جنازہ کی ہمراہ جانا ہمدردی کا اظہار ہے اور ہمیشہ اُسکا پابند رہنا چاہئے ہم خود دو بار غیر قوموں کے جنازہ کے ساتھ معمولی لباس میں گئے ہیں اور گھر پر اگر غسل کیا ہے۔ ہمنے افریقہ اور امریکہ کی وحشی قوموں کے حالات سیاہوں کی سند لیا میں پڑے ہیں جسے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی ایسی قسم کی لغو رسومات جاری ہیں کوئی مہذب قوم خالی نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی بقیہ وحشی حالت کا باقی نہ ہو۔ کیا انگریزوں میں بعد نکاح کے ڈولہا اور اُسکے ہمراہیوں کو جو تے مارنے کی رسم نہیں ہے؟ کیا یہ اس وقت کا بقیہ نہیں ہے جب عورتیں جبراً چین لی جاتی تھیں؟ کیا کہتہ یوں مہاجنوں میں سہنجی کی رسم پرانی وحشت کا بقیہ نہیں ہے؟ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم وحشیانہ بقیہ کو قائم رکھیں۔ مردہ کا سڑنا ہندوؤں کے اُس دماغی اور علمی کمال پر جو انہوں نے پرانے زمانہ میں حاصل کیا تھا سخت دہہ ہے اور یہ رسم جس قدر جلد دور ہو اُسی قدر بہتر ہے اور ہماری قوم کو بھی ہٹ یا پھوٹنا نہ ہو



کرنا چاہئے کیونکہ اسمیں بھی سر ہو جانے کا قصور اور غور شامل ہے۔

جو مصیبتیں متونی کے اُس وارث پر نازل کی جاتی ہیں جبکہ دوسرے کر یا کرم کرنا ہوتا ہے بیان کر باہر ہیں  
 اُس کا سر اور داہری مونڈی جاتی ہے اُس کو تو نشان ماتم سمجھا گوارا کر سکتے ہیں اور کسی مصیبتیں  
 ناقابل برداشت ہیں۔ بارہ روز تک اس کو بستر پر سونے کی اجازت نہیں ہے۔ بارہ روز تک  
 اُس کو پا پر نہ رہنا چاہئے اور دنیا کے کل کاروبار بھٹل کرنے چاہئے اور ایک وقت نہ تانی کہانا کھانا  
 چاہئے۔ گیارہویں بارہویں روز کر یا کرم شروع ہوتا ہے۔ کر یا کرم کے کشمیری پنڈتوں میں دو  
 قاعدے ہیں۔ بعض ایک بار کر یا کرم کرنے والے ہیں۔ اور بعض پل کر یا کرم کر نیوالے ہیں جو  
 شیو کرمی کہتے ہیں ایک ہی کر یا کرم صابری صابری شخص کو ناک چنی جیوا دیتا ہے اور جیو ڈبل کرنا پڑے  
 اُس کا تو خدا حافظ ہے۔ بلکہ معلوم نہیں ہے کہ اصلی دھرم شاستر میں کر یا کرم کی کس طرح ہدایت ہے  
 اس لئے کہ یہ جرات کہنے کی نہیں ہے کہ کہنا تک ہماری لالچی پروستوں نے اسمیں اپنی طمع زر سے  
 از دیادی کر دی ہے اس لئے اس بحث کو چھوڑتے ہیں۔ اگر ممکن ہو سکتا تو کسی نالہ یاد پر پور نہ  
 کسی چاہ کر یا کرم کی رسوم ادا ہوتی ہیں اور شاید ہزاروں کشمیری پنڈتوں میں ایک ہی  
 نہ ملے گا جسے معلوم ہو کہ کر یا کرم کی ساری کارروائی جو زبان سنسکرت ہوتی ہے شروع کر  
 آخر تک کیا معنی رکھتی ہے کبھی کبھی کو کہتے ہیں۔ ادھر دیکھو کبھی ادھر دیکھو کبھی کبھی پٹو  
 کبھی کاندھ پر ہٹکی رکھ کر اُس طرح سے پہنیکو کہ خود دوسرے طریف رخ ہو۔ کبھی پانی میں تار بڑا  
 کھڑے رہو اور جسم پر ایک گریبان چاک ملل کا کرتا پہنے رہو خواہ جنوری کا مہینا ہو۔ کبھی ایسا  
 نام متونی کا کو کبھی ۷ بار نام لو اور اتنی ہی بار تھیلی سے پانی ڈالتے جاؤ۔ کبھی چاول  
 کی پنڈ چار بناؤ پیر پانچ بناؤ پیر انکو ملا دو اور اسی قسم کی کئی اور طرح کی کارروائیوں سے ختم  
 اسپر ہوتا ہے کہ متونی کو اپنی ذہن میں اُن رنگوں کی فہرست میں داخل کر دیا جاتا ہے جن میں  
 اُس کے اباد و اجداد درج ہیں اور جن کو دیوتا ہونیکا رتبہ حاصل ہو چکا ہے۔ گزشتہ بزرگوں کے  
 نام کے بہت سے چاول کے پنڈ بنا کر متونی کے نام کا ایک اسمیں پنڈ ملاتے ہیں اس شہادت کو

وارثوں پر  
 مصیبتیں

پندرہ ہیلوین کہتے ہیں گویا متونی اپنی ادا و اجرا کے ساتھ جہلا۔

اُسکے سفر کی مشکلیں بہت سبھی جاتی ہیں اور کسی ندی اور نالے اُسکو گرنے پڑتے ہیں کسی گرم موسموں سے گزرا کر ناپاڑتا ہے جہاں کئی مقام پر دھوپ سخت ہوتی ہے راستہ دشوار گزار ہوتا ہے اُس کے لکڑی نقری گشتی وہاں چات چہتری و لکڑی اور پاپوشل و رسال کر زاد راہ کی اونٹنوں کی استعمال کی ضرورت ہوتی ہے جو گورجی مہا نراج کو دے جاتے ہیں تاکہ متونی کو کوئی تکلیف نہ آجنگ کی ہی ان اشیاء کی رسید نہیں آئی اور نہ رسید کی ضرورت ہے کیونکہ گورجی کا تسلی دینا کافی ہے کہ سب چیزیں کارآمد ہو جائیں گی اور متونی ان سے استفادہ کریگا۔ اگر متونی عمر کا سن رسیدہ ہو اور پوتے پر پوتے چوڑ کر مرے تو جیسے اُسکے مرنے پر جلوں ہوتا ہے اور نقری پھول و نقد نقش پر پھینکا جاتا ہے۔ ویسا ہی اُسکے گریا کر مرے کی وقت اُسکے لکڑی ایک زینہ طیار کر ناپاڑتا ہے جس سے مراد یہ کہی جاتی ہے کہ وہ منزل نجات پر پہنچنے کیلئے زینہ کا محتاج ہے۔ گور و صاحب ملائی زینہ پر ہمیشہ اصرار کرتے ہیں اور اکثر امیروں سے ملے مرتے ہیں۔ کسی کا تو عزیز مر گیا اُسکی جد امی کا صدر سے اور اُسکی موت کا نقصان ہر ایک شخص کو غمگین کرنے کے لکڑی کافی ہیں اس پر کیفیت یہ ہے کہ گری کی مٹی خراب اور تکلیف جہانی اور اُس پر طرہ یہ کہ خراج کثیر۔ ایک پنجاب کے غریب شیریں پنڈت کے ایک عزیز کی موت پر ایک سو روپیہ سے زیادہ خرچ ہوا تھا جو اُس نے قرض لیا اور جو اُس نے چار سال کا بچہ مشکل سے ادا کیا۔

متونی کا  
سفر عدم

### اصلاح

ہندوؤں میں قطع نظر قریب خون کو ہم شاستر نے پانی دینے والوں اور پنڈت دینے والوں کی درجہ و طرح ترتیب کی ہے کہ اُسے ہندوؤں کا قانون و رشتہ حصر کرتا ہے۔ ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جب تک قوم شری پنڈت ہندو ہونے کا دم بہرتی ہے اُسکے گریا کر مرے تو بموجب ہدایت شاستر کرنا پڑیگا۔ وقت یہ ہے کہ ہندوؤں کے مذہب میں یہ دریافت کرنا نہایت مشکل ہو رہا ہے کہ شاستر و لکڑی احکام کہاں تک لازمی ہیں اور کہاں تک وہ اختیاری ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی بزرگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ انکی

اصلاح



# باب ست و سویم

## پھولوں کا گنگا جی ہسینا

ہم نے وقت کچھ چاندی سونا اور مونگا وغیرہ مردہ کے مونہ میں ڈالے جاتے ہیں جو خاکستر میں سے اچاچ نکال لیتے ہیں۔ تیسری روز مردہ کے جل جانے کے بعد اسکی خاکستریں سے اسکی ہڈیاں چسپے پھول کہا جاتا ہے چسپے جاتے ہیں اور اچاچ کو اسی مقام پر وہی پٹری کہلا کر جاتے ہیں جہاں کہ منوفی چلایا گیا تھا۔ اسکی کچھ روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ بعد ازاں ایک جوڑہ پارچات اور قدرے زیور زور پھول یعنی است (استواں سی لفظ سے غالباً نکلا ہے اور انگریزی لفظ استالوجی بمعنی علم استواں کا استخراج بھی یہی معلوم ہوتا ہے) گنگا جی روانہ کئے جاتے ہیں جہاں سب کشمیریوں کا ایک خاص پروہت مقرر ہوا وہ دیسی رہن ہیں بے کشمیری نہیں ہر گنگا جی پر وہ است دریا میڑ والی جاتے ہیں پروہت ایک مختصر مشرادہ بھی کر دیتا ہے۔ دریا گنگا کا مقام ہو گیا ہے جہاں کشمیریوں کی کیا سب ہندوؤں کی استواں ہدفات ڈالی جاتی ہیں۔

دریا گنگا کو اس قدر عظمت حال ہو گئی ہے کہ ہندوستان کے سب ہندو اسکو تیرتھ سمجھ کر اس میں نہانے پینے یعنی ثواب سمجھتے ہیں یا جو دیکھ اب زمانہ بدل گیا بہت لوگ جغرافیہ ارضی و طبی سے واقف بھی ہو گئے ہیں تیسری گنگا جی کی عظمت ایک شنبہ بھی کم نہیں ہوئی بلکہ میل نے جاتریوں کی تعداد اور یہی زیادہ بڑھا دی ہے گنگا جی کے پانڈی پاری تماشروالوں کے آخری تماشہ کی طرح ہر سال یہ کہتے رہتے ہیں کہ گنگا جی کا مہاتم ختم ہونے والا ہے اور اب آخری کُمبھہ ہو لیکن ہمیشہ کُمبھہ اور مہاتم کا پتہ تجدید ہوتا رہتا ہے۔ اگر گورنمنٹ و باؤس ہفینہ کر دکنے کی غرض سے جاتریوں کو جو بے اندازہ جمع ہو جاتے ہیں متفرق کر دیتی ہے تو گورنمنٹ کی پالیسی پر ہندو سب شاکس ہوتے ہیں جبکہ ہمارے ہم مذہبیوں میں گنگا جی کی تعظیم کا استعد خیال ہے تو ہمیں اندیشہ ہوتا ہے کہ ہمارے ذاتی خیالات

گنگا جی

کئی پرجوش اور ضعیف الاعتقادوں کو عارضی رنج دیں گے مگر ہم اظہار حق سے نہیں چونک سکتے  
خواہ کثرت رائے ہماری ساتھ متفق نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ دریا گنگا ایسا بڑا اور مفید دریا ہے کہ ہندوستان کے صد اسیل کا رقبہ  
اُس سے مستفیض ہو کر زرخیز بنتا ہے اور سطح مہریوں نے دریا رنیل کو دیوتا بنالیا تھا ہندو  
نے گنگا جی کو خدائی درجہ دیا ہے۔ یوں تو ہندوستان کے باقی اور دریا و نگی بھی اہل ہندو مذہب  
پرستش کرتے ہیں مگر گنگا جی کا درجہ سب سے اعلیٰ سمجھا گیا ہے اور روایت یہ ہے کہ وہ شیوجی  
مہاراج کر جٹاون میں سہی یعنی سر کے بالوں سے نکلتی ہے۔ کوہ ہمالہ کی سب سے اونچی چوٹی کا نام  
گوریشنگر ہے (جو دنیا میں سب پہاڑوں سے اونچی ہے) شیوجی دیوتا کا دوسرا نام گوریشنگر  
ہے اور ہمالہ کی سب سے اونچی چوٹی شیوجی کا استہان ہے وہاں سے شیوجی مہاراج کی  
جٹاون سے گنگا جی نکلتی ہے۔

پرنے زمانہ میں ملک مصر کے باشندے دریا رنیل کو ایسی ہی مذہبی بزرگی دیتے تھے جو اس وقت  
ہندوستان میں دریا گنگا کو دی جاتی ہے۔ مصر کے باشندے اب بوجہ تبدیل مذہب دریا رنیل کو  
محض دریا سمجھتے ہیں دریا رنیل کی طغیانی سے مصر کی اراضیات زرعی کے حدود تہ و بالا برباد  
کرتی تھیں۔ ریاضی دانوں کا گمان ہے کہ علم اقلیدس نے اسوجیہ سرکہ ہیتوں کی حدود پر پامال  
صحیح کرنی پڑتی تھی مصر میں نشوونما پایا ہند میں دریا گنگا نے مساحت یہی نہ سکھلائی ہند میں  
گنگا جی کے یہاں تک پرستش ہوئی کہ ہندو بعد مرگ بھی اُسی میں رہنا اپنی نجات سمجھنے لگے  
اور اس وقت تمام ہندوستان کے ہندوؤں کے مردوں کی ہڈیاں اُسمیں داخل ہوتی تھیں اور پھر  
منبرک پانی سمجھا جاتا ہے۔

گنگا جی کے مہاتم کی ایک یہ بھی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ سکاپانی متعفن یا بوسیدہ نہیں ہوتا  
معلوم نہیں ہے کہ یہ کہاں تک سچ ہے اگر یہی دلیل عجاز ہے تو دریا رنیل اور فرات اس کے ہم پیر  
ہیں علم کیمسٹری کے جاننے والے پانی کے اجزاء اور ترکیب جانتے ہیں ان پر دلیل

دوہری ڈ

کچھ وقعت نہیں رکھ سکتی۔ جس پانی میں خاص قسم کی سالٹ یعنی نمک کی آمیزش ہوگی وہ ہرگز نہ سٹرے گا۔ چنانچہ آب باران اگر زمین کے سٹریوالموادوں سے آمیزش ہو تو نہ پاؤ تو صد سال تک وہ بھی نہ سٹریگا۔ کشید کیا ہوا پانی بھی اصلی حالت میں ہیگا اور کبھی اوٹھوٹکا پانی بھی جبکہ کسی ٹھکانہ زمین سے گذر یا تو وصل نہیں ہوتا اصلی حالت میں قائم رہتا ہے اگر ایک برتن میں معمولی پانی جمع کریں اور اس کے ساتھ ایک ٹکلی سطح سے لگا دیں کہ ٹکلی میں جہاں سے ہوا گذر کر پانی نکلے وہ ٹکلی اور اس کی رکنہ یا جادے تو ہوا کے کھانچ اور جو پانی کو سٹرائے ہیں جنکو الفیوز دریا کہتے ہیں پانی نکل نہیں پونچ سکتے راستہ میں ہلاک ہو جاتے ہیں اور پانی ویسا ہی رہتا ہے جیسا کہ پھلورور کہا گیا تھا۔ اگر بالفرض دریا گنگا کا پانی نہ سٹرائے گا یہی بات کوئی معقول وجہ معلوم نہ ہو سکی تاہم یہی گنگا جی کو یہ وجہ حاصل نہیں ہو سکتا جو عوام الناس کو دیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کو ایک عجوبہ کہہ سکتے ہیں۔

فرط تعظیم کے سوا اور کوئی وجہ گنگا جی میں استخوان ڈالنے کی بظاہر معلوم نہیں ہوتی۔ ہماری دانست میں استخوان گنگا جی پہنچنے کی تکلیف اور اس کے متعلق اخراجات بالکل بے ضروری ہیں۔ اگر چلتے پانی میں پہول بہا دینے ضروری سمجھا جائے تو کسی قریب کی ندی یا نالہ یا دریا میں باسانی ڈالے جا سکتے ہیں۔



## باب بست و چھام

غنی کی سہولت کا سلسلہ۔ گریہ و زاری۔ ازدواج ثانی بیوگان  
 بروز مرگ زن و مرد گریہ و زاری کرتے ہیں۔ عورتیں ایک صف پر بٹھکر  
 روتی ہیں۔ گیاراں باراں روز تک برابر صف ماتم بچھ رہتی ہے۔ بارہویں روز کے بعد  
 سب غسل کرتی ہیں اور ماتم کے سوتا کینے ناپاکی کو رفع کرتی ہیں۔ باراں روز تک برادری کر  
 لوگ ماتمی گھر میں خورد و نوش نہیں کرتے۔ خویش و عزیز جو اس موقع پر مہمان ہوتے ہیں وہ  
 خورد و نوش میں شریک ہوتے ہیں۔ کشمیر کے تازہ واردان میں ماتم زیادہ عرصہ تک ہوتا ہے  
 عموماً بارہ روز کے بعد ماتم ختم ہو جاتا ہے۔ پنجابیوں کے سیاہے کی رسم چہر ایک نائین  
 سینہ کو بی و گریہ و زاری مثل فوجی قواعد کے ترتیب کے چند ماہ تک کل مستورات سحر کرتی  
 ہے ہماری قوم میں رائج نہیں ہے۔ تعزیت عموماً بذریعہ خطوط ہوتی ہے صرف قریبی رشتہ دار  
 بذات خاص تعزیت کے لئے آتے ہیں۔ البتہ جس مرد کی بیوی مر جاوے اسکو ماتم پر سی کیلیج  
 اپنے خسرال ایک بار جانا ضروری ہے۔ ایک ہی شہر میں برادری کے سب زن و مرد ماتم پر سی کرتی ہیں  
 گیاراں باراں روز برابر اور بعد اسکے مانانہ اور پشہر شاہی اور برسی پر گھر کی عورت خود چوکی کی  
 لپائی کرتی ہے خادموں سے یہ کام نہیں لیا جاتا اور نیز ان موقعوں پر شام کو گھر کی عورت  
 ایک چرلغ گھر کے دالان کی دہلیز پر روشن کرتی ہیں اور قبیل سحر کہ چرلغ گل کیا جاوے ایک  
 لوٹ پانی کا گندایا جاتا ہے۔ اور ایک لمحہ کے بعد اُس چرلغ کی ہتی نکال دیتی ہیں اور وہ  
 اس طریق سے گل ہو جاتا ہے۔ گیارہویں بارہویں روز کے کریارم کے بعد پھر مانانہ صف  
 ماتم پر بستورات گریہ کرتی ہیں اور کرمی ایک وقت فاقہ رکھتا ہے۔ چہ ماہ کے بعد پشہر شاہی  
 ہوتی ہے چہ شراوہ ہوتا ہے اس پر ہی سوچا اس روپیہ صرف ہوتے ہیں شہر شاہی کے بعد

[گریہ و زاری]

[گیارہویں]

[روز]

[سیاہے]

[چراغ گل]



برسی ہونی تہہ پنی سالانہ شراہہ آپر ہی سوچا جس صرف ہوتے ہیں ایک سال کے بعد جو پرانے  
 زمانہ میں سالانہ شراہہ ہوا کرتے تھے اب عرصہ سے بند ہیں اب صرف سالانہ ایک وقت فائدہ دیا  
 جاتا ہے اور ایک دو برسوں کو سیدھا یعنی رسد خشک تہہ ہیں یا انگوٹھا یا اکھلا کر کچھ نقد نذر کر دیتے ہیں  
 اس روز اس خاص چیز پکانے کو ثواب سمجھتے ہیں جسکی مستثنیٰ ہو رشتہ کو رحمت تھی شراہہ  
 کے کہانے پر رحم ہمیشہ استعمال ہوتا ہے برسی اور ششما ہی پر اچھی رتبہ کے لوگ بہت زیادہ  
 بھی خرچ کرتے ہیں۔ ہماری دانست میں شراہہ پر دس پانچ روپیہ سے زیادہ خرچ نہ کرنا چاہئے  
 ہر ایک مرگ پر جو والدین پر کے یہاں ہو دختر وائے کچھ رفوم بھیتے ہیں جو بالکل بند ہونی چاہئے  
 اس کے سوا دستار بندی کی رسم ہماری قوم میں نہیں ہر جیسے کہ شادیوں پر تنبول کی رسم  
 نہیں ہو ویسا ہی مرگ پر بھی برادری سے کچھ نہیں لیا جاتا نہ دیا جاتا ہے۔ بیوہ ہو جانے کی  
 صورت میں والدین دختر ایک معقول رقم اپنی بیوہ دختر کو دیتے ہیں جو ہماری دانست میں بہت  
 مناسب رسم ہے۔ ہندو بیوہ کی حالت ایسی قابل رحم ہے کہ اسکو جہاننگ ماکس ہو سکتی امداد  
 دینی ضروری ہے۔ کیونکہ وہ ہو موجب دہرم مشاستر کے ازدواج ثانی سے ممنوع ہے۔  
 بیوگاں کے ازدواج ثانی کے اجرا کے لئے آجکل ہندو ریفا مہبت کو شش  
 کر رہے ہیں مگر کچھ کامیابی اب تک حاصل نہیں ہوئی۔ حضرت حالی جیسے معجز بیان شاعر کی  
 مساجات بیوہ نے ہی اب تک کوئی اثر پیدا نہیں کیا۔ ہندوؤں میں تو کیا مسلمانوں میں بھی  
 (جن کو یہاں نکاح مخلص ایک سادہ ہے اور جسکی مذہبی کتابیں بیوگاں کو از دواج ثانی  
 کو نہ صرف جائز ٹھراتی ہیں بلکہ سفارش کرتی ہیں) کچھ اثر اب تک ظاہر نہیں ہوا۔ اگر یہ سماج  
 کی بہت سوز و چاڑی بیوگاں کی شادیاں ہوئی ہیں۔ اگر آریہ سماج کے اصول مذہب میں انکی قابل  
 عزت مفسر بدیعنی سوامی دیانند سستی نے اپنے ستیارتھ پرکاش میں نیوگ کے رواج  
 قدیم کو (جو زمانہ سے کم نہیں ہے) جائز کہنے کی کوشش نہ کی ہوتی اور اگر آریہ سماج  
 کے اصولوں میں ازدواج ایک روحانی رشتہ نہوتا تو امید کیا سکتی تھی کہ وہ شادی بیوگان میں

شراہہ  
 برسی و  
 ششما ہی

دختر

بیوگاں کا  
 ازدواج  
 ثانی



بہت مدد دیکھتے۔ جو شکلیں اور ہندوؤں کو شادی بیوگاں میں درپیش ہیں وہی تقریباً آریہ سماج کو بھی درپیش ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں نے ازدواج کو ایسا رتبہ دیا ہے جو تصور میں نہایت عالی ہو مگر عمل کردہ واقعی میں ہمیشہ وہ رتبہ قائم نہیں رہ سکتا۔ ہندو کو کچھ مذہبی خیال کے لحاظ سے مرد اور عورت شادی ہو جانے سے ایسے آپس میں پیوند ہو جاتے ہیں کہ زندگی میں تو شادی کا انفساح ممکن ہی نہیں بلکہ مرگ ہی وہ رشتہ قائم رہتا ہے۔ عورت کا گوت بھی شادی سے خاوند کی گوت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ خاوند اپنی بیوی کی وفات پر دوسری شادی کر سکتا ہے مگر عورت بیوہ شادی نہیں کر سکتی۔ کوئی ہنڈت یا پروہت بیوہ کی شادی کے لئے اپنی مذہبی کتابوں میں کوئی ہدایت نہیں پاتا اور وہ کسی طریق سے بیوہ کی شادی پر پیروں وغیرہ کی کارروائی نہیں کر سکتا۔ ہندو قوم کے لوگ جو ہندو مذہب رکھتے ہیں ہندو رسوم کے ساتھ شادی بیوگاں جاری نہیں کر سکتے شاید بالبد وہ یعنی صغیر سن بیوہ کے ازدواج ثانی کی بابت دھرم شاستر کی تعبیر مختلف ہو سکتی ہیں مگر پانچ بیوگاں کی شادی کے لئے دھرم شاستر کے احکام صاف مانع ہیں۔ آریہ سماج نے اگر کوئی شادی بیوگاں کی ہو تو وہ انکو اصولوں کے مطابق جائز نہیں سمجھتی صرف وہ بیوہ ہی ہے کہ اکثر آریہ سماجی انگریزی پڑھ سکتے ہیں اور انہوں نے اپنے انگریزی خیالات کی پیروی کی ہے اور برائی نام کوئی مختصر رسم ازدواج ادا کر دی ہے اور سہارا اس پر رکھ لیا ہے کہ انگلشیہ گورنمنٹ نے اسکو جواز دیدیا ہے۔ شادی بیوگاں کے لئے بہت سی وقفیں سدا رہیں مثلاً ہندوؤں کے مذہب کے رسم کوئی رسوم اس کے لئے موجود نہیں ہیں پروہت اور پوٹ کٹیاں دان کی رسوم اس پر استعمال کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔

اس واسطے کہ آریہ سماجی میں جو بعض شادی بیوگاں ان انجمنوں اور ریفاہیروں کی سرپرستی ہو چکی ہیں جو بیوگاں کے ازدواج ثانی کے موافق ہیں وہاں بھی تقریباً انگریزی طریق پر بصورت سادہ شادیاں ہو چکی ہیں برائے نام کوئی ہندو رسم کر دی گئی ہے۔ پہر شادی بیوگاں کو کس طرح ہو

انگریزی گورنمنٹ نے ایک قانون ایسا پاس کر دیا ہے کہ شادی بیوگاں جائز ہو سکتی ہو اور ایسی شادی کی اولاد ورثہ پانے کے قابل ہوگی۔ اس ایکٹ کا کامل استغناء اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب فریقین بالغ ہوں اور صاحبِ ضبطار کے سامنے اپنی شادی کے معاہدہ کو رجسٹری کرا سکیں جس کے لئے ایک ور قانون مقرر ہے۔ ہر کوئی امیدوارِ شادی بیوگا کی عام ہونے کی اس وقت تک نہیں ہے جب تک ریتیں اپنی حقوق کی خود حفاظت کرنے کے قابل نہ ہوں ورنہ بقول شخصے مردہ بدست زندہ۔ ذکور انکس حق میں ہمیشہ یکطرفہ فیصلہ کریں گے۔ ذکور خود ہی اثاثہ اور اپنے باہمی حقوق کی جج بنتی ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت فریقِ مقدمہ ہیں کشمیری قوم میں اب تک کوئی شادی بیوگاں نہیں ہوئی ہو اور اگر کوئی شخص اس مضمون کو چھیڑتا ہے تو ساری قوم غضبناک و متہرا کو دھوتی ہے۔

عورتیں کے سنکر ونگٹھ لکھڑی سوتی ہیں اسلئے ہم یہ تذکرہ

بے وقت سمجھ کر چھیڑنا نہیں

چاہئے۔

# باب بست و پنجم

## سالانہ تیوار

غیر معمولی رسومات اور انکے اخراجات کے بعد کشمیریوں کے سالانہ تیواروں کا ذکر کیا جاتا ہے  
ان تیواروں کے اخراجات بھی آمدنی پر پوری پوری یوزش کرتے ہیں کوئی مہینا ایک نہ ایک  
تیوار سے خالی نہیں ہے۔

پن  
یہ رسم بکشمیریوں کے یہاں بہادوں کے مہینے میں ہوتی ہے جن دنوں تمام ہندوستان کا  
موسم و باری امراض سے خراب ہوتا ہے۔ پن پر یہاں کچھی جی کر روٹ بنا کر جاتی ہیں۔  
ہر ایک ممبر خاندان کے حصہ کے روٹ بنتے ہیں۔ کسی کے سوا کسی کے سوا پاؤں بنتے ہیں  
بعض کے ٹکلیں اور بعض کے شیریں بنائے جاتے ہیں۔ یہاں کچھی جی دولت کی دیوی ہے  
گو یا یہ بڑے روٹ اسکی نذر ہوتے ہیں۔ جب سب روٹ پاک کر علیحدہ علیحدہ تھالوں میں لگا دو  
جاتے ہیں تو ایک مٹی کی مشکلی میں پانی بھر کر سامنے رکھی جاتی ہے۔ ایک کچا لگا عورتیں کالوئیں  
ڈال لیتی ہیں جس سے مراد حلقہ غلامی ہے۔ روٹوں پر کچھ پیسے اور کچھ کوڑیاں رکھتی ہیں۔ پانی کی  
مشکی کے ارد گرد مولی کا دھاگہ جسے نارون کہتے ہیں باندھ دیتی ہیں اور اس پر ہندو ہور کا ایک لگا کر  
اُسکے سامنے سب ہاتھ چڑھاتی ہیں۔ خاندان کی ہر عورت ایک کہانی بیان کرنی شروع کرتی  
ہے اور سب بال بچے ہاتھوں میں کوڑیاں اور پیسے لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ناظرین اس سید میں ہیں  
کہ وہ کسی شیل یا پوٹیکہ پر بیٹھ کر کہیں گی جس پر کچھ پیسے حاصل کریں۔ اگر نہ ہوں کہانی یہ  
ہوتی ہے کہ ایک گنوار عورت تھی وہ یہاں کچھی کی پوجا کیا کرتی تھی اور بجاؤ سید کے گوبر کے  
روٹ بنایا کرتی تھی کسی راجہ کے وہ پٹنڈا لکھنا اور اسکی شادی کی تجویز ہوئی۔ اسکی پانی

اپنی مک بضاعتی کا عذر کیا وہ مسموع نہوا۔ اور جب ساعت سعید شادی کی آئی تو اس عورت نے حسب معمول گوبر کے روٹ بنائے کیا دیکھتی ہے کہ وہ سونے کے ہو گئے۔ ”مہاں لچھی جی کی کرپا ہو گئی۔ مہاں لچھی جی صرف مہریان ہی نہیں ہے بلکہ قہار جی ہے۔ چنانچہ اُسی قہار کے تسلسل میں یہ بھی بیان ہوتا ہے کہ جب مہاں لچھی جی کی نظر قہار کو دنازل ہوئی سب خانماں برپا ہو گیا بیچارہ بچہ گرا گھر روٹوں کے انتظار میں بیٹا ہوتا ہے اور باجی صاحبہ کی کہانی ختم نہیں ہوتی جب ختم ہوتی ہے تو سب بچے اپنے ہاتھوں کی کوٹریاں اور پیسوں کی ٹنگی میں ڈال دیتے ہیں۔ اور شاہم کو کسی درخت کے نیچے ٹنگی کا پانی ڈال دیتے ہیں کوٹریوں اور پیسوں کے کچھ دیو جات خرید کر تادل ہوتے ہیں بچہ حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیا فضول یادہ گوئی ہے کبھی گوبر سونا ہو سکتا ہے ہر سال یہ کہانی کہی جاتی ہے مگر معتقد باجی صاحبہ کے روٹ جو بجائے گوبر کے سیدہ اور گھی کے بنتے ہیں سونا بن گئے۔ ”اں اتنا تو ضرور ہوا کہ مہاں لچھی جی صرف کر لگیں خیال فرماؤ کہ روپیہ لگمی اور روپیہ کا ۸ سیرٹا اور میدہ اُس سے بھی گراں۔ لکڑی روپیہ کی دو من اور چالیس پچاس روٹ طیار ہوتے ہیں اس پر پچیس روپیہ یوں ہی خرچ ہو گئے پچیس روپے کے ہاتھ اور چند گھنٹوں کے بعد دو چار آنے کے سرق بادیاں اور کچھین کی ضرورت پڑی (اُس روز اور معمولی غذا منع ہے) پھر لوگوں نے کہا ہے۔ ”پھر برادری میں۔۔۔ سدا نہ میں۔۔۔ غولیشوں عزیزوں میں تقسیم ہو کر نتیجہ کیا ہوا۔۔۔ مفت کی توہمات نے غنٹے روپیہ گروہ سے خرچ کرادے۔ مہاں لچھی جی اس کو راضی ہو سکتی ہو کہ ہم اُسکو حلوائی اور لکڑی والے اور کڑا دان بچنے والے کے حوالہ کریں؟ نہیں۔ ہکو وہی غنٹے روپیہ جو جو مہاں لچھی جی حفاظت سے رکھنے چاہئے۔ یہ ہی اُسکی عبادت ہے۔ کاش کہ ہم اُس کو پورے اد پاسک ہو سکیں!

## دیوالی

ہماری قوم لچھی کی پوجن دوبار کرتی ہے۔ ایک تو پن کے موقع پر دوسرا دیوالی کے موقع پر اس سہمنے [الی] یہی خواہ مخواہ طوالت کہنچی ہے۔ شروع کاتک میں دیوالی ہوتی ہے دیوالی کی رات کو ٹنگی کو لگا دینے

جمع کرتے ہیں۔ جنہیں کنجن جی مہاراج مہاں لچھی جی مہاراج اور ایک شہری ضروری ہے جو ایک نمونہ مکان یا مندر کا چوٹا نمونہ ہوتا ہے۔ اُن سب کہلوؤں کے سامنے شیرینی اور پٹاشہ وغیرہ بکرتے ہیں اور پوجا کرتے ہیں۔ کہلوؤں کے سامنے ایک تہالی میں کچھ روپیہ اور ایک طلائی مہر ڈاگر کسی کے گھر میں ہو) رکھتی ہیں اُس پڑیکا لگا کر گوناواہ پشیم غاہ کرتے ہیں یعنی پھول اور چاول وغیرہ چٹائی میں گویا دولت کی پستل کھجاتی ہے سارا گہراغوں اور لمبوں سے روشن کیا جاتا ہے اور تمام شب ایک عورت گہریں سویا رہ کر پوجا کا چراغ روشن رکھتی ہے۔ اُس چراغ کے دہریں سو ایکٹی کی چینی پر لگایا جاتا ہے وہ سب بچوں کی آنکھوں میں دوسری صبح کو ڈالتی ہیں صبح کو مٹھائی اور کھلیں برادری اور عزیزوں میں تقسیم کی جاتی ہیں اگر بڑا شہر ہو تو اچھا معقول خرچ ہوتا ہے، ورنہ معمولی دس بیس روپے سپر ہی خرچ ہو جاتے ہیں۔ اس رسم کے تکلف ہماری قوم نے ہندوستان کے ہندوؤں سے سیکھے ہیں۔ ورنہ پنجاب میں دیوالی پر کوئی ہندو سوائے دوچار آنے کے تیل کے اور کچھ خرچ نہیں کرتا پنجاب میں قمار بازی عام اس رسم پر ہونی ضروری سمجھی جاتی ہے ورنہ لوگ کہتے ہیں کہ اگلا جنم گدھر یا چوہے کا ہوتا ہے کشمیریوں کے یہاں ہر زن و بچہ پوجا کے بعد قمار بازی کرتے ہیں۔ گو وہ شوقیہ ایک رسم کی پابندی سمجھ کر کی جاتی ہے اور سپر روپیہ اٹھ آنے سے زیادہ کھیل نہیں ہوتا لیکن تاہم کیسی بُری نظیر ہے۔ قمار بازی ابھی کبھی کسی مذہب کا حصہ ہو سکتی ہو گا کہ پرانی رسم کا یہاں تک بُرا اثر ہوا ہے کہ پنجاب میں ہر ایک شہر میں دیوالی کے موقعہ پر ہزاروں روپیہ کی قمار بازی ہوتی ہو اور کسی سزا یا پھانسی کے ہوتے ہیں۔ کئی نوجوان لڑکے اسی درجہ قمار بازی شروع ہو جاتے ہیں۔ نظیریں یہ پیش کی جاتی ہیں کہ کاروں اور پاندوں کی قمار بازیوں پر سلطنت اور بیویاں داؤں پر رکھی جاتی تھیں کیا ہندوؤں کی سلطنت انہیں باتوں نے برباد نہیں کر دی؟ ہم اپنی قوم کو خاندانوں کے ہتھموں اور بزرگوں سے بعد بچہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ دیوالی پر قمار بازی کو قطعاً ممنوع کریں اور جو اصراف دیوالی کی معمولی رسومات کے بھی ہوتے ہیں وہ بھی زیادہ ہیں وہ بھی بہت ہی کم کرنے چاہئے۔

## شیو راتری (جسے کشمیری ہیٹ کہتے ہیں)

شیو راتری یہ رسم کشمیری قوم میں بڑی احتیاط سے بہاگن کے شروع میں ہوتی ہے۔ اندلوں میں کشمیری کو حتی الوسع اپنے گھر میں رہنا چاہئے۔ شب شیو راتری گہری باہر رہنا منحوس بلکہ منع ہے۔ پرانے زمانے کے کشمیری شیو راتری بڑے صدق دل سوا کرتے تھے۔ کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے اور خفیف ہو کر اپنی بدنصیبی سمجھتے تھے۔ اگر کوئی گرو اس رسم کے سر انجام دینے کے لئے اب بھی ملجاوے تو وہ سینکڑوں طرح کی تکلفات سمجھیں شامل کر دیتا ہے ورنہ اکثر خاندانوں میں جہاں گرجی مہا نراج دستیاب نہیں ہوتے یہ رسم اس طرح سے ہوتی ہے کہ چار روز تک کل خاندان ویٹنوی رسوی کہلاتا ہے بعض لحم استعمال کرتے ہیں۔ مستورات و ربہرو بناتی ہیں (درو مونگ کی روٹی تو سے پر ایک طرف سے پکی ہوئی نہایت تیلی ہوتی ہے۔ اور پھر اسکو تیل کی کڑا ہی میں تلا جاتا ہے۔ اور ربہرو سیدہ یا آٹے کی شیریں روٹی روغن زرد میں تلی ہوئی ہوتی ہے) سو کے قریب ہر دو قسم کی بنائی جاتی ہیں جو برادری میں تقسیم کر جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ پوجا چند روز ہوتی ہے۔ بڑے بڑے مٹی کے پیالے جسے ڈلو کہتے ہیں پوجا میں رکھی جاتے ہیں انیس پانی سیو جات اور پھول اور چاول بادام وغیرہ ڈالتے ہیں بعضے خاندانوں میں لحم اور چلی ہی ڈالتے ہیں۔ ڈلوں کا پانی کمال احتیاط سے ایسے مقام پر پستی پر ڈالا جاتا ہے کہ وہ مبادا کسی ناپاک پانی میں آمیز نہ ہو جاوے اور سقف میں جذب ہو جاوے اسکو کشمیری ڈلو پر میوزنا کہتے ہیں یہ رسم شیو جی مہا نراج کی پوجا ہے۔ پنجاب میں کچھ پوہنیں ایک عام تعطیل اس تیوہار کی ہوتی ہے۔ مگر پنجابیوں میں اسکا کوئی نام ہی نہیں جانتا۔

چار روز کی پوجا کے بعد بادام اور مصری اور درو اور ربہرو برادری میں تقسیم ہوتے ہیں اور سدا مائیل اسکی ہمراہ کچھ روپیہ بھی بھیجا جاتا ہے بعض خاندانوں میں عورتیں چاروں دن برت رکھتی ہیں اور مرد ایک روز برت رکھتے ہیں جسے شیو برت کہتے ہیں ان خاندانوں میں جو ہینونہ لوی کر

اوپاسک ہیں اندلوں میں لحم سر قطعاً احترام کرتے ہیں۔ اگر گوجری مہانراج موجود ہو سکتا تو وہ  
 معمولاً عصر روپیہ کے قریب شیو راتری کے پوجن کا حق الخدمت لیتے ہیں درنہ اس رسم پر  
 بھی ملے جاتے روپے خرچ ہو جاتے ہیں جو کچھ لاکھوں کو اس تیوہار پر دیا جاتا ہے وہ بلا  
 راء۔ نام کے لئے مذہبی رسم ہر درنہ خاصی نفوذ گوجری ہر۔ غور سے دیکھئے تو شیو جی مہاراج کی  
 بوجا کو درویدرو سے کیا کام۔ بادام اور مصری سے کیا کام۔ خواہ خواہ کا صرف بیجا ہے  
 پوجا پر تو شاید عصر، روپیہ کی زیادہ خرچ نہیں ہوتا اور صرف ایک روپیہ میں شیو جی مہاراج  
 کی پوری پوری پرستش اور انکی استسنتی یعنی مدح ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی صاحب اس  
 رسم کو مذہبی خیال کرتے ہیں تو وہ بیشک داکریں۔ مصری۔ بادام۔ لونگ۔ میدہ اور  
 اہمی وغیرہ کی وضائع کیا جاتا ہے۔

## ہولی

کل ہندوؤں میں پہاگن کے مہینے میں یہ رسم ہوتی ہے۔ زمانہ سابق میں بڑی دھوم دھام  
 سے ہو کرتی تھی اب کچھ زمانہ حال کی تہذیب نے وہ دھوم دھام کم کر دی ہے۔ مہاتہندو ران  
 میں اب تک ہی دھوم دھام ہوتی ہے۔ ہندوستان میں تو رنگاں ہی ہولی ہوتی ہے مگر پنجاب  
 میں رنگہ نہیں کہیں استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ تر کھڑ اور خاک کی ہولی منائی جاتی ہے ہولی  
 کے دنوں میں پنجاب کے بازاروں میں گدار شکل ہو جاتا ہے۔

ہندوؤں میں ہولی کے موقعہ پر دیوانگی اور وحشت غالب ہوتی ہے اور گونا گون بیتمیں ہوتی  
 ہیں جبکہ مفصل بیان کرنا بے محل ہے۔ کشمیری قوم میں ہولی پر اسطرح کی بے تمیزیاں  
 نہیں ہوتی ہیں جیسے شراب خوار قوموں میں رائج ہیں کیونکہ کشمیری قوم کی محفل میں شراب  
 منع ہے اور کسی سرت کے موقعہ پر شراب جائز نہیں ہو گا بعض فرد کشمیری شراب خور  
 ہیں مگر انکی عمر میں مطلق شراب نہیں پیتیں۔ بلکہ مسلمان عورتوں کی طرح حقہ بھی نہیں  
 پیتیں۔ کشمیری برادری کی محفلوں میں حفظ مراتب سلیقہ ادب اور تہذیب کی ہمیشہ گفتگو



ہوتی ہے اور سب صوفی حالت میں ہوتے ہیں یہ محفلیں دیکھنے کے لائق ہیں۔ مگر کشمیری قوم  
 ہی ہولی کی بدترین ہی سے مترا نہیں ہے۔ گھروں میں ہولی کے موقع پر نوجوان لڑکے اور بچے اور نوجوان  
 لڑکیاں گلال در رنگ سر ہولی کہلاتے ہیں۔ محفلوں میں ہولی پر صرف ایک گالا کا قشقہ کافی سمجھتے  
 ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی بے تیزی سے باہم ہولی کہلنے کو ہم مہذب نہیں سمجھتے۔  
 دکنور یا ہم ہولی کہیں اور انات علیحدہ اپنی ہولی منالیں توجہاں مضائقہ نہیں ہے۔ کبھی کبھی  
 وحشت کا نمونہ قدرتی تقاضا ہے اگر اندازہ کے اندر ہو۔ شادی کے بعد پہلی ہولی پر بڑی رسم  
 دہاں ہوتی ہے۔ دہاں کے والدین کا خاندان اور دہاں کے والدین بڑی طیاریاں کرتے ہیں  
 سب ملکر ہولی کہلاتے ہیں اور ضیافتیں ہوتی ہیں۔ دہاں دہاں کے مونہ پر سب عزیز و محرم  
 سامنے گلال ملتا ہے اور دہاں کو ہی جواب دینے پر مجبور کیا جاتا ہے ہم امید کرتے ہیں  
 کہ ہندوستان میں ہولی کی رسم دور ہونے میں بہت سال باقی نہیں ہیں۔

### بسوڑہ

یہ عجیب طرح کی ایک یہودہ رسم چیت کے مینے میں ہوتی ہے۔ سبھا جاتا ہے کہ چچک ایک  
 غضبانہ لوی ہے اسکی پرستش سحر وہ اپنے غضب کو استعمال نہیں کرتی جن دلوں پر  
 اکثر چچک نکلتی ہے انہیں دنوں میں یہ رسم کیجاتی ہے تفصیل اس رسم کی یہ ہے۔  
 تمام روز تیل کا پکوان پکایا جاتا ہے میٹھی اور نکلیں گلے اور پوریاں اور میٹھی چاول وغیرہ طیار  
 ہوتے ہیں اور سب میٹھی کی چنیوں میں بھر کر دلوں میں جج کئے جاتے ہیں اور کچھ فالتو  
 رکھ جاتے ہیں معمولی خوراک مثل چاول ساگ وغیرہ علیحدہ طیار کیا جاتا ہے۔ ایک بڑی چینی میں  
 پس ہو کر چاول اور ملہی ملا کر ایک مرکب رنگ طیار ہوتا ہے۔ رات کو قریب ہم چھی صبح کے کسی چور  
 پر وہ لوکرے لیجاتے ہیں اور زمین پر چوکا دیکر وہاں ڈال آتے ہیں جو بعد میں خاکہ ب اٹھا  
 لیجاتا ہے۔ بچوں کے گلے میں کوڑیوں کے ہار ڈالتے ہیں اور سب بچوں کو صبح ہی غسل کرانکر  
 ہمارا لیجاتی ہیں مرد گھر رہتے ہیں بچے اور ستورات گھر سے باہر چھوڑے جاتے ہیں والدین کے

[بسوڑہ]

تیل کا

پکوان



مکھڑے دروازوں پر ہاتھ سے اُس ہلکی کے مرکب زرد رنگ سے نقش دست کیا جاتا ہے۔  
 دوسری صبح ہی باسی غذائیل کی بکی ہوئی سب خاندان کے لوگ کہاتے ہیں۔ بسوڑا کے  
 لفظ کا منہج ہی باسی ہے۔ ثقیل کثیف غذا دونوں وقت کہانی پڑتی ہے۔ تازہ غذا یا کسی  
 اور قسم کی غذا کی مخالفت ہے چچیک کے روکنے کے لڑٹیکے کا رواج جاری ہو جاتی کہ بعض ضلع  
 میں بحکم سرکار کا لازمی ہو گیا ہے اُس صبح روک چیک کی معلوم ہی ہوئی اور سب ہندو  
 خوشی سے ٹیکا لگا کر لگ گئے مگر یہ خیال رفع نہوا کہ چچیک ایک غضبناک یوی ہے اگر دیوی  
 ہو یہی تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ باسی غذا کیوں پسند کرتی ہے اگر وہ پسند ہی کرتی ہے تو اُسکو  
 چڑا دو۔ تمام گھر کو باسی کیوں کہلاتے ہو۔ کیا یہ ہی ہندو کا نیاؤ شاستر اور دیانت  
 شاستر ہے اور انکی کالائت انہیں تو بہات پر ختم ہو جاتے ہیں ہرگز نہیں۔ یہ سب ستورات  
 اور ضعیف دل مردوں کے دل کے سہارے بنائے ہوئے ہیں۔ اور خیالات کو برطرف کیجئے اس  
 نکمی رسم پر ہی آٹھ دس روپیہ معمولی طور پر خرچ ہو جاتے ہیں اور حاصل کچھ نہیں۔

### نوروز و سونت

نوروز و سونت یہ ہر دور و موسم ایک جیسی ہیں شمسی ماہ چیت کر سنکرات کو سونت اور یکم چیت سدی کو نوروز  
 ہر شمسی سال تو یکم باکتر شروع ہوتا ہے مگر شمیری یا سالا چیت سدی یکم کو شروع کرتے ہیں ہر شمیری سال شروع ہوتا  
 رات کو ایک تہالی میں گندم بہرتے ہیں اور اُسکے ایک گوشہ میں تھوڑے سوداں بھی رکھتے ہیں  
 تہالی میں گلاب کے پتھر اور بادام اور قدر جعفرات اور ایک پچی ہوئی ٹھکیں روٹی ایک آئینہ  
 ایک قلمدان اور سال نو کی تقویم رکھتے ہیں۔ علی الصبح سب خاندان کے زن و مرد و بچہ  
 تہالی کی ہر ایک شے کو بوسہ دیتے ہیں۔ جعفرات و بادام اُس میں رکھاتے ہیں اور اُس روٹی کو  
 بیکر سمجھ کر ایک ایک بکڑہ سب کہاتے ہیں پھر اُس روز نئی پارچات پہنتے ہیں کم از کم ایک  
 پارچہ پوشیدنی ضرور نیا ہونا چاہئے خوش واقربا کی دعوت ہوتی ہے انکی بچہ کو عصر  
 سا رات تک پیش کش کرتے ہیں۔

نوروز و  
سونت

ہماری دانست میں سونت تو فالو رسم ہے۔ سال نو پر خویش اتریا کی ضیافت ہوا اور پچو کو قدری پیش کش کیا جاوے تو رابطہ اتحاد زیادہ ہوتا ہے اور شروع سال نو پر گزشتہ سال کا شکریہ ادا کر کے خوشی کا اظہار بے محل نہیں ہے۔ ان رسموں کے علاوہ بعض چوٹی چوٹی رسمیں ہیں اور وہ یہ ہیں۔ سکٹ چوتھ ماگھ کے مہینے میں یہ ایک گنیش کا برت ہوتا ہے جس پر کشمیری قوم چورم اور تل کے لٹو بناتی ہے اور شب کو چاند نکلنے پر اُسکو کہاتی ہے صبح کو وہی لٹو تقسیم کر جاتے ہیں دو چار روپے اسپر ہی خرچ ہو جاتے ہیں۔

سکٹ چوتھ

زہلا اکا دشی کے روز سٹی کی جھج پنگی خربوزہ اور پہل پنر آباد اجدام کے نام پر پنس کر برہنوں کو دیتے ہیں۔ دو چار روپے اسپر ہی خرچ ہوتے ہیں۔

جسم اشٹمی بہادوں کے مہینے میں ہوتی ہے۔ یہ دن کرشن دیو جی کی پیدائش کی سالگرہ کا ہے۔ اس موقع پر خشناش تخم خربوزہ وغیرہ کی مٹھائی بنا کر تقسیم کرتے ہیں اسپر ہی دو چار روپے خرچ ہوتے ہیں۔

نور اثر دنی اشٹمی نومی پر کشمیری کنیا جاتے ہیں اور انکو کچھ پارچاٹ و نقد ہی مختصراً نذر کرتے ہیں۔ اسیلج اور کئی خفیف رسمیں ہیں وہ ہنر نظر انداز کر دی ہیں کشمیر یونین نصف کے قریب جو بالادیلوی کے پیر ہیں وہ برابر سال پر گوشت کھاتے ہیں باقی نصف دیشو دیوی کے اچاسک ہیں وہ نور اتروں میں لحم سے پرہیز کرتے ہیں۔ دسہرہ بہنت۔ سلوٹون پر کشمیریوں کو یہاں کچھ خاص رسم

اشٹمی

نہیں ہوتی نہ کوئی خاص خرچ

ہوتا ہے

# باب ہشتم

## طریق معاشرت روزمرہ

جن غیر معمولی اخراجات شادی و مرگ اور تیوہار و نکاحم ذکر کر چکے ہیں وہ تو نگرہ سی توڈنگ قوم کو مفلس کرنے کو کافی ہیں جبہ جائے اُس قوم کو جبکی روزمرہ کی طرز معاشرت ایسی پر تکلف ہو جیسے قوم کشمیری کی ہے۔

اور ہندو قومیں اگر کوڑی کوڑی جوڑ کر سود لیکر بیچ بیوپار کر کے روزمرہ وال چپاتی کہا کر کپڑے دھو کر پیشہ ہوئے دھوئی کورتہ پہن کر جبکہ ہم ثنا خواں نہیں ہیں شادی بیاہوں پر ہزاروں روپیہ خرچ کر دے اور پر مفلس ہوں تو تعجب نہیں۔ مگر کشمیری قوم ایسا نہیں کر سکتی۔ دو سو ڈالائی سو تنخواہ پانچ سو کشمیری ہڈت بہت نہیں ہیں اگر اس تنخواہ پانچ سو والا کشمیری کفایت شعار کیا کرے جبکہ ایک بیوی دو بچہ دو ملازم ایک سواری اور ایک کرایہ کا مکان ہو تو وہ پہننے میں بڑے ٹیکہ رشوت خوار ہو کر صاف روپیہ ماہواری سے زیادہ پس انداز نہیں کر سکتا۔ ایک کشمیری کنبہ کا محض خرچ خوراک آٹھل کے گرانی کے زمانہ میں سو روپیہ کر قریب ہو جاتا ہے۔ بہت ہی تھوڑے کشمیری ہڈت ایسے ہیں جنکی آمدنی تنخواہ دو سو یا دو سو پچاس سو زیادہ ہو اکثر چھپاس سو سو روپیہ تک کی آمدنی والے ہیں جو پہننے بہر میں مشکل سو گزارا وقت کر سکتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ انکی طرز معاشرت بہت پر تکلف ہے سب کشمیری سفید پوش ہوتے ہیں جیسا کہ ملازمت پیشہ قوم کو ہونا پڑتا ہے لباس اچھا پہنتے ہیں تو جوان انگریزی خواں کر رہے ہو کر تے دیا جاتے۔ لیس دارانگر کہو اور کناری کی ٹوپیاں گواہ نہیں پہنتے (انکے پہننے والے بعضی بھیرنا۔ یعنی اب بھی موجود ہیں) تاہم انگریزی وضع کے لباس کے اخراجات کچھ کم نہیں ہیں بلکہ زیادہ ہیں۔ ہار لینے میں کچھ کفایت نہیں ہوئی ہے۔ ایک سوٹ کشمیرہ کی صرف سلائی پانچ روپیہ تک ہوتی ہے قیمت پارچہ

اور کالر اور رنگ ٹانگی جدا رہی عورتیں ایسی تک وہی لباس پہنتی ہیں جو نوابی اور شاہی کے زمانہ میں پہنتی تھیں اب تک لیشمی کپڑہ اور کناری گوٹہ اُسی طرح اپنی لباس کے لٹو اور پونچھ لئے خصوصاً افراط سے استعمال کرتی ہیں بیاہ شادیوں کے موقع پر کشمیری عورتیں گراں بہا اور چیدہ لباس پہنتی ہیں اگر یہ پوشاک ستورات اور کچھ شروت کا معیار سمجھی جائے تو ایسا گمان ہوگا کہ ایک عورت ہزاروں روپے کی مالک ہوگی۔ فی الحقیقت یہ دہوکہ ہر انگریز خاوند اکثر قرضدار ثابت ہوئے۔

لیاس

ہم چند سطور لباس درجہ پر پہن لکھنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ ہم اُن انگریزی خواتن کے لباس کو ہرگز پسند نہیں کرتے جو پانچا مہ کے بجائے پتلون استعمال کرنے لگی ہیں۔ انگریزی کوٹ بیشک ستداور سادہ لباس ہے اور انگریز سے بہتر ہے کالر کا بھی مضائقہ نہیں ہے مگر بٹن دار پتلون قطع نظر قدرے بے پردہ ہونے کے آسائش دینے والا لباس نہیں ہے ہمارے گرونگی نشست برخاست اور رفح حاجات میں پتلون سے سخت تکلیف ہوتی ہے پتلون انگریز پہن سکتے ہیں جبکی عادات رفح حاجت کی نہایت ناپاک ہیں اور جبکی کرسی پر ہر وقت نشست رہتی ہے۔ پتلون کے بجائے پانچا مہ بہت عمدہ لباس ہے تھا اور انگریز ٹی پی غلط فہمی میں ہندوستان میں انگریزی ٹی پی چاہئے تھی اور عمامہ یورپ میں۔ سر دھار کے باشندوں کو اگر عمامہ زیادہ تر آسائش کا کپڑا ہے۔ اور گرم ملک کے باشندوں کے لئے انگریزی ٹی پی چاہئے جو بلحاظ گرمی اور دھوپ کے زیادہ مفید ہے چونکہ حاکم وقت کے سر کا لباس ہے انگریزی ٹی پی استعمال کرنے میں ہندوستانی بے ادبی سمجھتے ہیں بجائے اصلی انگریزی ٹی پی کے اُنکو مشابہ ٹیوٹیاں بنتی جاتی ہیں عمامہ کا رواج کم ہوتا جاتا ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ انگریزی ٹی پی عمامہ کی قائم مقام ہو جائیگی۔ ہماری عورتوں کے ساڑی کو نہایت عمدہ خوب صورت لباس ہے اگر یہ بیکہ بیکہ بے پردہ ہے اگر پارسیوں کی طرح ہماری عورتیں ساڑی کے نیچے ایک پانچا مہ پہن لیں تو بے پردگی کا نقص بالکل رفع ہو سکتا ہے۔ بلکہ گوٹہ کناری پر ہر وقت

روپیہ ضائع ہوتا ہے اسکو قوت کرنا چاہئے۔ بہت چوٹے بچہ کو لے کر مرغ لیس کافی ہے۔

ہندوستان کی سب قوموں سے کشمیری قوم خوراک بہت زیادہ خرچ کرتی ہے ہر مرد وزن بچہ دو وقت گوشت کھاتے ہیں جو حد سے زیادہ مرغن ہوتا ہے اگر دولوں وقت نہیں تو ایک وقت چاول خشک اور گاہے گاہے پلاؤ کھاتے ہیں۔ کشمیری کے یہاں ایک قسم کی غذا پرکتفا نہیں کرتے مسلمان گوشت روٹی یا گاہے گاہے پلاؤ کھاتے ہیں۔ اور ہندو محض گوشت روٹی اور اکثر وال روٹی بکھڑی اور بقولات کھاتے ہیں۔ کشمیری پنڈت کے دسترخوان پر سوائے بکھڑی اور سب چیز سنی ضروری ہے۔ بقولات میں خواص شلغم سر زیادہ رغبت ہے۔ سوائے بکھڑیوں کشمیریوں اور بعض بھاری قوموں کے اور ہندو علی العموم چھلی نہیں کھاتے۔ کشمیری بیسیوں طرح سے لحم کا استعمال کرتے ہیں اگر خواص دونوں پر لحم منع ہو تو پھیر کی بہت چیزیں لحم کی شکل اور ہم ذائقہ طیار کرتے ہیں کشمیریوں کو گورو اور پردہت ہی لحم بڑی شوق سے کھاتے ہیں۔ گو روغن زرد گاہے اندازہ استعمال ہوتا ہے۔ تاہم کشمیری اکثر وٹ کے تیل کا نہ نہیں بہوے (جو اکثر کشمیریوں میں پائے گئے گھی کے استعمال ہوتا ہے) اسکو بجائے سرسوں کا تیل عموماً بناتاتی غذا میں استعمال کرتے ہیں۔ بقولات میں اکثر ترشی ملا کر کھاتے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ایک کشمیری کی غذا کا خرچ ایک ہندو اور ایک مسلمان ہر دو کے تقریباً برابر ہے کشمیریوں کے باورچی اپنی آقا جیسی خوراک کھاتے ہیں اور ملازموں کو بھی کشمیریوں کو کھایاں چھی خوراک ملتی ہے۔ غرض کشمیری کے کنبہ کا خرچ خوراک قریب قریب انگریزی کنبہ کے برابر ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ انگریزوں کی غذا بے ضرر اور سریع البطنہم۔ کشمیریوں کی غذا اور ہضم اور بعض غذا ہضم ہوتی ہے۔ ہم اتنا غذا کے بارہ میں لکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اکثر کشمیریوں کے اضمہ میں گھی کے استعمال بے اندازہ سے فہور رہتا ہے اکثر عورتیں تیل اور ترشی کھانے سے علیل ہکر سینہ کے خوارض میں مبتلا رہتی ہیں۔ ان دولوں چیزوں کو بہت کم کرنا چاہئے۔ مقوی غذا ترک بخورنی چاہئے قیام صحت اور زندگی اسی پر حصر رکھنا ہے۔

[نشیات]

بہت کم کشمیری نشیات کے عادی میں پنجاب کے اکثر کشمیری نوجوان تعلیم یافتہ شریچندری کا شغل کرتے ہیں فرقہ باوچیاں چرس استعمال کرتا ہے۔ ہندوستانی کشمیری خصوصاً اودھیر چانڈا اور افیون کی مرکبات زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ تازہ وارد کشمیری حقہ اور سنوار پر کتفا کرتے ہیں۔ گوردھی مہاراج محفلوں میں علانیہ ہنگ اور افیون استعمال فرماتے ہیں اور ہنگ کی سردائی میں برٹ ملانے میں چوت نہیں کرتے انکو کون سمجھا دے وہ ہمارے منہ ہی مرشد ہیں انکو سمجھانا گویا حکمت بہ لقمان آموختن ہے وہ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ہانگ وہ علانیہ ہنگ پیئیں نیک کردار رہتے ہیں ہنگ کو بھی نہ ہی عزت انہوں نے دیدی ہے وہ غیوچی کی بوٹی کھلاتی ہے۔ ہماری قوم میں ایسے خوش نصیب اور نیک صفات کم ہیں جو سب نشوں سے پاک ہوں نشیات سے پرہیز فروری ہے۔ زردادن و در دسر خریدان سے کیا فائدہ ہے باقی اور اخراجات مثلاً چندوں کا دینا۔ اخبارات کے خرچ۔ بیماریوں کے سعالجہ کے اخراجات

تعلیم طفلان کے اخراجات۔ یہاں نوازی کے مصارف۔ سامان خانہ داری

کے اخراجات اور کسی ہند کی قوم کم نہیں ہیں اگر مقابلہ

کیا جاوے تو کچھ زیادہ ہی معلوم

ہو سکے۔

+

# باب ست و ستم

## پہلی خوشی

اپنی گھر سے باہر اگر کوئی کشمیری پنڈت کی خوش مزاجی سے ظاہری نتیجہ نگاہ سے تو اسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں ہی ویسا ہی خوش رہتا ہوگا مگر نہیں! پنڈت گھر میں داخل ہو کر اسکو دل کو سچی خوشی نہیں ہوتی گھر سے باہر کشمیری پنڈت نیچر کی خوبصورتی کا مداح اپنی طبیعت کو خوش رکھتا ہے مگر گھر داخل ہونے ہی اسکی ساری خوشی تمام ہو جاتی ہے کچھ کشمیری پنڈت پر ہی حصر نہیں ہر کل ہندوؤں کا ایک جیسا حال ہے۔ کہیں لڑکی کی شادی کا بارگراں اس کو بار بار اسکی مستورات یاد دلاتی ہیں کہیں سوئڈن زنا رہندی کی تجویز اسکو کان میں تاکید کر ڈالی جاتی ہے۔ ادھر مہینے کے خرچ کی فہرست اس کے سامنے رکھی جاتی ہے جو اسکی ساری ماہواری آمدنی کے قریب ہوتی ہے۔ ادھر زیور کی طیارسی کی تاکید ہوتی ہے ایک طرف خط آتا ہے کہ فلا نے رشتہ دار کے یہاں شادی ہو چکی ہے۔ اور دوسری متونی غریب کی برسی یا ششماہی آتی ہے۔ اگر بزرگ کا حساب بچہ پر مہینے صاف ہو گیا ہے تو اگلی ہیے تقاضا رشتہ قضا دق کرتا ہو کر مل رہا ہے اور دس دن بد سوخت اور نوروز ہے۔ اسید طرح سر دہ اخراجا کے فکر میں غلطاں پیاں تباہی خیر روپیہ ہی کسی نہ کسی طرح پیدا ہو گیا۔ اور خرچ برداشت ہو گیا پر ہی کوئی راحت کا موقع نہیں آتا ادھر والدہ صاحبہ اس بات کی شاکی ہیں کہ میرے بیوی نے میاں کے کان بہہ کر دیں۔ بیوی الگ ناراض کہ میاں ایسے کم عقل ہیں کہ بیوی کے دردمند کی عادت نہیں ملتے۔ دیورانیوں جہانیاں میں بچھڑا لگ چلتی ہے۔ ساس بہو الگ جھگڑتی ہیں بہاوج اور زام علیحدہ لڑتی ہے (زام ہمیشہ خاوند کو کہتے ہیں) کشمیری عورتوں کے تو بہات کا تو کچھ ٹھکانہ ہی نہیں۔ کسی تو ہمارے موقوف کرنے کا اٹنے ذکر کر دہ مرد کو بیوقوف اور



انگریزوں کا انتقال سمجھتی ہیں۔ ہزار یقین دلاؤ کہ چھپ ایک وبائی مرض ہے مگر وہ نہیں مانتیں۔  
 گریہ کی وجہ اس پر بیان کر دہ نہ مانیں گی۔ اخراجات کم کرنے کے لیے کہہ تو دہ کہتی ہیں تاکہ کٹتی ہوں  
 اُنکا کیا قصور ہے انکو بڑانے زمانے کے مردوں نے یہی سکھایا ہے۔ جب کشمیری گھر سے باہر آتا ہے  
 تو وہ یہہ دیکھتا ہے کہ ایک انگریز صبح کو دو میل ریاضت جسمانی کر کے آیا۔ دس بجے وہ کچھ کھا کر آسٹو محنت  
 کی شام کو سو میم صاحبہ باغ میں گھوما اور ٹینس کھیلا۔ بچہ پر ہوا خوری کی رات کو بچا کہا نا کہا یا میم  
 صاحبہ نے سیدو سے مکان آراستہ کر رکھا ہے کہانے کے کمرے میں کہا نا خوش اسلوبی سے نیر چٹا گیا بال بچہ سب  
 ولایت میں تعلیم پا رہے ہیں۔ میاں بیوی خوش گپیاں لگا رہے ہیں اور کہانے پر دلچسپ گفتگو ہو رہی ہے  
 دن بہر کا لگان اور تردد دو تین گھنٹہ کی باہمی مول جول سے رفع ہو گیا۔ کہاں ہمارے گویہ لہو ہو چو کہ  
 کہاں انکی بیڑوں کے سامان کہاں ہمارے بیو تیں جو کو بر کے روٹ سے سونا بجانا کی معتقد کہاں انکی علامہ  
 دہر کو تیں کہاں انیں بھلی کے شہادت کا ذکر گلیڈسٹون کی پالیسی کا ذکر اور کہاں ہمارے یہاں یہہ ذکر کہ  
 کہاں چو کہ کی لکیر کے اندر داخل ہو گیا سوئی نا کارہ ہو گئی زمین اور آسمان کا فرق ہے یہہ کیوں نہ ہمارے  
 تعلیم یافتہ تنہا کریں کہ وہ انگریزوں جیسے ہو جاویں انہیں کی سب باتیں اختیار کریں انکی عورتیں میوں  
 جیسی ہو جاویں مگر انکو یہہ ہی جاننا چاہیے کہ جنکی وہ تقلید کرنا چاہتی ہیں انکو خوب معلوم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو  
 کیسے بنیاد میں سے گل بنیاد رکھا ہے۔ صاحب بہادر سائیس کی جگہ ٹھہریں اور میم صاحبہ کی ٹانگیں جو  
 ملاقاتی آدمی وہ پہلے میم صاحبہ سے میم صاحبہ جو لہو چاہیں بنائیں۔ صاحب بہادر کی مزاج میں  
 ذرا فرق دیکھا میم صاحبہ جو ڈنشل علیحدگی یا طلاق کی درخواست دینے والیں میم صاحبہ کے خط و کتابت بہادر کے ہاں  
 آنے کے کمرے میں صاحب بہادر بلا اجازت داخل نہیں میم صاحبہ کے ساتھ صاحب بہادر آج ہوا خوری کو طیار  
 نہیں میں تو دہ دوسری صاحبہ کے ساتھ طیارہ گئیں ایک ہفتہ کے بعد معلوم ہوا کہ انہیں تعلق نا جائز پیدا ہو گیا  
 اب میم صاحبہ کا میدان میں دل نہیں لگتا شملہ کی آب و ہوا کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ بھی سفارش کرتی ہیں  
 انگریزوں کی جہاں نوازی کا یہہ حال ہے اگر گھر میں کوئی مہمان آتا ہے تو اسکی ایک دن برداشت نہیں بارہ  
 گھنٹے ٹھہرنے کا حکم ہے یہہ ڈاکٹر بنگلے ٹھہریں۔ والدین صاحب بہادر سے علیحدہ کمرے میں ۲۴ گھنٹے سے زیادہ نہ ٹھہریں

ہماری  
عورتیں  
اور میم صاحبہ

مہمان  
نوازی



اور ہر ایک رشتہ دار علیٰ ہذا ایک جنبی شخص ہو اگر کوئی عزیز مستقیم الحال ہو گیا تو غریب خانہ جاوے۔ اگر کسی کرنا یا پ  
مر گئے تو نیم خانہ جاوے۔

قاعدہ ہو کر اپنی حالت بھی اچھی معلوم نہیں ہوتی دوسروں کی ہر ایک چیز اچھی معلوم ہوتی ہے کہی کسی حالت پر  
انسان کو چین نہیں ہے۔ حق تو یہ ہے کہ بے عیب کوئی قوم نہیں ہو سکتی اور خیر الامور واسطہ سہو بہتر کوئی ہول  
ہنیں ہے۔ ہماری دانست میں ہم ہنیر انگریزوں کی تقلید کر سچی خوشی ہو گھروں میں حاصل کر سکتے ہیں فی الحال  
یہ امر واقعہ ہے کہ کشمیریوں کے گھر سچی خوشی حاصل نہیں ہوتی انکی وجہ یہ ہے کہ انکی عورتیں اس قابل نہیں  
کہ وہ خوشی نہ دیکھیں بلکہ مرد ایسے بے حوصلہ ہیں کہ اخراجات کو کم نہیں کر سکتے تو بہات کو دور نہیں کر سکتے۔  
کفایت شناری اور فراغت معاش سہو وہ ایسی خوشی اپنی گھروں میں حاصل کر سکتے ہیں جو کسی انگریز کو نصیب  
ہنیں ہو سکتی انکی عورتیں پارسا اور فرمانبردار ہوتی ہیں اور وہ سچی خوشی دے سکتی ہیں۔

اگر ضرورت ہو تو بہات کی ہو کہ کشمیری پٹت اپنی عورتوں کو تو بہات اور ضعیف الاعتقاد ہی منع کریں  
انکو ہمیشہ اپنی ہم خیال بنائیں۔ تربیت و تعلیم اولاد کی تدابیر انکو بتلائیں حفظان صحت اور پاکیزگی کو ہول  
اور طریقہ انکو سمجھائیں گویا خود انکے معلم بنیں۔ معارف میں انکی راہ پر چل نہ کریں اور انکی ہدایت  
نہ بنائیں فضول خرچی منع کر کے اپنے والدین۔ اولاد۔ رشتہ داراں۔ عزیزاں کے فرائض سمجھیں اور

انکو سرانجام دین میں سرت سمجھیں۔ وہ انسان نہیں ہو جو صرف اپنی ہی جیتا ہو

بلکہ سچی خوشی اسمیں ہو کہ وہ انسانی فرائض ادا کریں ہمیشہ ساعی ہو

اور انکے پورے ہوئی پر اپنے آپ کو مبارکباد

دے۔

# باب بست و ششم ختم

نہ زنا ربندی پہ شادی سناؤ	نہ شادی پہ سب خان و ماں کو سناؤ
مصارف نہ ماتم کے حد سے بڑھاؤ	نہ دل عیش و عشرت میں تنالگاؤ
زمانہ سے بہتر نہیں کوئی ہادی	
طبیعت کرو تم کفایت کی عادی	

پیارے ہم قومو! ہماری رام کہانی ختم ہوئی خواہ آپ مضحکہ اڑائیں یا ثقاہت سے غور کریں ہنسی ہنسی  
ہم سے ہوسکا کشمیری پنڈت تو کئی رسموں اور لنگی اخراجات کا حال مختصر بیان کر دیا۔ اگر کوئی دن اور اسی  
عزت کو قائم کر کے کچھ دلوں میں خیال ہے جو زمانہ سابق میں کچھ حاصل تھی اور چشم بد دور اب بھی کچھ حاصل  
ہو تو ذرا دل میں سوچو کہ زمانہ کیسا نازک آتا جاتا ہے۔ ہتھاری معاش کے دھارے بند ہوتی جا رہی ہتھاری  
بقیب بڑھتی جاتے ہیں۔ گذر اوقات ہونی محال ہو رہی ہے۔ کیا ہتھاری بزرگوں کی یہ نصیحت تھی کہ زمانہ خواہ  
بدے مگر تم نہ بد لانا۔ زنا رہنہ میں سینکڑوں روپیہ تباہ کرنا۔ فاقہ کاٹنا اور بیاہ کرنا۔ قرض لیکر بزرگوں کو سفر  
عاقبت کیلئے زاد راہ پہنچنا۔ عورتوں کی عقل پر چلنا۔ سینکڑوں آدمی میں ہزاروں خرچہ کرکے کیلئے بکھڑی  
نہ رہنا۔ لنگ کے زیر لنگ کے بالا۔ بی غم ذرونی غم کالا۔ کا مصداق بنتا ہے ہم تو یہ بہت اپنی قوم کو  
بزرگوں پر نہیں لگا سکتے وہ اپنی خوب نہا گئے انکو ہر طرح کی وسعت استطاعت اور سہولیت تھی جو ہکو  
حاصل نہیں غیر گذشتہ راصلوۃ و آئینہ را احتیاط۔

نہ قوم کے وہ بزرگ جو اب رو یا چو کر خانہ نشین ہو گئے ہیں نہ وہ آسودہ حال اصحاب برادری جو اپنی ثروت  
میں لگن ہیں اور نہ وہ ماجیاں (کشمیری زبان میں مہم عورتوں کو کہتے ہیں) جو ہماری قوم میں سومات کے

قانون گوئیں ہرگز ان محکلات کا اندازہ کر سکتی ہیں جو آجکل کے نوجوانوں کو سہا سہا سید کرنے میں  
 ہوتی ہیں۔ کاش وہ زمانہ مہ تاکہ گہر کے پانچ مردوں میں ایک کماؤ نہ ہوتا باقی چار میں سے ایک اپنی بیوی کے  
 پان کے لاکھ کی تعریف کرتا رہتا۔ کوئی ستار بجاتا رہتا۔ کوئی شکر کرتا۔ کوئی فیون کی بینک میں رہتا۔  
 اب یہ حال ہے کہ اگر کسی کا اپنا لڑکا بھی سن بلوغ کے ایک دو سال بعد گھر میں ملازمت سے فارغ رہتا ہے  
 تو اس کا والد اس کو بارگراں سمجھ کر پکے شہو نیکا طعن کرتا ہے۔ اور یہاں تک غیر زور بخا تو ذکر ہی کیا کہ  
 نہ عہد موروثی رہے کہ باپ کی جگہ بیٹا مقرر ہو گیا۔ اب ایک عرصہ روپیہ ماہواری کی اسامی خالی ہوتی  
 ہے تو سوا اسید وار فرسٹ آرٹس پاس کی ہوئے ملتے ہیں۔ اگرچہ بیس برس نکل گئے تو نوکری  
 نوکری نہیں مل سکتی۔ ویسی ریاستوں کا یہ حال ہو رہا ہے کہ چہ جائے کہ اہلکار و نوکری شادی  
 معنی پرید کیا کرتی تھیں اب الٹا انکی تنخواہیں کاٹتی ہیں کہ مہاراج یا نواب صاحب کی یہاں  
 گورنر جنرل مہمان ہونے والے ہیں یا مہاراج سیر کے لئے فلائی جگہ جانے والے ہیں روپیہ کی  
 ضرورت ہے۔ ہماری تو یہ حالت اور ہماری بیفکر بڑ ہے اور عورتیں نوجوانوں کو یہ کہہ رہی ہیں کہ  
 عکس روزگار پیدا کرنا نہیں آتا۔ ہمارے وقت میں بچپن روپیہ ماہواری میں چار لڑکیاں  
 ہسنے بیاہی تھیں۔ لڑکے کے دو سو روپیہ میں برکت نہیں آتی کوئی کہے کہ اب بچپن روپیہ ماہوار کئے  
 چار چوڑا ایک لڑکی بیاہنا درکنار ایک مونڈن کر کے دکھلا دیجئے۔

پیارے نوجوان ہم وطنو! تم زمانہ حال کو دل لگی نہ سمجھو جتنا بڑھو کچھ لگو گے۔ جتنا عورتوں کی  
 پیروی کرو گے اتنے ہی خراب ہو گے۔ کچھ حوصلہ کرو۔ اگر تم صاحب اولاد ہو تو کوئی ہم خیال فریق  
 مقابل ڈھونڈ لو تلاش سے مل جائیگا۔ اس سے خط و کتابت براہ راست کر لو اور کل شادی بیاہ کی  
 رسومات ان سے مشورہ کر کے پہلی سی مقرر کر لو۔ اور ایک دفعہ الہا کا نام لیکر پیچہ بادا باد بہت  
 کر دیکھاؤ جو تمہاری آمدنی پر جیتے ہیں وہ چار ناچار آخر کو تمہاری پیروی بن گئے۔

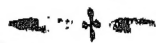
پیارے کشمیریہ! تم اپنی وطن سے نفور کمال نکلے تھے۔ زمانہ کی حوادث سے بہت جگہ گھومو اب کسی  
 جگہ بے قیام مستقل کرو۔ اپنی حیثیت بناؤ۔ اور باشندگان ملک کے اتحاد پیدا کرو۔ اپنا بھروسہ اپنے

کانڈہ پر ہر وقت طیارہ نہر کہو۔ دہلی والوں اور لکھنؤ والوں اور تازہ کاشتر کی تمیز چوڑو۔ سب کشمیری قوم کو ایک قوم سمجھو۔ نیچر نے ہمیں ایسی دماغ دی ہیں ایسی ذکاوت دی ہے کہ اگر گوشہ کر دے تو تم کئی قوموں سے بڑھ کر رہو گے۔ فضول خرچی چوڑو۔ منشیات ترک کرو۔ اپنا چال چلن سدھارو۔ اپنی آپ کو آسمان سے اتر آہو انہ سمجھو۔ آخر تم صرف برہمن ہو۔ اور سب برہمن ایک جیسے ہیں۔ نکمی چہوت چہات چوڑو۔ جو روپیہ تیاروں کے توہمات میں۔ شادی بیاہوں اور زنا رندیوں پر خرچ ہو۔ اپنی اولاد کی تربیت اور تعلیم میں خرچ کرو۔ اگر ممکن ہو سکے تو ولایت بیکہ تعلیم دو پھر دیکھو کہ کشمیری قوم کیا فروغ پاتی ہے۔

پیارے قوم کے گورو صاحبان! آپ ہم پر ناراض نہوں ہم زمانہ کے نئے پود ہیں ہمارے خمیر میں نئی باتیں ہیں۔ آپ اپنی حقوق لیجئے۔ ہمارے اوصلحتوں میں دخل نہ دیجئے۔ طبیعت کو نشانتی دیجئے۔ اور اپنی طبیعتوں کو خروش میں نہ لائے۔ ہماری اصلاح کو نہ سدرا نہ چوڑو۔ ہمارے ثروت اور کامیابی میں آپکی یہودی شامل ہے ہمارے مفکوک الحالی میں آپ بگڑے سے محتاج ہو جاؤ گے۔

غیر قوم کی پیاری ناظرین!! آپ اس رسالہ میں جو کشمیریوں کی بعض مہذب رہیں بنیا ہوئی ہیں پڑھئے اور اختیار کیجئے جو بری ہیں انکی بابت ہمیں سمجھائے۔ شاید آپکی نصیحت سے ہم اصلاح پذیر ہو سکیں۔ آپ ناحق ہم سے خائف رہتے ہیں ہم عزیز الوطن آپکو ملک میں ہی ہیں آپ ہمارے میزبان ہیں۔ آخر ہم اور آپ ایک ہی ملک کے باشندے ہیں۔ ہم آپکی ہمدردی کر رہے ہیں مستحق ہیں۔ ہمارے عیب ہمارے اجنبی ہونے سے پیدا کئے ہیں۔ آپکی مہربانی۔ امداد و خلوص اور عنایت سے اور ہمارے اطمینان خاطر۔ دلجمعی اور کفایت

شعاری سے وہ ہی نفع ہو جاؤ گے



## التاس مصنف



اعظم ہر حق کے موانع لا تعداد ہیں جو مصنف خوب جانتا ہے۔ امید ہے کہ  
 پیارے ناظرین ہماری خطائیں معاف کریں گے۔ اس کتاب سے سلسلہ مباحثہ  
 چھیڑا گیا ہے۔ مصنف ہر امور مندرجہ پر علیحدہ خط و کتابت کرنے کے لئے یہی مقدمہ  
 ہے۔ کیا ہی عمدہ ہو کہ ایک کشمیری کا نفرنس کے انقواء کا موقعہ آوے جہاں  
 تجاویز مندرجہ رسالہ ہذا معرض بحث میں آویں۔

